پارہ

إِلَيْهِ يُرَدُّ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا

قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے، اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے

تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهٖ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَآءِي قَالُوٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ

مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا میرے شریک کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں (اس عقیدہ کا) کوئی مدعی نہیں

مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫

اور جن جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جاویں گے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کیلئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں، آدمی کا ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا،

وَإِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ

اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہراساں ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ

هٰذَا لِي ۙ وَمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى رَبِّيٓ إِنَّ لِي عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ

یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیے تھا اور میں قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے،

الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۫ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾

سو ہم ان منکروں کو ان کے سب کردار ضرور بتلا دیں گے، اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے۔

اِلَيْهِ اس کی طرف	يُرَدُّ لوٹایا (حوالے کیا) جاتا ہے	عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم	وَمَا تَخْرُجُ اور نہیں نکلتا	مِنْ کوئی	ثَمَرٰتٍ پھل	مِنْ سے
اَكْمَامِهَا اسکے غلافوں گابھوں	وَمَا تَحْمِلُ اور نہیں حاملہ ہوتی ہے	مِنْ اُنْثٰى کوئی عورت	وَلَا تَضَعُ اور نہ وہ بچہ جنتی ہے	اِلَّا مگر	بِعِلْمِهٖ اس کے علم میں	
وَيَوْمَ اور جس دن	يُنَادِيهِمْ وہ پکارے گا انہیں	اَيْنَ کہاں	شُرَكَآءِي میرے شریک	قَالُوٓا وہ کہیں گے	اٰذَنّٰكَ اطلاع دیدی ہم نے تجھے	
مَا مِنَّا نہیں ہم سے	مِنْ شَهِيدٍ کوئی شاہد	وَضَلَّ اور کھویا گیا	عَنْهُمْ ان سے	مَا كَانُوا يَدْعُونَ جو وہ پکارتے تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	
وَظَنُّوا اور انہوں نے سمجھ لیا	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے	مِنْ مَّحِيصٍ کوئی بچاؤ (خلاصی)	لَا يَسْـَٔمُ نہیں تھکتا	الْاِنْسَانُ انسان	مِنْ سے	
دُعَآءِ الْخَيْرِ بھلائی مانگنے	وَاِنْ اور اگر	مَّسَّهُ اسے لگ جائے	الشَّرُّ برائی	فَيَـُٔوسٌ تو مایوس ہو جاتا ہے	قَنُوطٌ نا امید	وَلَئِنْ اور البتہ اگر
اَذَقْنٰهُ ہم چکھائیں اسے	رَحْمَةً رحمت	مِّنَّا اپنی طرف سے	مِنْ بَعْدِ کے بعد	ضَرَّآءَ کسی تکلیف	مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی	لَيَقُولَنَّ تو وہ ضرور کہے گا
هٰذَا لِي یہ میرے لئے	وَمَآ اَظُنُّ اور میں خیال نہیں رکھتا	السَّاعَةَ قیامت	قَآئِمَةً قائم ہونے والی	وَلَئِنْ اور البتہ اگر	رُّجِعْتُ مجھے لوٹایا گیا	
اِلٰى رَبِّيٓ اپنے رب کی طرف	اِنَّ بیشک	لِي میرے لئے	عِنْدَهٗ اس کے پاس	لَلْحُسْنٰى البتہ بھلائی	فَلَنُنَبِّئَنَّ پس ہم ضرور آگاہ کردیں گے	
الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا کافر	بِمَا عَمِلُوا اس سے جو انہوں نے کیا (اعمال)	وَلَنُذِيقَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے انہیں	مِنْ سے			
عَذَابٍ ایک عذاب	غَلِيظٍ سخت					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ خدا کے ہاں ظلم نہیں ہر آدمی اپنے عمل کو آخرت میں دیکھ لے گا اور جیسا دنیا میں کرے گا ویسا ہی آخرت میں سامنے آئے گا۔ نہ کسی کی نیکی وہاں ضائع ہوگی۔ نہ ایک کی بدی دوسرے پر ڈالی جائے گی۔ تو جب کفار مکہ سے کہا جاتا کہ نیکی اور بدی کا پورا بدلہ قیامت میں ملے گا۔ تو کفار اکثر سوال کرتے کہ قیامت آئے گی کب؟ اس کا جواب ان آیات میں دیا جا رہا ہے کہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ کسی مخلوق کو اس کا علم نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت ہی کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ کا علم تو ہر شے کو محیط ہے حتیٰ کہ کوئی پھل اپنے خول میں سے۔ اور کوئی دانہ اپنے خوشہ میں سے اور کوئی میوہ اپنے غلاف سے باہر نہیں آتا جس کی خبر خدا کو نہ ہو۔ نیز کسی عورت کو جو حمل رہتا ہے یا کسی مادہ جانور کے پیٹ میں جو بچہ موجود ہے۔ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے اسی طرح سمجھ لو کہ موجودہ دنیا کے نتیجہ کے طور پر جو آخرت کا ظہور اور قیامت کا وقوع ہونے والا ہے اس کا وقت بھی خدا ہی کو معلوم ہے۔ کوئی انسان یا فرشتہ اس کی خبر نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کو اس کی خبر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ آدمی قیامت کی خبر اللہ کے فرمانے کے موافق یقین رکھے اور اس دن کی فکر کرے۔ آگے اس قیامت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا کہ دنیا میں تم نے جن کو میرا شریک قرار دے رکھا تھا اب ان کو بلاؤ کہ تم کو اس مصیبت سے بچاویں۔ مشرکین جواب میں کہیں گے کہ اب تو ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی اس عقیدہ کا مدّعی نہیں۔ یعنی اپنی غلطی کے ہم مقر ہیں۔ چونکہ وہاں سب حقائق منکشف ہو جائیں گے پس یہ اقرار یا تو اضطراری ہوگا یا ممکن ہے اس سے کچھ توقع مشرکین کو نجات کی بھی ہو۔ تو

مشرکین دنیا میں جنہیں خدا کا شریک بنا کر پکارتے تھے قیامت میں ان کا پتہ نہ ہوگا کہ وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو آئیں۔ اور پرستاروں کے دلوں سے بھی وہ پکارنے کے خیالات اس وقت غائب ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ خدائی سزا سے بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں اور گلو خلاصی کا اب کوئی ذریعہ نہیں۔ آخر آس توڑ کر بیٹھے رہیں گے اور جن کی حمایت میں دنیا میں پیغمبروں سے لڑتے تھے قیامت میں ان سے قطعاً بے تعلقی اور بیزاری کا اظہار کرنے لگیں گے۔ آگے کفر و شرک کا ایک بڑا اثر طبیعت انسانی پر بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص توحید و ایمان سے بے بہرہ ہے اُس آدمی کے اخلاق و اعمال و عقائد ایسے برے ہوتے ہیں کہ ایک تو کسی حالت میں یعنی خواہ آرام ہو یا تنگی دونوں میں ترقی کی خواہش سے اُس کا جی نہیں بھرتا اور یہ کمال حرص ہے۔ کہ کسی حد پر بھی پہنچ کر اس کی حرص کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے۔ یہ تو ایک کافر و مشرک بد دین' بد اخلاق' بد اعمال کی حالت بتلائی گئی جبکہ اسے کچھ عیش و آرام و تندرستی نصیب ہو تو مارے حرص کے یہی چاہتا ہے کہ اور زیادہ مزے اڑائے۔ لیکن اگر اس پر کوئی خاص حالت تنگی کی یا افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے خلاف دیکھا تو اس وقت اس کا دل فوراً آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور نا امید و ہراساں ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی نظر صرف اسباب پر محدود ہوتی ہے۔ اس قادر مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا کہ جو چاہے تو ایک آن میں سلسلۂ اسباب کو الٹ پلٹ کر رکھ دے۔ یہ دوسری حالت بھی کافر و مشرک کی بیان ہوئی۔ آگے اس کی ایک تیسری حالت کا بیان ہے کہ مایوسی کے بعد اگر تکلیف یا مصیبت دور کر کے خدا اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دے تو یہ کہنے لگتا ہے کہ میں نے فلاں تدبیر کی تھی۔

میری تدبیر لیاقت اور فضیلت سے یونہی ہونا چاہئے تھا اور اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا اور یہاں تک پھولتا اور بھولتا ہے کہ اس حالت میں اگر کبھی قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو خیال نہیں کرتا کہ قیامت بھی کوئی ہونے والی چیز ہے۔ اور فرض کرو ایسی نوبت آ ہی گئی تب بھی مجھے یہی یقین ہے کہ وہاں بھی میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر میں خدا کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو دنیا میں مجھے یہ عیش و بہار کے مزے کیوں ملتے۔ جب میرے ساتھ یہاں یہ معاملہ ہے تو وہاں بھی یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا اس پر آگے ارشاد ہوتا ہے کہ خوب خوش ہو لے کہ اس کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے۔ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا کہ منکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے اور کس طرح عمر بھر کے کرتوت سب سامنے آتے ہیں۔

اب یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ کافر و مشرک اور بے دین بد خلق انسان کی خصلت بیان فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں اس کا دنیوی ترقی کی خواہش سے جی نہیں بھرتا اور دن رات ترقی ترقی کی رٹ اور اس کا خبط ہی اس کا عین مقصود زندگی ہوتا ہے۔ آج کافر اور مشرک اور بے دین قوموں کا سامان عشرت دیکھ کر اکثر مسلمانوں کی بھی رال ٹپکتی ہے اور انہیں بے دینوں کے نقش قدم پر چلنے کو ترقی کا معیار سمجھ رکھا ہے جس کا حاصل فقط کمال حرص۔ حب مال اور حب جاہ ہے جب کہ شریعت نے ان چیزوں کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اب یہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا اسلام اور علماء اسلام دنیوی ترقی سے مانع ہیں۔ اور اگر مانع نہیں تو پھر وہ کونسی ترقی ہے جو اسلام کو مطلوب ہے اور جو شریعت میں محمود ہے۔ اس کے جواب میں ایک مضمون "اسلام اور ترقی" حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا تھانویؒ کا فرمودہ ہے جو موقع کی مناسبت سے اگلے درس میں نقل کیا جائے گا انشاء اللہ جس سے اسلام میں ترقی کا صحیح مفہوم اور اس کے حصول کا صحیح طریقہ بھی معلوم ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم کے ساتھ دین کا علم نصیب فرمائیں اور ہم کو قرآن پاک کی بتلائی ہوئی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور کفار و مشرکین کی خصلت دنیوی حرص سے ہم کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی نعمتوں کا شکر گذار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اب ہم کفار و مشرکین کی حالت پر کہ دنیا کی ترقی اور حرص سے ان کا دل کبھی نہیں بھرتا کیا حکایت اور شکایت کریں۔ ہم کو رونا اب ان اہل اسلام ہی کے لئے ہے کہ جنہوں نے مقصد حیاۃ دنیا ہی کی ترقی کو بنالیا ہے۔ جس کے سامنے نہ حلال کی پرواہ ہے نہ حرام کا خیال۔ نہ فرائض کی ادائیگی ہے نہ ممنوعات سے اجتناب بس یہود و نصاریٰ کی معاشرت کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ مغربی ذہنیت سے دل و دماغ کو رچاتے جا رہے ہیں۔ نہ انجام کی فکر۔ نہ آخرت کا خیال۔ نہ خدا کا خوف۔ گویا اللہ اور اس کے رسول سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

یا اللہ! ہم سوائے آپ کی ذات عالی کے اور کس سے فریاد کریں؟ کون ہماری حالت کو بدل سکتا ہے؟ کون ہمارے دلوں کو پھیر سکتا ہے؟ یا اللہ ہدایت آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے آپ ہی سے فریاد اور التجا ہے کہ امت مسلمہ کو بھولا ہوا سبق پھر یاد کر لینے کی توفیق عطا فرما دے اور صراط مستقیم پر آ جانے اور اس پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ

اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو ہم سے منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے، اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے، آپ کہیے کہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن خدا کے یہاں سے آیا ہو پھر تم اس کا کرو انکار سو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ

ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھادیں گے، اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جاوے گا کہ وہ قرآن حق ہے، (تو) کیا آپ کے رب کی

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں، یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے

وَاِذَآ اور جب	اَنْعَمْنَا ہم انعام کرتے ہیں	عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر	اَعْرَضَ وہ منہ موڑ لیتا ہے	وَنَاٰ اور بدل لیتا ہے	بِجَانِبِهٖ اپنا پہلو	وَاِذَا اور جب		
مَسَّهُ آ لگے اسے	الشَّرُّ برائی	فَذُوْ دُعَآءٍ تو دعاؤں والا	عَرِيْضٍ لمبی	چوڑی	قُلْ آپ فرمادیں	اَرَءَيْتُمْ کیا تم نے دیکھا	اِنْ كَانَ اگر ہو	
مِنْ سے	عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس	ثُمَّ پھر	كَفَرْتُمْ بِهٖ تم نے کفر کیا اس سے	مَنْ کون	اَضَلُّ بڑا گمراہ	مِمَّنْ اس سے جو	هُوَ وہ	فِيْ میں
شِقَاقٍ ضد	بَعِيْدٍ دور دراز	سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا ہم جلد دکھادیں گے انہیں اپنی آیات	فِي الْاٰفَاقِ اطراف عالم میں	وَ اور	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ان کی ذات میں			
حَتّٰى یہاں تک	يَتَبَيَّنَ ظاہر ہو جائے	لَهُمْ ان کیلئے	اَنَّهُ کہ وہ	الْحَقُّ حق	اَوَلَمْ يَكْفِ کیا کافی نہیں	بِرَبِّكَ آپ کے رب کیلئے	اَنَّهٗ کہ وہ	
عَلٰى پر۔کا	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدٌ شاہد	اَلَآ خوب یاد رکھو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	فِيْ مِرْيَةٍ شک میں	مِنْ لِّقَآءِ ملاقات سے	رَبِّهِمْ اپنا رب	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر۔کا	مُّحِيْطٌ احاطہ کئے ہوئے					

تفسیر و تشریح:۔ یہ سورہ حٰمٓ سجدۃ کی آخری آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں کفر و شرک کی مذمت کے سلسلے میں شرک و کفر کا ایک بڑا اثر طبیعت انسانی پر بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جو شخص توحید اور ایمان سے بے بہرہ ہے اس کے اخلاق۔ اعمال اور عقائد ایسے برے ہوتے ہیں کہ جب اسے عیش و آرام و صحت و تندرستی نصیب ہو تو بھی دنیوی حرص سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور دنیا کی ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا۔ بس چلے تو ساری دنیا کی دولت اپنے پاس جمع کر لے۔ اور اس پر جہاں کوئی افتاد پڑی اور ظاہری اسباب اپنے مخالف دیکھے تو پھر مایوس اور نا امید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی کیونکہ اس کا تعلق قادر مطلق خدائے ذوالجلال والاکرام سے تو ہے نہیں کہ اس کے دل کو اعانت خداوندی کی سہارا اور قوت ہو۔ اور اگر تکلیف و مصیبت کے بعد پھر اس کو عیش و راحت مل جاتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا۔ میری تدبیر میرا ہنر اور میری لیاقت اسی کو مقتضی تھی۔ ایسے ہی انسان کے متعلق آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسا شخص اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے وقت تو منعم حقیقی کی حق شناسی اور شکر گذاری سے اعراض کرتا ہے اور بالکل بے پروا ہو کر ادھر سے کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو

تکلیف پہنچتی ہے یا مصیبت پیش آتی ہے اور نعمت چھن جاتی ہے تو ظاہر اسباب پر نظر کر کے اگر چہ دل کے اندر مایوسی ہوتی ہے مگر اس حالت میں بھی بدحواس اور پریشان ہو کر دعا کے لئے ہاتھ بے اختیار خدا کی طرف اٹھ جاتے ہیں اور یہ جزع وفزع کی راہ سے ہے نہ کہ منعم کی طرف توجہ اور التجا کے طور پر تو یہ غایت درجہ کی بے صبری اور حبّ دنیا میں انہماک ہے۔غرض یہ مفاسد جو اوپر مذکور ہوئے سب مفاسد کفر و شرک سے ہیں بخلاف ایمان کے کہ اس کے آثار ہیں حریص نہ ہونا۔حالت امن اور عیش میں کفر اور کفران نعمت نہ کرنا اور حالت ضرر اور تنگی میں مایوسی اور جزع فزع نہ کرنا۔غرض کہ انسانی کمزوری کا نقشہ کھینچ کر مفاسد کفر و شرک کی طرف اوپر توجہ دلائی گئی تھی اب آگے تنبیہ کی جاتی ہے کہ یہ کتاب جو تمہاری کمزوریوں اور روحانی بیماریوں پر آگاہ کرنے والی اور انجام کی طرف توجہ دلانے والی ہے اگر خدا کے پاس سے آئی ہو جیسا کہ یہ واقع میں ہے اور پھر تم نے اس کو نہ مانا۔اس کے دلائل حق کو تسلیم نہ کیا۔اس کی خبروں پر یقین نہ کیا اس کی اعلیٰ اور بیش قیمت نصائح و ہدایات سے منکر رہ کر اپنی عاقبت کی فکر نہ کی بلکہ حق کی مخالفت میں دور ہوتے چلے گئے تو کیا اس سے بڑھ کر گمراہی نقصان اور خسارہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔آگے بطور پیشین گوئی کے فرمایا جاتا ہے کہ قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل و براہین تو اپنی جگہ رہے۔اب اللہ تعالیٰ ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونہ اور نشانیاں دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے۔شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے یہاں لکھا ہے کہ وہ نمونے اور نشانیاں وہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات ہیں جو سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف۔اور قرآنی پیشگوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں چنانچہ معرکہ ''بدر'' میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور ''فتح مکہ'' میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں ''آیات'' سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں جو غور کرنے والوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔حکمت خدا کی ہزار ہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب وجبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ وروپ آواز لہجہ وغیرہ اس کے خالق وصانع کی بہترین نشانیاں ہیں جو ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کی حقانیت کو فرض کرو کوئی نہ مانے تو اکیلے خدا کی گواہی کیا تھوڑی ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے اور ہر چیز میں غور کرنے سے اس کی گواہی کا ثبوت ملتا ہے۔سورۃ کے اخیر میں بتلایا گیا کہ یہ کفار ومنکرین اس دھوکہ میں ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا اور اس سے ملنا نہیں ہے حالانکہ خدائے تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔کسی وقت بھی اس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جا سکتے اگر مرنے کے بعد ان کے بدن کے ذرات مٹی میں مل جائیں۔یا پانی میں بہ جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دیا جائیگا۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا **واذآ انعمنا علی الا نسان اعرض و نا بجانبه واذا مسه الشر فذوا دعآء عریض** یعنی ایک بے دین۔ناشکر گذار کافر مشرک کی خصلت

بیان فرمائی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اللہ سے اور اللہ کے احکام سے منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے جو انتہا درجہ کی ناشکری اور کفران نعمت ہے اور حالت تنگی و ضرر میں ایسے آدمی کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے۔ یعنی مقصود ایک کافر انسان کی خصلت کو بیان کرنا ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو کوئی نعمت و دولت مثل عزت وصحت و عافیت۔ فراوانی مال و دولت ملتی ہے تو ان میں ایسا مگن اور مست ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس کی غفلت اور بڑھ جاتی ہے اور منعم حقیقی سے اور دور ہو جاتا ہے اور جب کوئی دکھ درد۔ مصیبت یا رنج وغم پیش آتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے تو حق تعالیٰ سے طویل دعائیں مانگنا اگر چہ فی نفسہ امر محمود و مستحسن ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں دعا کے آداب میں ذکر کیا گیا ہے کہ دعاء میں الحاح و زاری اور بار بار تکرار کرنا بہتر ہے۔ لیکن یہاں آیت میں کافر انسان کی جو مذمت کی گئی ہے وہ درحقیقت طول دعا پر نہیں بلکہ اس کی اس مذموم خصلت پر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمت کی ارزانی اور کثرت فرماویں تو تکبر اور غرور میں مدہوش ہو جاوے اور جب مصیبت آ جائے تو اپنے دکھ اور پریشانی کو پکارتا اور بار بار کہتا پھرے اور اپنا دکھڑا لوگوں کے سامنے روتا رہے۔ تو غور کرنے کی بات یہاں یہ ہے کہ جس خصلت کی مذمت فرمائی گئی۔ وہ خصلت اب اس وقت عام مسلمانوں میں الا ما شآء اللہ تو کسی درجہ میں نہیں پائی جاتی ؟ اگر پائی جاتی ہے تو کس درجہ عبرت کی بات ہے کہ کافروں اور مشرکوں کی اس مذکورہ بد خصلت سے بھی آج کا مسلمان نہ بچ سکا الا ما شآء اللہ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور ہمیں کفار و مشرکین کی خصلتوں سے نجات عطا فرما کر اپنے محبوبین و مقبولین کی صفات محمودہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ حم سجدہ کا بیان ختم ہوا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں اور قرآن پاک پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور اپنی قدرت سے ہمارے دین و دنیا کے معاملات کو درست و راست فرمائیں۔

اور اپنی شان رزاقی سے ہمارے رزق میں وسعت عطا فرمائیں۔ بے دینوں کے اقتدا سے ہم کو بچائیں اور اپنی مرضیات والے طریقہ پر چلنا نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ

حٰم۔ عٓسٓق۔ اسی طرح آپ پر اور جو آپ سے پہلے ہوچکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے، وحی بھیجتا رہا ہے۔

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔

حٰمٓ حا میم	عٓسٓقٓ عین۔سین۔قاف	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُوْحِيْٓ وحی فرماتا ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	وَاِلَى اور طرف	الَّذِيْنَ وہ جو	
مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	اللّٰهُ اللہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	لَهٗ اسی کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو
	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيُّ بلند	الْعَظِيْمُ عظمت والا			

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب ۲۵ویں پارہ کی سورہ شوریٰ کا بیان شروع ہورہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ' مقام نزول' خلاصہ مضامین' تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں لفظ شوریٰ جس کے معنی مشورہ کے ہیں اس سورۃ کی ۳۸ویں آیت میں آیا ہے جہاں اہل ایمان کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں۔ انہی میں سے ایک صفت وامرھم شوریٰ بینھم فرمائی گئی یعنی مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام شوریٰ قرار پایا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس دور میں نازل ہوئی جبکہ مادی حیثیت سے مسلمان بہت کمزور تھے۔ کفار کی ظلم وزیادتی کے شکار بنے ہوئے تھے۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں تیسری سورۃ ہے۔ حٰم سے شروع ہونے والی سات سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہوچکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حٰم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حٰم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۲ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۳ لکھا ہے یعنی ۸۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۳۱ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۵۳ آیات ۵ رکوعات' ۸۶۹ کلمات اور ۳۵۸۸ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ بھی مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جیسے توحید ورسالت کا اثبات' دین اسلام کی حقانیت' آخرت کی زندگی کی کامیابی کے طریقے' دنیا پرستی کے بدنتائج' کفر وشرک اور انکار حق کا انجام آخرت کی جزا وسزا' ایک مسلمان کی صفات اور ذمہ داری اور زندگی بسر کرنے کا طریقہ جس سے دونوں جہاں میں کامیابی ہو وغیرہ کا بیان ہے۔ خلاصہ اس تمام سورۃ کا یہ ہے کہ اس میں اللہ عزوجل کی اعلیٰ صفات کی طرف توجہ دلا کر خبردار کیا گیا ہے کہ اس کی طرف سے غافل نہ رہو اور اس کی نافرمانی اختیار نہ کرو۔ اللہ کے نہ ماننے والے اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ ان کی ساری باتیں سنتا ہے اور جانتا ہے اس لئے جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف جھکے ہوئے ہیں ان کو پوری پوری سزا دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ذمہ ان منکرین و مکذبین کو زبردستی راہ راست پر لانا نہیں۔ آپ کا کام فقط تبلیغ کر دینا اور سمجھا دینا ہے۔ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے یہاں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے رہیں گے اور ان سب کا فیصلہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے یہاں ہوگا جہاں سب جمع ہوں گے اور سب کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی کچھ لوگ جنت میں اور کچھ لوگ اپنے عملوں کی بدولت دوزخ میں جائیں گے اللہ کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ انسانوں کا دنیا میں امتحان لیا جائے۔ اور ان میں سے جو کامیاب ہوں انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے اور جو امتحان میں ناکام رہ جائیں انہیں سزا دی جائے۔ اگر انسان غور کرے تو اللہ کا پہچاننا کوئی مشکل نہیں خود آسمان اور زمین اس کے ایک ہونے پر گواہ ہیں اور ان کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں وہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔ انسانوں کے لئے دنیا میں اللہ نے ایک ہی دین بنایا ہے۔ اور اسی کو تمام انبیاء اور پیغمبر سکھاتے اور سمجھاتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے اس دین کو مضبوطی سے پکڑنا اور اس پر قائم رہنا چاہئے اور اس میں پھوٹ اور اختلاف نہ ڈالنا چاہئے۔ دین اتفاق کے لئے آیا ہے۔ لیکن انسان اپنی غلط خواہشوں اور جذبات کا غلط شکار ہو کر اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ جنہیں پہلے اللہ کی کتاب مل چکی ہے۔ وہ دنیا کے بکھیڑوں میں پھنس کر اس کو بھلا بیٹھے۔ اب یہ قرآن آخری کتاب ہے اور اس میں محمد رسول اللہ کو ارشاد ہے کہ آپ تمام انسانوں کو اصلی دین کی طرف دعوت دیں اور خود بھی اس پر چل کر اور عمل کر کے لوگوں کے لئے مثال قائم کریں۔ اس کے بعد جو نہ مانے اس کے لئے اللہ کا عذاب تیار ہے۔ دنیا آخر فنا ہو جائے گی اور قیامت ضرور آئے گی جو اس کو بھلا بیٹھا وہ انتہائی گمراہی میں پھنس گیا۔ قرآن کریم ایک کسوٹی ہے۔ اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے ترازو کی مانند ہے جو اسے مانیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور منہ مانگی مرادیں پائیں گے اور جو دنیا میں اس کا انکار کریں گے ان کا انجام برا ہو گا۔ افسوس کہ انسان دنیا میں مال و دولت پر مغرور ہو جاتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ظلم و ستم پر اتر آتا ہے۔ یاد رکھو انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے برے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے اور بہت سی خطاؤں کو تو اللہ تعالیٰ معاف کرتا رہتا ہے۔ ورنہ بالکل تباہی پھیل جائے اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ توبہ کریں اور ایمان لا کر خدا کی حمایت میں آ جائیں۔ اور اس طرح سزا سے بچ جائیں۔ دنیا میں کیا دھرا ہے۔ دنیا کی چیزیں عارضی و فانی دنیا ہی تک ہیں اور خدا کے یہاں آخرت کی دولت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور وہ انہی کو نصیب ہوگی۔ جو دنیا میں ایمان لائیں گے اور اعمال صالحہ اختیار کریں گے، جو گناہوں اور بے حیائیوں کی باتوں سے علیحدہ رہنے والے ہوں۔ جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والے ہوں۔ جب کسی پر غصہ ہوں تو معذرت پر معافی دینے والے ہوں۔ اپنی نمازوں کو باقاعدہ ادا کرتے ہوں۔ اور ان کے کام آپس میں مشورہ سے ہوتے ہوں اور جو کچھ انہیں اللہ نے دیا ہے اس میں سے خدا کے لئے خرچ کرتے ہوں۔ اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ صرف انتقام لے لیتے ہیں اور زیادتی نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا کے یہاں دائمی نعمتیں ہیں۔ ان کے برخلاف وہ لوگ جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ایسے گمراہ لوگ کوئی اپنا حامی اور سرپرست نہ پائیں گے اور جب یہ جہنم میں عذاب کا معائنہ کریں گے تو غایت بے بسی اور بے کسی سے تباہ حال ہوں گے اخیر میں سمجھایا گیا کہ اے انسانو! دیکھو اللہ تعالیٰ تمہاری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ تم

کفر و عناد اور ظلم و فساد کو چھوڑ دو اور اپنے پروردگار کی بات مانو قبل اس کے کہ خدا کی جانب سے وہ دن آئے کہ جس سے نہ ہٹنا ممکن ہوگا اور نہ کوئی پناہ مل سکے گی اور نہ کوئی تمہارے بارے میں خدا سے روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ سارا زور اس پر ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ رسول اللہؐ کے کہنے پر چلو۔ قرآن حکیم کی بتلائی ہوئی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی گزارو۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔ اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم عسق سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کے متعلق گذشتہ سورتوں میں بیان ہو چکا ہے کہ ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ اسرار الٰہی میں سے ہیں اور ان کے صحیح و حقیقی مطلب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔ کفار مکہ کو اس بات سے بڑا تعجب تھا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات نئی اور عجیب سی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو میں تمہیں سنا رہا ہوں تو کفار تعجب کرتے کہ یہ بات کیسے مان لی جائے۔ کیا خدا ان کے پاس آتا ہے؟ یا یہ خدا کے پاس جاتے ہیں؟ یا ان کی اور خدا کی بات چیت ہوتی ہے؟ بہر حال ان کا خیال تھا کہ یہ نرالی بات ہے۔ سورۃ کی ابتدا اسی ارشاد سے ہوتی ہے کہ یہ کوئی نرالی بات نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء و رسول آئے ہیں ان سب کو بھی خدا کی طرف سے ایسی ہی ہدایات دی جاتی رہی ہیں۔ تو اگرچہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح آپ پر قرآن کی وحی نازل ہوتی ہے اسی طرح سے آپ سے پہلے پیغمبروں پر بذریعہ وحی کتابیں اور صحیفے اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے نازل ہو چکے ہیں مگر دراصل کفار کو سنایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے کسی خاص بندہ کو چن لیتا ہے تو اس میں کسی کے اللہ کے پاس آنے یا اس کے پاس کسی کے جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ اپنی حکمت سے اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے ''وحی'' کا طریقہ اختیار فرماتے ہیں۔ حضرت حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی سی مسلسل آواز کی طرح جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے۔ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سخت جاڑوں کے ایام میں بھی جب آپ پر وحی اترتی تھی تو شدت وحی سے آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ پیشانی مبارک سے پسینہ کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں۔ الغرض یہاں بتلایا گیا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان پیغمبروں پر کہ جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں وحی بھیجتا رہا ہے اور اس اللہ زبردست حکمت والے کی شان یہ ہے کہ اسی کی ہیں وہ تمام چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔

اب آگے حق تعالیٰ کی عظمت شان کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اس سورۃ میں جو مومنین صالحین کی صفات بتلائی گئی ہیں وہ اپنی رحمت سے ہم سب کو نصیب فرمایئے اور کسی صفت سے اپنے کرم سے محروم نہ فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ

کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کیلئے معافی مانگتے ہیں

فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ

خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں

حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ

اللہ ان کو دیکھ بھال رہا ہے اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اور ہم نے اسی طرح آپ پر قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے تاکہ آپ (سب سے پہلے)

اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي

مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس ہیں ان کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں ذرا شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک دوزخ میں ہوگا۔

السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا، لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے،

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ

اور ظالموں کا (قیامت کے روز) کوئی حامی مددگار نہیں۔ کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے

وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا، اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تَكَادُ قریب ہے	السَّمٰوٰتُ آسمانوں (جمع)	يَتَفَطَّرْنَ پھٹ پڑیں	مِنْ فَوْقِهِنَّ ان کے اوپر سے	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے	يُسَبِّحُوْنَ تسبیح کرتے ہیں			
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اور وہ مغفرت طلب کرتے ہیں	لِمَنْ اس کیلئے جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اَلَآ یاد رکھو				
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ۔وہی	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ مہربان	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اتَّخَذُوْا ٹھہراتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِيَآءَ رفیق	
اَللّٰهُ اللہ	حَفِيْظٌ ۔ عَلَيْهِمْ دیکھنے والا۔ان پر انہیں دیکھ رہا ہے	وَمَآ اَنْتَ اور آپ نہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	بِوَكِيْلٍ ذمہ دار	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح			
اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا	اِلَيْكَ آپ کی طرف	قُرْاٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی زبان	لِّتُنْذِرَ تاکہ آپ ڈرائیں	اُمَّ الْقُرٰى ام القریٰ (اہل مکہ)	وَمَنْ اور جو		
حَوْلَهَا اس کے اردگرد	وَتُنْذِرَ اور آپ ڈرائیں	يَوْمَ الْجَمْعِ جمع ہونے کا دن	لَا رَيْبَ نہیں شک	فِيْهِ اس میں	فَرِيْقٌ ایک فریق			
فِي الْجَنَّةِ جنت میں	وَفَرِيْقٌ اور ایک فریق	فِي السَّعِيْرِ دوزخ میں	وَلَوْ اور اگر	شَآءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ	لَجَعَلَهُمْ ضرور بنادیتا انہیں	اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت		
وَّلٰكِنْ اور لیکن	يُّدْخِلُ وہ داخل کرتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں	وَالظّٰلِمُوْنَ اور ظالم (جمع)	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے			
مِّنْ کوئی	وَّلِيٍّ کارساز	وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ مددگار	اَمِ کیا	اتَّخَذُوْا انہوں نے ٹھہرالئے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِيَآءَ کارساز (جمع)	فَاللّٰهُ پس اللہ	
هُوَ الْوَلِيُّ وہی کارساز	وَهُوَ اور وہی	يُحْيِ زندہ کرتا ہے	الْمَوْتٰى مُردوں	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر	شَيْءٍ چیز	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کا بیان تھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ وہی سب سے اعلیٰ اور بڑائی والا ہے۔ تمام زمین و آسمان کی مخلوق اس کی غلام ہے۔ اس کی ملکیت ہے اس کے ماتحت اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس کی عظمت وجلال کا یہ حال ہے کہ کہیں آسمان نہ پھٹ پڑیں۔ فرشتے اس کی عظمت سے کپکپائے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف اور تسبیح وتحمید بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے خدا کی بخشش طلب کرتے رہتے ہیں۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا کہ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں تو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آسمان کا پھٹ جانا یا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے زور سے ہو۔ یا بیشمار فرشتوں کے بوجھ سے یا ان کے ذکر کی کثرت سے ۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سربسجود نہ ہو۔ اور بعض مفسرین نے آسمان کے پھٹ پڑنے کا یہ مطلب لیا ہے کہ جب مشرکین خدا تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے ہیں۔ اس کے لئے شریک اور بیٹے و بیٹیاں ٹھہراتے ہیں تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے جیسا کہ سولھویں پارہ سورہ مریم میں بھی ارشاد ہوا **تکاد السمٰوت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا. ان دعوا للرحمٰن ولدا** یعنی یہ ایسی بھاری بات کہی گئی اور ایسا گستاخانہ کلمہ منہ سے نکالا گیا کہ خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی کہ جس کی وجہ سے اگر آسمان، زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اٹھے تو عالم تہ و بالا ہو جائے اور آسمان زمین تک کے پرخچے اڑ جائیں۔ یہ محض اس کا حلم مانع ہے کہ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کرتا۔ تو یہاں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ اللہ کی شان مغفرت و رحمت اور ملائکہ کی تسبیح و استغفار کی برکت سے یہ نظام عالم تھما ہوا ہے اور اللہ کے فرشتے اللہ کی تسبیح وتحمید کے ساتھ زمین والوں کے لئے خدا سے بخشش مانگتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ان پر دنیا میں کوئی سخت عذاب نہ آجائے جس سے سب ہی ہلاک ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور شان غفور رحیمی سے فرشتوں کی دعا قبول کر کے مومنین کی خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے اور کافروں کو ایک عرصہ کے لئے مہلت دیتا ہے ورنہ دنیا کا سارا کارخانہ چشم زدن میں درہم برہم ہو جائے۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ دنیا میں کفار و مشرکین کو وہ مہلت تو دیتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے۔ ان کے سب اعمال و احوال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیئے جائیں گے۔ اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ منکرین مانتے کیوں نہیں اور نہ ماننے کی صورت میں فوراً تباہ کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ آپ ان باتوں کے ذمہ دار نہیں۔ آپ تو صرف پیغام حق پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔ آگے ہمارا کام ہے وقت آنے پر ہم ان سب کا حساب چکا دیں گے۔ آگے مسئلہ نبوت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح انبیائے سابقین پر وحی نازل کی گئی تھی اسی طرح اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر عربی زبان میں قرآن وحی کیا تا کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والوں کو خدائی احکام اور خدا کے عذابوں سے آگاہ کر دیں اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو ڈرائیں۔ یہاں آیت میں ام القریٰ کا لفظ آیا ہے یعنی ساری بستیوں اور شہروں کی اصل اور بنیاد جس سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عرب کا مجمع ہوتا ہے۔ اور ساری دنیا میں اللہ کا گھر وہیں ہے اور وہی گھر روئے زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ قرار پائی بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو

3 اسی جگہ سے پھیلانا شروع کیا جہاں خانہ کعبہ واقع ہے تو مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگ یعنی ملک عرب اور پھر ساری دنیا کو یہ آگاہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب تمام اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کتاب کے لئے جمع ہوں گے یہ ایک بالکل یقینی اور طے شدہ بات ہے جس میں کوئی دھوکہ فریب اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں لہٰذا چاہئے کہ اس دن کے لئے انسان تیار ہو جائے اور اس وقت تمام انسان دو فریقوں میں تقسیم ہوں گے۔ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ اب ہر ایک خود سوچ لے کہ اس کو کس فرقہ میں شامل ہونا چاہئے اور اس میں شامل ہونے کے لئے کیا سامان کرنا چاہئے۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام محض ایسے دن سے ڈرا دینا ہے آگے ان کا ایمان لانا یا نہ لانا یہ آپ کے ذمہ نہیں۔ وہ مشیت الٰہی پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی طرح کا بنا دیتا اور ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا لیکن اس کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ اپنی رحمت وغضب دونوں قسم کی صفات کا اظہار فرمائے اس لئے بندوں کے احوال میں اختلاف وتفاوت رکھا کسی کو اس کی فرمانبرداری کی وجہ سے اپنی رحمت کا مورد بنایا۔ کسی کو اس کے ظلم وعصیان کی بنا پر اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور جو لوگ رحمت سے دور ہو کر غضب کے مستحق ہوئے اور حکمت الٰہیہ ان پر سزا جاری کرنے کو مقتضی ہوئی ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ نہ کوئی رفیق و مددگار ان کو مل سکتا ہے جو اللہ کی گرفت اور سزا سے انہیں بچاوے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر رفیق و مددگار بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو سارے کام بنا سکتا ہے حتیٰ کہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ بیچارے عاجز و مجبور رفیق جن کو تم نے بنا رکھا ہے وہ تمہارا کیا ہاتھ بٹائیں گے۔

ابھی اگلی آیات میں بھی توحید کا مضمون جاری ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات کے راستہ پر چلنا نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیں۔ اور اپنے کرم سے ہم کو جنتی گروہ میں شامل فرمائیں اور دین و دنیا میں ہمارے حامی ومددگار رہیں۔

یا اللہ! حقیقی کارساز آپ ہی کی ذات پاک ہے ہمیں وہ ایمان اور تعلق نصیب فرمایئے کہ ہم آپ کی کارسازی پر بھروسہ رکھیں اور ہر معاملہ میں آپ ہی کی ذات عالی کی طرف رجوع کریں۔

یا اللہ! ہر مشکل اور دشواری میں ہماری نظریں آپ ہی کی طرف اٹھیں اور آپ ہی اپنی شان کارسازی سے ہماری مشکلات ودشواریوں کو اپنی رحمت سے حل فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو ایسا قوی ایمان عطا فرما کہ جو ہر حال میں آپ ہی کی حمایت ونصرت کو طلب کریں اور آپ اپنے کرم سے ہمارے ولی اور ناصر ہو جائیں۔ یا اللہ! ہم کو وہ ایمان واسلام عطا فرما کہ جو ہم آپ کی رحمت میں داخل ہو کر جنت کے فریق بن جائیں اور دوزخ کے فریق ہونے سے بچ جائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ

اور جس جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، یہ اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں،

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ

اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے

الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ

اور مواشی کے جوڑے بنائے۔ اس کے ذریعہ سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے، کوئی چیز اس کے مثل نہیں، اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اس کے اختیار میں ہیں

مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی، جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے، بیشک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔

وَمَا اور جو۔جس	اخْتَلَفْتُمْ اختلاف کرتے ہوتم	فِيْهِ اس میں	مِنْ شَيْءٍ کسی چیز	فَحُكْمُهٗ تو اس کا فیصلہ	اِلَى اللّٰهِ طرف۔ پاس اللہ	
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ وہی ہے اللہ	رَبِّيْ میرا رب	عَلَيْهِ اس پر	تَوَكَّلْتُ بھروسہ کیا میں نے	وَاِلَيْهِ اور اس کی طرف	اُنِيْبُ میں رجوع کرتا ہوں	
فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ پیدا کرنے والا آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	جَعَلَ اس نے بنائے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری ذات (جنس) سے		
اَزْوَاجًا جوڑے	وَمِنَ اور سے۔کے	الْاَنْعَامِ چوپایوں	اَزْوَاجًا جوڑے	يَذْرَؤُكُمْ وہ پھیلاتا ہے تمہیں	فِيْهِ اس (دنیا) میں	لَيْسَ نہیں
كَمِثْلِهٖ اس کی مثل	شَيْءٌ کوئی شے	وَهُوَ اور وہ	السَّمِيْعُ سننے والا	الْبَصِيْرُ دیکھنے والا	لَهٗ اس کیلئے۔پاس	مَقَالِيْدُ کنجیاں
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	يَبْسُطُ وہ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ جس کیلئے	يَشَآءُ وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے
	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمٌ جاننے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مشرکین کے اس مشرکانہ فعل کی مذمت بیان کی گئی تھی کہ جو وہ خدا کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے اور دوسروں کی پرستش کیا کرتے تھے اور بتلایا گیا تھا کہ حقیقی کارساز تو حق تعالیٰ ہی ہیں جو ہر چیز پر قدرت اور قابو رکھتے ہیں حتیٰ کہ مردوں کو بھی وہ زندہ کرسکتے ہیں تو رفیق ومددگار اللہ تعالیٰ ہی کو بنانا چاہئے جو سارے کام بنا سکتا ہے۔

اب مشرکین جو توحید خداوندی میں اہل حق سے جھگڑتے تھے اس کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سب جھگڑوں کے فیصلے اسی ایک اللہ کے سپرد ہونا چاہئیں۔ عقائد ہوں یا احکام عبادات ہوں یا معاملات۔ جس چیز میں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا بہترین فیصلہ اللہ کے حوالہ ہے وہ اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبان پر صراحۃً یا اشارۃً جس معاملہ میں جو فیصلہ فرمادے بندہ کو حق نہیں کہ اس میں چون وچرا کرے۔ توحید جو اصل اصول ہے اللہ تعالیٰ اس کے متعلق برابر حکم دیتے رہے ہیں پھر یہ کیونکر درست ہوگا کہ بندہ ایسے قطعی اور محکم فیصلہ میں جھگڑا ڈالے۔ یا بیہودہ شک وشبہات نکال کر اس کے فیصلہ اور حکم سے سرتابی کرے۔ اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ وہ اللہ جس کی شان اوپر بیان ہوئی میرا رب وہی ہے۔ میں اسی پر ہمیشہ سے بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہوں پس نہ تمہاری مخالفت اور معاندت سے ڈرتا ہوں اور نہ توحید میں جس کو اس نے حق کہہ دیا کوئی شک وشبہ کرتا ہوں۔ میرا رب تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارا بھی پیدا کرنے والا وہی

ہے کہ تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنائے یعنی مرد وعورت اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کیے اور نر و مادہ بنائے پھر آدمیوں اور جانوروں کی کتنی نسلیں روئے زمین پر پھیلا دیں۔ تو حق یہ ہے کہ اس خالق جیسا کوئی اور نہیں۔ نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں کوئی شریک ہے۔ نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے۔ نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے۔ نہ اس کا کوئی جوڑا ہے۔ نہ ہمسر۔ نہ ہم جنس۔ وہ احد وصمد ہے۔ بے نظیر ہے، بے مثیل ہے اور سمیع وبصیر ہے۔ ہر چیز کو دیکھتا سنتا ہے مگر اس کا دیکھنا سننا بھی مخلوق کی طرح نہیں۔ کمالات اس کی ذات میں سب ہیں پر کوئی کمال ایسا نہیں کہ جس کی پوری حقیقت وکیفیت بیان کی جا سکے کیونکہ اس کی نظیر کہیں موجود نہیں۔ وہ مخلوق کی مشابہت ومماثلت سے بالکلیہ پاک ہے اور مقدس ومنزہ ہے۔ تمام خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور یہ اسی کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائیے۔ سارے عالم کا متصرف مالک وحاکم وہی یکتا لاشریک ہے وہی تمام جانداروں کو روزی دیتا ہے اور رزق کی کمی زیادتی کا تعین اپنی حکمت سے کرتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کون کتنی عطا کا مستحق ہے اور اس کے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہوگا اور جو حال روزی کا ہے وہی دوسری عطایا میں سمجھو اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے کہ کس کے لئے کیا مصلحت ہے۔

اب یہ قرآن کریم کی بالکل کھلی ہوئی آیت ہے له مقالید السمٰوٰت والارض یبسُطُ الزرق لمن یشآء ویقدرط انه بکل شیء علیم (اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے کم دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے) اور اسی ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ صاف صاف قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ رزق کا معاملہ بالکل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے رزق کے کفیل ہیں جتنی مخلوق پیدا فرمائیں گے اس کا رزق بھی پیدا کریں گے۔ اب رہا کسی کو کمی اور کسی کو زیادتی۔ کسی کو فراخی اور کسی کو تنگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت پر موقوف ہے مگر آج قرآن کے منکرین نہیں قرآن پر ایمان رکھنے والوں کا اس معاملہ رزق میں کیا عقیدہ ہے؟ مغرب کے بے دین ماہر معاشیات نے ایک اصول بتایا کہ انسان کی پیدائش کی شرح۔ اشیاء خوراک کے پیداوار کی شرح سے زیادہ تیزی اور سرعت کے ساتھ دنیا میں بڑھ رہی ہے۔ اگر کسی سبب سے آبادی میں اضافہ کی یہ رفتار سست نہ ہوئی تو ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں کثیر تعداد فاقہ کشی پر مجبور ہوگی کیونکہ اشیاء خوراک ان کی آبادی کے لئے کفایت نہ کرے گی۔ اس موہوم نظریہ کی روشنی میں شرح پیدائش اور شرح اموات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان بزعم خود ماہرین معاشیات نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ زمانہ قریب آ گیا ہے اس لئے اگر آبادی کے اضافہ پر کنٹرول نہ کیا گیا تو اشیاء خوردنی اور دیگر ضروریات زندگی کی کمی روز بروز بڑھتی ہی جائے گی اور بہت جلد نوبت فاقہ کشی تک پہنچ جائے گی۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مختلف طریقوں سے شرح پیدائش کم کرنے کا پرزور مشورہ دنیا والوں کو دیا ہے اور اسی کے ماتحت "خاندانی منصوبہ بندی" کی تحریک ملکوں میں رائج کرائی گئی ہے کہ ایسی تدابیر کی جائیں کہ زائد اولاد پیدا ہی نہ ہو۔ چنانچہ ان تدابیر میں سے ایک تدبیر نسل بندی کی ہے جو شرعی اعتبار سے اور انجام اور نتیجہ کے لحاظ سے اختصاء یعنی خصی ہو جانے کے مترادف ہے اور خصی ہونے کی صریح ممانعت حدیث میں وارد ہے۔ الغرض ہمارے ملک میں بھی قوم کی بہبودی اور رزق کی فی کس ترقی اور افلاس اور تنگی رزق سے بچنے کی تدابیر اب خاندانی منصوبہ بندی جیسی تحریکات سے وابستہ سمجھی جاتی ہیں جس پر ہزاروں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ اس تحریک پر خرچ ہو رہے ہیں۔ بس یورپ وامریکہ نے جو سبق دے دیا اس پر آمنا وصدقنا کہنا گویا ہمارے لئے لازم ہو گا۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ قرآن وحدیث کچھ ہی کہے لیکن اس کو کون مانتا ہے؟ انا للہ وانا الیه راجعون۔

الغرض قانون الٰہیہ اور ضابطہ خداوندی اور دین حق کی مخالفت پر آگے کفار کی مذمت فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ

اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا اور ان کی امت کو یہ کہا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا، مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں،

اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ⑬ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ

آپس کی ضدا ضدی سے باہم متفرق ہوگئے، اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک ایک بات پہلے قرار نہ پاچکتی تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا،

بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ⑭

اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ اس کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہیں جس نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے۔

شَرَعَ اس نے مقرر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ الدِّيْنِ وہی دین	مَا وَصّٰى اس نے جس کا حکم دیا	بِهٖ اس کا	نُوْحًا نوح	وَالَّذِيْٓ اور وہ جس
اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کی	اِلَيْكَ آپ کی طرف۔کو	وَمَا وَصَّيْنَا اور جس کا حکم دیا ہم نے	بِهٖٓ اس کا	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَمُوْسٰى اور موسیٰ	
وَعِيْسٰٓى اور عیسیٰ	اَنْ اَقِيْمُوا کہ تم قائم کرو	الدِّيْنَ دین	وَلَا تَتَفَرَّقُوْا اور تفرقہ نہ ڈالو تم	فِيْهِ اس میں	كَبُرَ گراں	عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں پر
مَا تَدْعُوْهُمْ جسکی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں	اِلَيْهِ اسکی طرف	اَللّٰهُ اللہ	يَجْتَبِيْٓ چن لیتا ہے	اِلَيْهِ اپنی طرف	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	
وَيَهْدِيْٓ اور ہدایت دیتا ہے	اِلَيْهِ اس کی طرف	مَنْ يُّنِيْبُ جو رجوع کرتا ہے	وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اور انہوں نے تفرقہ نہ ڈالا	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اسکے بعد	
مَا جَآءَهُمُ کہ آگیا اُنکے پاس	الْعِلْمُ علم	بَغْيًا ضد	بَيْنَهُمْ آپس کی	وَلَوْلَا اور اگر نہ	كَلِمَةٌ فیصلہ	سَبَقَتْ گزر چکا ہوتا
مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقررہ	لَّقُضِيَ تو فیصلہ کردیا جاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّ اور بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ
اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ کتاب کے وارث بنائے گئے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	لَفِيْ شَكٍّ البتہ وہ شک میں	مِّنْهُ اس سے	مُرِيْبٍ تردد میں ڈالنے والے		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بعض صفات بیان ہوئی تھیں کہ جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ ہی کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہی انسانوں کا حقیقی کارساز اور ولی ہے۔ انسانوں کے عقائد و اعمال میں جو اختلافات ہیں اس کا فیصلہ کرنا اسی کا کام ہے وہی سب سے اعلیٰ، بزرگ اور برتر ذات ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے۔ نہ اس کی صفات میں کوئی اس جیسا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ رزق اور روزی کا معاملہ اسی کے اختیار میں ہے اور سمیع و بصیر ہے۔ ہر ایک کا حال جانتا ہے پس اپنی مشیت سے جس کو چاہتا ہے زیادہ اور فراخ روزی عنایت فرماتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے کمی اور تنگی سے رزق عطا فرماتا ہے۔ تو جب اصولاً اللہ ہی انسانوں کا حقیقی مالک، ولی اور حاکم، رازق، فاطر،

قادر اور متصرف ہے تو یہ اسی کا حق ہے کہ وہ انسانوں کے لئے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ مقرر کرے اور قانون وضابطہ بنائے چنانچہ اس نے وہ طریقہ، قانون اور ضابطہ مقرر کر کے اپنے رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجا۔ اسی کو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کے لئے جو دین، شریعت اور آئین الٰہی مقرر کیا وہ وہی ہے جو حضرت آدمؑ کے بعد دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر اور دنیا کے سب سے آخری پیغمبر اور ان کے درمیان دوسرے اولوالعزم پیغمبر کا دین آئین تھا۔ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں اس لئے فی الحقیقت تشریع احکام کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام ہی سے شروع ہوا اور آخری نبی سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر سلسلہ نبوت ورسالت ختم ہو گیا۔ درمیان میں جو انبیاء ورسل آئے ان میں حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام یہ تین زیادہ مشہور ومعروف ہوئے ہیں جن کے نام لیوا ہر زمانہ میں بکثرت موجود رہے ہیں اس لئے آیت میں یہاں پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے لوگو تمہارے لئے کوئی نیا دین نہیں نازل کیا گیا بلکہ وہی دین قدیم کہ جس پر حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام مامور تھے اسی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامور کئے گئے ہیں۔ تو اصل دین حق ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ کیونکہ عقائدٗ اخلاق اور اصول دین میں تمام انبیاء ورسل متفق رہے ہیں۔ البتہ بعض فروع میں حسب مصلحت زمانہ کچھ تفاوت ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ایک ہی دین ہے اور اس کے اصول ہمیشہ سے ایک ہی رہے ہیں۔ انہی اصولوں کے مطابق چلنا ہر زمانے میں انسان کے لئے دین ودنیا دونوں جہان کی کامیابی کے لئے ضروری ٹھہرا اور ان کی مخالفت ہمیشہ شروفساد کا باعث رہی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء ورسل اور ان کی امتوں کو حق تعالیٰ کا یہی حکم ہوا کہ دین

الٰہی کو اپنے قول وعمل سے قائم رکھیں اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق اور اختلاف کو روا نہ رکھیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس دین توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ مشرکین پر وہ بہت بھاری ہے اور یہ توحید کی صدائیں ان مشرکین کو بڑی ناگوار گزرتی ہیں۔ گویا ان کے خیال میں آپ کوئی نئی اور انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں جو کسی نے پہلے پیش نہ کی تھی۔ بھلا توحید وآخرت اور کتاب ونبوت جیسی صاف معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب لوگوں کو بھاری معلوم ہونے لگے اور اس میں بھی لوگ بدوں اختلاف ڈالے اور جھگڑا کئے نہ رہیں تو جہالت اور بدبختی کی حد ہو گئی۔ آگے حقیقت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت وغیرہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے وہ چاہے بندوں میں سے چن کر اپنی طرف کھینچ لے یعنی دین حق قبول کرنے کی توفیق دے دے اور جو لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اپنے حسن استعداد سے محنتیں کریں تو ان کو حق تعالیٰ اپنے تک رسائی دے دیتے ہیں۔ اور ان کی محنت کو ٹھکانے لگا کر دستگیری فرماتے ہیں اور کامیابی بخشتے ہیں اور جو از خود برے راستہ کو اختیار کر لیتا ہے اور صاف راہ کو چھوڑ دیتا ہے تو خدا بھی ان کو ضلالت میں چھوڑ دیتا ہے۔ بہرحال حکمت الٰہی جس کی ہدایت کو مقتضی ہو وہی ہدایت پاتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ توحید اور اصول دین میں جنہوں نے اختلاف ڈالا اور کتب الٰہیہ میں تحریف کی مثلاً یہود نے کہا کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب انجیل کو کیوں مانیں۔ نصاریٰ نے کہا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی کتاب قرآن کو کیوں مانیں۔ تو ان کا یہ اختلاف کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہ تھا۔ ایسی صاف وصریح تعلیمات میں کیا شک وتردد ہو سکتا تھا یہ تو محض نفسانیت، ضد وعنادٗ عداوت اور طلب مال وجاہ وغیرہ اسباب ہیں جو فی الحقیقت اس تفریق اور اختلاف مذموم کا باعث بنے۔ جب اختلافات قائم

ہوئے اور مختلف مذاہب نے الگ الگ مورچہ بنالئے تو پیچھے آنے والی نسلیں خبط اور دھوکہ میں پڑ گئیں اور ایسے شکوک وشبہات پیدا کر لئے جو کسی حال ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندوں کو ڈھیل اور مہلت دی اگر وہ چاہتا تو سارے اختلافات کو ایک دم میں ختم کر دیتا لیکن اس کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی تھی کہ ان اختلافات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ ایک وقت معین پر زندگی کے دوسرے دور میں کیا جائے تو اگر یہ بات پہلے سے حق تعالیٰ نے طے نہ فرمادی ہوتی تو دین میں سب جھگڑے قصے اور اختلافات کا فیصلہ دنیا میں لگے ہاتھ ہو جاتا۔

تو یہاں ان آیات میں کفار ومشرکین کی مذمت اس بات پر کی گئی ہے کہ انہوں نے دین حق سے اختلاف محض نفسانیت، ضد وعناد اور عداوت کی بنا پر کیا ورنہ علم صحیح ان تک بھی پہنچ چکا تھا لیکن آج دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذموم حرکت خود اس امت میں اس بری طرح آ چکی ہے کہ اس پر آشوب دور میں بھی جبکہ ہمارے دشمنان دین نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ہم آپس میں فروعی مسائل پر جھگڑنے اس پر کیچڑ اچھالنے اور ایک دوسرے کو طعن وتشنیع کا ہدف بنانے میں اس طرح محو ہیں کہ ملت اسلامیہ کے اصل مسائل اور دین کے بنیادی مقاصد بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ کہیں اشتراکیت یعنی کمونزم کے فتنہ آ رہے ہیں۔ کہیں عیسائیت اور دہریت کا بازار گرم ہے کہیں قادیانیت اور پرویزیت کا زور ہے تو کہیں انکار حدیث اور تجدد وتحریف دین کی شکل میں براہ راست دین کی بنیادوں پر حملہ ہے تو بجائے اصل دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے امت فروعی مسائل پر جھگڑنے اور ایک دوسرے کا گریبان تھامنے میں مصروف ہے جبکہ اس امت کی رہنمائی کے لئے قرآن وحدیث اور سنت رسول اللہ اور عمل صحابہ سب ہی کچھ موجود ہے۔ جب کافروں اور مشرکوں کے حق میں دین الٰہی میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کی مذمت بیان فرمائی گئی تو یہ چیز خود اہل اسلام کے لئے کس درجہ قابل مذمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔

اب کفار ومشرکین اور مخالفین واعدائے دین کی مخالفت اور انکار اور دین حق میں جھگڑنے کے باوجود جو تعلیم وطریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے امت مسلمہ کو تلقین فرمایا گیا وہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی حقیقی فہم اور سمجھ نصیب فرمائیں اور جو دین شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو پہنچا ہے اس پر ہم کو پوری طرح عامل بنائیں۔ اور دین میں جھگڑنے اور ناحق اختلافات پیدا کرنے کی بدخصلت سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو حق تعالیٰ اپنے کرم سے بچائیں۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہمارے لئے ہدایت کے فیصلہ فرما دیجئے اور اپنے راستہ پر ہم کو چلنے اور چلانے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ اور باطل سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کا عزم نصیب فرما دیجئے۔

یا اللہ آپ نے جس طرح ابتدا میں دین اسلام کی حفاظت فرمائی اور دشمنان دین کو مغلوب فرمایا۔ اسی طرح اب بھی دین حق کی مدد فرمائیں اور دشمنان دین اور بدخواہان اسلام کو تباہ وبرباد فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ

سو آپ اسی طرف بلاتے رہیے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر) مستقیم رہیے، اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیے، اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں

كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۗ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۗ لَا حُجَّةَ

میں سب پر ایمان لاتا ہوں، اور مجھ کو (بھی) حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان میں عدل رکھوں، اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے، ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے،

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾

ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں، اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے۔

فَلِذٰلِكَ پس اسی کیلئے	فَادْعُ آپ بلائیں	وَاسْتَقِمْ اور قائم رہیں	كَمَآ اُمِرْتَ جیسا کہ میں نے حکم دیا ہے آپ کو	وَلَا تَتَّبِعْ اور آپ نہ چلیں	
اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات	وَقُلْ اور کہیں	اٰمَنْتُ میں ایمان لے آیا	بِمَآ اس پر جو	اَنْزَلَ اللّٰهُ نازل کی اللہ نے	مِنْ كِتٰبٍ سے۔ ہر کتاب
وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	لِاَعْدِلَ کہ میں انصاف کروں	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	اَللّٰهُ اللہ	رَبُّنَا ہمارا رب	وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب
لَنَآ ہمارے لئے	اَعْمَالُنَا ہمارے اعمال	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	اَعْمَالُكُمْ تمہارے اعمال	لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا کوئی حجت (جھگڑا) نہیں ہمارے درمیان	
وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	اَللّٰهُ اللہ	يَجْمَعُ جمع کریگا	بَيْنَنَا ہمارے درمیان (ہمیں)	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	الْمَصِيْرُ بازگشت (لوٹنا)

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ تمام نوع انسانی کا اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے اور ہر زمانہ میں اللہ کے رسول اور پیغمبر اسی کو سمجھاتے اور بتلاتے چلے آئے ہیں اور وہی دین الٰہی اب اخیر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں مگر ہمیشہ سے یہ بھی ہوتا رہا کہ خود غرض اور مفاد پرست خود غرضی اور ضد و عناد میں پڑ کر حق کو جانتے اور پہچانتے ہوئے توحید اور اصول دین میں جھگڑتے۔ اختلاف کرتے اور تفرقے ڈالتے رہے ہیں اور اس طرح دنیا میں مختلف اور جدا جدا مذاہب بنالئے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں آنے والوں کو دین حق میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے اس لئے آگے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دین حق کے متعلق تفریق اور اختلاف کے طوفان چاروں طرف سے اٹھ رہے ہیں تو آپ کا بھی یہ فرض ہے کہ غیر متزلزل عزم کے ساتھ اسی دین و آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیے جس کی دعوت پہلے تمام انبیاء علیہم السلام دیتے رہے ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوں۔ قولاً اور فعلاً علماً اور حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر اب تک رہے ہیں۔ مکذبین اور معاندین کی خواہشات کی ذرا پروانہ کریں اور صاف اعلان کردیں کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر خواہ وہ کسی پیغمبر پر اتری ہو۔ توراۃ ہو یا انجیل ہو یا قرآن ہو یا کوئی صحیفہ ہو جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوا ہو سچے دل سے اس کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر یقین رکھتا ہوں۔ میرا کام پہلی صداقتوں کو جھلانا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں جو اختلافات تم نے ڈالے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ دوں اور تبلیغ احکام و شرائع یا فصل خصومات میں عدل و مساوات کا اصول قائم رکھوں۔ اور جس طرح تم کو خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں۔ تم سے پہلے میں خود احکام الٰہی کی پوری پوری تعمیل کر کے اس کا کامل فرمانبردار بندہ ہونا ثابت کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے اس لئے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کے لئے کام کرنا چاہئے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے

کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے۔ ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے اور وہی اس کے آگے آئے گا۔ تو چاہئے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث و تکرار کی ضرورت نہیں۔ سب کو بالآخر خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پتہ لگ جائے گا کہ وہ دنیا سے کیا کچھ کما کر لایا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ آیات اور سورۃ مکی ہے قتال اور جہاد کی آیتیں اور احکام بعد میں مدینہ میں نازل ہوئے ہیں مکی دور میں تو صبر و ضبط و تحمل ہی کی تلقین ہوتی رہی۔

علامہ ابن کثیرؒ نے یہاں لکھا ہے کہ اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس آیت میں دس کلمہ ہیں جو سب مستقل ہیں الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے اور یہی بات دوسری آیت یعنی آیۃ الکرسی میں بھی ہے تو اس آیت میں دس احکام یہ ہیں۔

پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ جو وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی وہی وحی آپ سے پہلے تمام انبیاء پر آتی رہی اس لئے تمام لوگوں کو آپ اس کی دعوت دیں اور ہر ایک کو اسی کی طرف بلاویں۔

دوسرا حکم یہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت۔ وحدانیت اور اس کے احکام پر مستقیم رہیے۔

تیسرا حکم یہ ہوا کہ آپ ہرگز ہرگز ان مشرکین کی خواہشات پر نہ چلیں اور ایک بات بھی ان کی نہ مانیں۔

چوتھا حکم یہ ہوا کہ آپ علی الاعلان اپنے اس عقیدہ کی تبلیغ کریں کہ خدا کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے یہ نہیں کہ میں ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں۔

پانچواں حکم یہ ہوا کہ آپ اعلان کر دیں کہ میں تم میں وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو خدا کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔

چھٹا حکم یہ ہوا کہ آپ اعلان کر دیں کہ معبود برحق صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی ہمارا اور تمہارا سب کا معبود برحق ہے۔

ساتواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ ہمارے عمل ہمارے ساتھ تمہاری کرنی تمہارے ساتھ۔

آٹھواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ ہم سے کوئی جھگڑا اور کسی بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں (یہ حکم مکہ کا تھا پھر مدینہ میں جہاد کی آیتیں و احکام نازل ہوئے)

نواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ قیامت کے دن اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور پھر حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

دسواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ لوٹنا سب کو خدا ہی کی طرف ہے۔ کوئی بچ کر نکل نہیں سکتا۔ تو اگرچہ آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر یہ تعلیمات و احکام امت مسلمہ کے لئے عام ہیں یعنی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ:-

پہلے خود قرآن کریم کے حکموں پر پوری طرح عمل کرو اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی ان حکموں پر عمل کرنے کے لئے کہتے رہو۔ دشمنان دین کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ تمہیں زبانی اور عملی دونوں طرح پر لوگوں کو بتا دینا چاہئے کہ ہم ہر آسمانی کتاب پر جو منجانب اللہ نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اس کو منزل من اللہ ہونے میں سچا جانتے ہیں۔ تمہارا کام دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنا ہو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب سب اللہ عزوجل کو اپنا معبود اور پروردگار مانیں۔ پھر تم میں سے ہر ایک اپنے عملوں کا خود ذمہ دار ہے آخر سب کو قیامت کے دن اللہ کے دربار میں جمع ہونا ہے اور سب کا ٹھکانہ وہی ہے۔ وہاں سب کے عملوں کا فیصلہ ہو جائے گا یہ ہیں عام تعلیمات اس آیت مبارکہ کی۔

اب دین حق کی تبلیغ و دعوت کے بعد بھی جو اس کے منکر رہیں گے تو ان کی سزا کا حال اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جولوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کے بارہ میں جھگڑے نکالتے ہیں، بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا

اوران پر غضب ہے اوران کیلئے (قیامت کو) سخت عذاب (ہونیوالا) ہے۔اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب یعنی قرآن کو اور انصاف کو نازل فرمایا،اور آپ کو

يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ

کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو۔ جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے اس کا تقاضہ کرتے ہیں، اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں

اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ

وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے، یادرکھو کہ جولوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ بڑی گمراہی میں ہیں۔

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے، اور وہ قوت والا اور زبردست ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جولوگ	يُحَآجُّوْنَ جھگڑا کرتے ہیں	فِي اللّٰهِ اللہ کے بارے میں	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ کہ قبول کرلیا گیا اس کیلئے۔اس کو				
حُجَّتُهُمْ اُن کی حجت	دَاحِضَةٌ لغو	عِنْدَ ہاں	رَبِّهِمْ ان کا رب	وَعَلَيْهِمْ اور اُن پر	غَضَبٌ غضب	وَّلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	
شَدِيْدٌ سخت	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْٓ وہ جس نے	اَنْزَلَ نازل کی	الْكِتٰبَ کتاب	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَالْمِيْزَانَ اور میزان	وَمَا اور کیا	يُدْرِيْكَ تجھے خبر
لَعَلَّ شاید	السَّاعَةَ قیامت	قَرِيْبٌ قریب	يَسْتَعْجِلُ وہ جلدی مچاتے ہیں	بِهَا اسکی	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے		
بِهَا اس پر	وَالَّذِيْنَ اور جولوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مُشْفِقُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	مِنْهَا اس سے	وَيَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے ہیں	اَنَّهَا کہ یہ	الْحَقُّ حق	
اَلَآ یادرکھو	اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک جولوگ	يُمَارُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِي السَّاعَةِ قیامت کے بارے میں	لَفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں	بَعِيْدٍ دور	اَللّٰهُ اللہ		
لَطِيْفٌ مہربان	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں پر	يَرْزُقُ وہ رزق دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے	وَهُوَ اور وہ	الْقَوِيُّ قوی	الْعَزِيْزُ غالب		

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسی دین کی طرف لوگوں کو بلایئے جس دین حق کی تمام انبیاء اب تک تعلیم دیتے چلے آئے ہیں اور خود آپ اس دین پر پکے ارادہ کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق جمے رہیے اور ان منکرین ومعاندین کی دین کے بارے میں کوئی بات نہ مانیئے اور اعلان کردیجئے کہ اللہ نے وقتاً فوقتاً جتنی کتابیں نازل کیں جو اصول کے لحاظ سے ایک ہیں میں سب کو مانتا ہوں کسی کا انکار نہیں کرتا اور مجھے حکم ہے کہ میں کسی کی بیجا طرف داری نہ کروں بلکہ عدل وانصاف کے ساتھ معاملہ اور فیصلہ کروں کیونکہ رب ہمارا اور تمہارا سب کا ایک ہے اور ہر ایک کا کیا ہوا عمل اس کے آگے آئے گا جبکہ قیامت میں سب اللہ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔نیز بتلایا گیا تھا کہ انسان کے لئے سچا دین فقط ایک ہی ہے اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے۔اس نے اس دنیا اور اس

کی ساری چیزوں کو بنایا اور وہی دنیا والوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس کے ایک اور سب کا رب ہونے پر گواہ ہے اور تمام اللہ کے رسول اور پیغمبر اسی عقیدہ اور تعلیم کو دنیا میں لے کر آئے۔ تو اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسے واضح اور روشن دلائل کے بعد بھی جو اس عقیدہ توحید میں شک وشبہ کرے۔ اللہ کے دین میں جھگڑا کرے۔ اللہ کی ذات و صفات میں اختلاف کرے۔ اور دین حق کے خلاف زہر اگلے اور خواہ مخواہ دین کی باتوں میں جھگڑا ڈالے خصوصاً جبکہ اللہ کا دین، اس کی کتاب اور اس کی باتوں کی سچائی علانیہ ظاہر ہو چکی۔ حتیٰ کہ بہت سے سمجھدار لوگ اسے قبول کر چکے تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستوجب ہیں اور ان کے سب جھگڑے جھوٹے اور باطل ہیں۔ اور قیامت کے روز انہیں سخت ناقابل برداشت مار ماری جائے گی۔ تو اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کو اور اس کے دین کو مانو اور اس کے دین کا ماننا یہی ہے کہ کتاب اللہ کو سچ اور واجب العمل جانو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو انصاف کے ساتھ نازل فرمایا ہے جو خالق ومخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے۔ پھر منکرین جو واقعات قیامت کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو قیامت کی گھڑی کی کیا خبر۔ عجب نہیں کہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب ہی آ لگی ہو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت آخر کب آئے گی؟ اس کے آنے میں دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آجاتی؟ لیکن جس کو اللہ نے ایمان اور یقین عطا کیا ہے وہ تو اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے۔ کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی۔ اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے مشرکین کا کیا حشر ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں تو وہ اس کی تیاری کیا خاک کرے گا۔ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ قیامت کب ہو گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں وہ یقیناً آنے والی ہے لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس پر ان صحابی نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ یعنی میرا قیامت کا سامان بس یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم ان ہی کے ساتھ ہو گے جن سے محبت رکھتے ہو۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں قیامت کے وقت کی تعیین نہیں کی بلکہ سائل کو اس دن کی تیاری کرنے کو فرمایا۔ یہاں آیت میں یہ جملہ جو فرمایا گیا وما یدریک لعل الساعۃ قریب۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی ہو۔ ایسا ہی سُوْرَۃ احزاب ۲۲ ویں پارہ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ لوگ آپ سے قیامت کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے قل انما علمها عند الله وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور آپ کیا جانیں شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو"۔ مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ حق

تعالیٰ نے قرآن عزیز سے پہلے بھی تمام آسمانی کتابوں میں علم قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے۔ الغرض قیامت کے آنے کے وقت کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں۔ آگے فرمایا گیا کہ قیامت کے آنے میں جو لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اس کے منکر ہیں۔ اسے محال جانتے وہ نرے جاہل ہیں سیدھے راستہ سے بھٹک کر دور گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ باوجود تکذیب وانکار کے روزی کسی کی بند نہیں کرتا بلکہ ایک کو دوسرے کے ہاتھ روزی پہنچا رہا ہے اور بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا اور تدبیر لطیف سے ان کی تربیت فرماتا ہے گو حسب مصلحت اس روزی دینے میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے کہ جس کو جس قدر چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔

یہاں آخری آیت ہے **اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشآء وھو القوی العزیز** اس آیت کو پڑھنا بزرگان دین نے زیادتی رزق کے لئے مجرب لکھا ہے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اعمال قرآنی میں لکھا ہے کہ اس آیت کو بعد نماز کے زیادتی رزق کے لئے کثرت سے پڑھا کرے۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مہاجر مکی سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کو پابندی سے ۷۰ مرتبہ یہ آیت پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ یہ نہایت مجرب عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت کی برکت سے ہم سب کو تنگی رزق سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے دنیا کے ناز ونعمت پر پھولنے اور اس میں منہمک ہو کر آخرت کو بھولنے پر تنبیہ فرمائی جاتی ہے۔ اور طالب دنیا اور طالب آخرت کا انجام بتلایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جہاں اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے وہیں اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس زندگی میں اپنی مرضیات والے عمل ہمارے لئے آسان فرمادیجئے اور ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالیجئے جو آخرت میں انعامات اور فضل کبیر سے نوازے جائیں گے۔

یا اللہ ہمیں اپنے دین اسلام کی سچی قدر نصیب فرمادے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہمیں بھی اس دین کی خدمت کی توفیق کسی درجہ میں نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو، ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے، اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دے دیں گے

مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ

اور آخرت میں اس کا کچھ نہیں۔ کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کیلئے ایسا دین مقرر کردیا ہے جس کی

يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

خدا نے اجازت نہیں دی، اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل نہ ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا۔

مَنْ جو شخص	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	حَرْثَ کھیتی	الْاٰخِرَةِ آخرت	نَزِدْ لَهٗ ہم اضافہ کردیتے ہیں اس کیلئے	فِیْ حَرْثِهٖ کھیتی میں اس کی	وَمَنْ اور جو	
كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	حَرْثَ الدُّنْيَا دنیا کی کھیتی	نُؤْتِهٖ ہم اسے دیتے ہیں	مِنْهَا اس میں سے	وَمَا لَهٗ اور نہیں اس کیلئے	فِی الْاٰخِرَةِ آخرت میں		
مِنْ نَّصِيْبٍ کوئی حصہ	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے	شُرَكٰٓؤُا کچھ شریک (جمع)	شَرَعُوْا انہوں نے مقرر کیا	لَهُمْ ان کیلئے	مِنَ سے۔ایسا		
الدِّيْنِ دین	مَا لَمْ جو۔جس نہیں	يَاْذَنْ اجازت دی	بِهٖ اس کی	اللّٰهُ اللہ	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ	كَلِمَةُ الْفَصْلِ ایک قول فیصل
لَقُضِيَ تو فیصلہ ہوجاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّ اور بیشک	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسانوں میں ایک تو وہ ہیں کہ جنہیں قیامت کا یقین ہی نہیں وہ تو بے پرواہی اور تمسخرو ہنسی کی راہ سے کہہ دیتے ہیں کہ قیامت کو آنا ہے تو ابھی آجائے مگر جو اللہ اور رسول کے کہنے پر اس کا یقین کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ایک واقعی چیز ہے اور وہ آکر رہے گی۔ اس کا برپا ہونا حق ہے وہ تو اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہی رہتے ہیں اور اس لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اور جس کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ظاہر ہے کہ وہ اس کی تیاری ہی کیا کرے گا بلکہ الٹا مذاق اڑا کر اور گمراہی میں بڑھتا جائے گا۔ مگر اس تکذیب و انکار کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ وہ دنیا میں ہر ایک نیک و بد کافر و مومن کو روزی دیتا ہے اور ان کی تربیت فرماتا ہے۔ منکرین قیامت تو اس دنیا کے عیش و نشاط میں مست رہتے ہیں اور اسی عالم دنیا کو رنج و راحت کا اصلی مقام جانتے ہیں۔ اور اپنی دنیاوی کامیابیوں کو خدا کی خوشنودی کا باعث سمجھتے ہیں حالانکہ دنیا میں تو اللہ اپنی رحمت عامہ کے سبب ہر جاندار کو روزی پہنچا رہے ہیں نہ یہ اس کے رضامندی کی دلیل ہے اور نہ یہ کہ یہی عالم دنیا اصلی مقام ہے۔ اس دنیا میں بھی دشمن کو باوجود ناراضگی کے کھانا پینا قید میں دے دیا کرتے ہیں تو کیا یہ قیدی سے رضامندی کی دلیل ہو سکتی ہے؟ الحاصل سمجھایا یہ گیا تھا کہ دنیا انسان کا مقام اصلی نہیں بلکہ یہ آئندہ کے لئے یعنی آخرت کے واسطے نیکی یا بدی حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ اب اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ زندگیاں دو ہیں ایک اس دنیا کی زندگی جو بالآخر ختم ہو جائے گی اور ایک آخرت کی زندگی جو کبھی ختم نہ ہوگی اور آدمی کو یہ اختیار ہے کہ وہ جس زندگی کے لئے چاہے دنیا میں دوڑ دھوپ کرتا رہے۔ جو آخرت کی زندگی سنوارنی چاہتا ہے اور آخرت کے اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں اسے اعمال خیر کی توفیق دیتے ہیں۔ اس کی نیکیوں کو بڑھاتے رہتے ہیں۔ کسی نیکی کو دس گنا کر دیتے ہیں کسی کو سات سو ۷۰۰ گنا اور کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ الغرض آخرت کی چاہت جس دل میں ہوتی ہے اس شخص کو نیک اعمال کی توفیق خدا کی طرف سے عطا فرمائی جاتی ہے اور جس کی تمام کوشش دنیا ہی حاصل کرنے کی ہوتی ہے آخرت کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی تو اسے

تھوڑا بہت یہاں مل رہے گا وہ بھی جس کے لئے اور جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں گے دیدیں گے لیکن آخرت میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔ دنیا کا ملنا خدا کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے ممکن ہے کہ ایک دنیا دار ہزاروں جتن کرے اور دنیا سے بھی محروم رہ جائے اور بدنیتی کے باعث عقبیٰ تو برباد کر ہی چکا تھا۔ تو اگر دنیا بھی نہ ملی تو دونوں جہان سے گیا گذرا ہوا اور اگر تھوڑی بہت دنیا مل بھی گئی تو یہ نہیں کہ جس قدر کوئی دنیا کی حرص کرے سب ہی اس کو مل جائے اور وہ بھی عارضی چندروزہ زندگی کے لئے لیکن اس کی محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہ ہوگا۔ یہاں یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ جس حصول دنیا کی مذمت کی جارہی ہے وہ وہ ہے کہ جو خدا سے غافل کرے اور جس دنیا سے دین برباد ہو اور آخرت کا منکر ہو کر دنیا حاصل کرے جو آخرت سے بے نصیب کر دیتا ہے ورنہ کسب معاش حلال طور پر اور جائز طریقوں سے اپنے نفس کے لئے۔ اہل وعیال کی پرورش کے لئے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے۔ یہ بقدر ضرورت ضروری ہے اور یہ عین دین ہے اور باعث اجر وثواب ہے۔

یہاں آیت میں حرث الاخرۃ اور حرث الدنیا فرمایا گیا ہے حرث کے لغوی معنیٰ کسب اور کمانے کے ہیں لیکن محاورہ میں حرث کھیتی کو کہتے ہیں اور حارث کسان اور کھیتی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ تو یہاں آیت میں آخرت ودنیا دونوں کے لئے سعی اور عمل کرنے والوں کو کھیتی کرنے یعنی کسان سے تشبیہ دی گئی ہے جو زمین کے جوتنے بونے سے لے کر کھیتی کے تیار ہونے تک مسلسل محنت و جانفشانی کرتا ہے اور اس غرض کے لئے کرتا ہے کہ وہ اخیر میں اپنی کھیتی کاٹے اور غلہ حاصل کرے۔ تو آخرت کی کھیتی بونے والے کسان اور دنیا کی کھیتی بونے والے کسان ان دونوں میں نیت اور مقصد کے لحاظ سے فرق عظیم واقع ہو جاتا ہے اس لئے دونوں کی محنتوں کے نتائج اور ثمرات بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف رکھے ہیں حالانکہ دونوں کے کام کرنے کی جگہ یہی دنیا اور زمین ہے۔ پھر آیت میں غور کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی کھیتی بونے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ دنیا اسے نہیں ملے گی۔ دنیا تو کم یا زیادہ اس کو بہر حال ملنی ہی ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ کے لطف عام میں اس کا بھی حصہ ہے اور رزق نیک و بد سبھی کو یہاں دنیا میں مل رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو خوشخبری اس بات کی سنائی ہے کہ اس کی آخرت کی کھیتی بڑھائی جائے گی اس کی کھیتی میں اللہ تعالیٰ ترقی دیں گے کیونکہ وہ اسی کا طالب ہے اور اسی کے انجام کی اسے فکر لاحق ہے۔ رہا دنیا کی کھیتی بونے والا یعنی جو سب کچھ دنیا ہی کے لئے کرتا ہے اور آخرت نہیں چاہتا اسے اللہ تعالیٰ نے اس کی محنت کے دو نتیجہ صاف صاف سنا دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خواہ کتنا ہی سر مارے دنیا کا اسے وہی حصہ ملے گا جتنا اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ دوسرے یہ اسے جو کچھ ملنا ہے بس دنیا ہی میں مل جائے گا۔ آخرت کی بھلائیوں میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی معرفت آخرت اور دین حق کا راستہ بتلا دیا۔ اب یہ مشرکین اور منکرین دین خدا کے احکام کی تو پیروی کرتے نہیں بلکہ جنات و شیاطین اور بعض انسانوں کو انہوں نے اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے۔ یہ جو احکام انہیں بتاتے ہیں یہ انہی احکام کے مجموعے کو دین سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جسے کوئی دوسرا راستہ مقرر کرنے کا حق اور اختیار حاصل ہو کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا دے پھر آخر ان مشرکین نے اللہ کی وہ راہ چھوڑ کر جو انبیاء علیہم السلام نے بتائی تھی دوسری راہیں کہاں سے نکال لیں۔ ان کی اس گستاخی کی سزا انہیں مل چکی ہوتی اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی کہ مجرمین کو اصل عذاب بعد مرگ ہوگا اور ان کا آخری فیصلہ قیامت میں ہوگا اب جو ٹیڑھے چلیں گے انہیں قیامت کے دن جہنم کے المناک اور بڑے سخت عذاب ہوں گے۔

تو ان آیات سے اہل ایمان کو سبق لینا چاہئے اور اپنا مرکز توجہ صرف آخرت کو قرار دینا چاہئے اور زندگی کی ہر حرکت وسکون کو درستی اور ذخیرہ آخرت کی نیت سے کرنا چاہئے۔

نیت جس کے معنی ہیں دل میں کسی کام کا ارادہ کرنا تو اس طرح ہر عمل کی تعمیر نیت پر ہوتی ہے۔ نیت کی خرابی سے عبادت تک فاسد اور بے کار ہو جاتی ہے اور نیت کی خوبی سے دنیاوی کام بھی عبادت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عمل کا اعتبار نیتوں کے ساتھ ہے۔ اور آدمیوں کو دراصل اپنی نیت ہی کا صلہ ملتا ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا ہے تو اس کی نیت کے مطابق اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لئے ہے اور جو شخص دنیا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کرتا ہو یا کسی عورت کو نکاح میں لانے کے لئے ہجرت اختیار کرے تو اس کی ہجرت اسی مقصد کی خاطر سمجھی جائے گی جس کے لئے اس نے گھربار چھوڑا۔ بعض محدثین نے اس حدیث شریف کو نصف علم کہا ہے تو معلوم ہوا کہ اسلام جس نیت کا طلب گار ہے وہ نیت وہ ہے جو خالص اور بے میل ہو۔ جس میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہو اور جس میں کسی دنیاوی غرض کا شائبہ تک نہ ہو۔ ایسی ہی نیت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔ تو ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے اس لئے ہر کام سے پہلے نیت کی درستگی اور ارادہ کی صحت ضروری ہے۔ اور ایک عمل میں کئی کئی نیتیں کی جا سکتی ہیں اور ہر نیت پر اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا اجر وثواب ہے۔ مثلاً مسجد میں جانے کا ایک عمل ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس ایک عمل میں پندرہ نیتیں ہو سکتی ہیں اور ہر نیت پر جدا اجر وثواب ملتا ہے۔ چونکہ ہر نمازی بفضلہٖ مسجد میں پانچ مرتبہ آتا ہے اس لئے مسجد میں جانے کی یہ پندرہ نیتیں قابل ذکر ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسجد کو اللہ تعالیٰ کا گھر ہونے کی نسبت حاصل ہے اس طرح مسجد میں ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے آتا ہے اور اس کی ذات عالی کریم ہے اور ہر کریم اپنے مہمان کی خاطر کرتا ہے۔ تو مسجد جاتے وقت یہ نیت کرے کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا مہمان ہونے اور اس کے گھر سے مہمانی کا حق یعنی اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل، اجر وثواب حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ (۲) دوسرے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جماعت کے انتظار کی نیت کرے کہ حدیث میں نماز کی جماعت کا انتظار کرنے والا بھی گویا نماز ہی میں ہوتا ہے۔ (۳) تیسرے اس کی نیت کرے کہ اعضائے جسمانی مسجد میں جا کر دنیا کی آلودگیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ (۴) چوتھے مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرے۔ (۵) پانچویں یہ کہ مسجد سے متعلق منقولہ دعائیں پڑھنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا موقع مل جائے۔ (۶) چھٹے یہ کہ ذکر اللہ۔ تلاوت قرآن اور وعظ ونصیحت سے مستفید ہونے کا موقع ملے حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں صبح کو ذکر ونصیحت کے لئے جانا مجاہدہ فی سبیل اللہ کے برابر ہے اور جو جماعت اللہ تعالیٰ کے گھر میں تلاوت قرآن اور پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہو اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ (۷) ساتویں یہ کہ وضو کر کے مسجد میں نماز کے لئے جانے سے حج اور عمرہ کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ (۸) آٹھویں یہ مسجد میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور علمی مذاکرہ کا موقع ملتا ہے۔ (۹) نویں یہ کہ اپنے مومن بھائیوں سے ملاقات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۱۰) دسویں یہ مومن بھائیوں کو سلام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۱۱) گیارہویں یہ کہ آخرت کی یاد تازہ کرنے اور توبہ واستغفار کے لئے مسجد میں بڑی یکسوئی ہوتی ہے۔ اس کی نیت بھی باعث اجر وثواب ہے۔ (۱۲) بارہویں یہ کہ قلبی توجہ اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۳) تیرہویں یہ کہ اپنے مسلمان بھائی کے دکھ تکلیف اور ضرورتوں کا علم ہوگا۔ (۱۴) چودھویں یہ کہ مسجد میں جمع ہونے سے اسلام کا ایک شعار زندہ ہوگا۔ (۱۵) پندرھویں یہ کہ بموجب آیت قرآنی **ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشآء والمنکر** اپنی اصلاح ہوگی۔ گویا ایک عمل میں ۱۵ نیتوں کا اجر وثواب مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کا علم اور دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور ہر عمل میں حسن نیت کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آگے طالب دنیا اور طالب آخرت دونوں کا اخروی انجام ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

(اس روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر پڑ کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے، وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان کو ملے گی، یہی بڑا انعام ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ

یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے، آپ یوں کہیئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا

اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

بجز رشتہ داری کی محبت کے، اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کردیں گے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

تَرٰى تم دیکھوگے	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں	مُشْفِقِيْنَ ڈرتے ہوں گے	مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ اس سے جو انہوں نے کمایا (اعمال) اور وہ	وَاقِعٌ واقع ہونے والا			
بِهِمْ اُن پر	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	فِيْ میں	رَوْضٰتِ باغات	
الْجَنّٰتِ جنتوں	لَهُمْ ان کیلئے	مَّا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ۔یہی	الْفَضْلُ فضل	الْكَبِيْرُ بڑا
ذٰلِكَ یہی	الَّذِيْ وہ جس	يُبَشِّرُ اللّٰهُ اللہ بشارت دیتا ہے	عِبَادَهٗ اپنے بندے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے		
قُلْ فرمادیں	لَّآ اَسْئَلُكُمْ میں تم سے نہیں مانگتا	عَلَيْهِ اس پر	اَجْرًا کوئی اجر	اِلَّا سوائے	الْمَوَدَّةَ محبت	فِي الْقُرْبٰى قرابتداری میں۔کی	وَمَنْ اور جو
يَّقْتَرِفْ کمائے گا	حَسَنَةً کوئی نیکی	نَّزِدْ لَهٗ ہم بڑھادیں گے اس کیلئے	فِيْهَا اس میں	حُسْنًا خوبی	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	شَكُوْرٌ قدردان

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی سعی اور کوشش کرے گا یعنی اللہ اور رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کے موافق چلے گا تو اسے آخرت میں اس کے کاموں کا اجر اتنا ملے گا جو اس کی محنت سے کہیں زیادہ ہوگا اور جس کی زندگی میں تمام کوشش دنیا ہی حاصل کرنے کی رہے گی اور آخرت کی طرف اس کی توجہ نہ ہوگی تو اسے تھوڑا یا بہت جتنا بھی اس کے لئے مقدر ہے دنیا مل جائے گی لیکن آخرت میں اس کی اس دوڑ دھوپ کا کوئی صلہ نہ ہوگا۔ تو پہلی حالت یعنی آخرت طلبی اہل ایمان کی بیان ہوئی تھی اور دوسری حالت یعنی دنیا طلبی کفار ومشرکین کی بیان ہوئی تھی اور یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ آج جو یہ کفار ومشرکین قیامت و آخرت کا انکار کررہے ہیں تو انہیں اس گستاخی اور تکذیب کی سزا یہیں دنیا میں مل چکی ہوتی اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی کہ اصل عذاب مجرمین کو قیامت ہی میں ہوگا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ ظالم کفار ومشرکین اپنے کرتوتوں کے نتائج سے خواہ نہ ڈریں مگر اس فیصلہ کے دن یعنی قیامت میں یہ اپنے عملوں کے ڈر سے تھر تھر کانپتے ہوں گے اور یہ ڈر وخوف ان پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ اس دن کوئی سبیل رہائی اور فرار کی نہ ہوگی اور ان کا خوف کرنا بھی سود مند نہ ہوگا۔ عذاب تو ان پر آ کر رہے گا کوئی بچا نہ سکے گا۔ اور یہ اپنے اعمال کا مزہ چکھ کر ہی رہیں گے اور ان کے برخلاف ایماندار اور نیکوکاروں یعنی مومنین صالحین جو دنیا میں اللہ پر یقین کرکے اس کی کتاب اور اس کے

رسول کے بتائے ہوئے حکموں کو مانتے تھے اور اسی بتلائے ہوئے طریقہ پر چلتے تھے ان کا یہ حال ہوگا کہ وہ امن وچین سے بہشت کے باغات میں مزے کر رہے ہوں گے۔ یہ کفار و مشرکین طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں ہوں گے اور یہ مومنین وصالحین طرح طرح کی لذتوں اور راحتوں میں ہوں گے۔ بہترین غذائیں بہترین مکانات۔ بہترین لباس، بہترین ساز وسامان جن کا یہاں دیکھنا اور سننا تو کہاں کسی انسان کے ذہن اور تصور میں بھی وہ چیزیں نہیں آسکتیں۔ پھر ان کے لئے ہر چیز جو وہ چاہیں گے اور جس کی خواہش کریں گے جنت میں موجود ہوگی۔ دنیا کے عیش جس پر کافر پھولا ہوا ہے اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ دنیا میں تو یہ بات کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی میسر نہیں کہ جونہی جو خواہش دل میں پیدا ہوئی فوراً وہ حاصل ہوگئی لیکن اہل جنت کی یہ حالت ہوگی کہ ان کو ہر نعمت میسر ہوگی۔ ادھر خواہش پیدا ہوئی ادھر وہ چیز موجود ہوگی۔ سبحان اللہ! حقیقت میں بڑا انعام اور فضل کبیر یہی ہے نہ کہ وہ جو دنیا میں عیش وعشرت موجود ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ فضل کبیر اور جنت کے انعامات جس کی بشارت اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں جو لامحالہ واقع ہو کر رہیں گے۔ یہ بشارت ان اہل ایمان کے لئے ہے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرنے والے ہیں۔ یہاں آیت مقدسہ میں فضل کبیر یعنی جنت کی جسمانی اور روحانی نعمتوں، لذتوں اور راحتوں کی بشارت اور خوشخبری ان بندوں کو دی جارہی ہے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرنے والے ہیں۔ یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ بشارت نہ صرف ایمان پر ہے اور نہ بغیر ایمان کے ظاہری نیکی کرنے والے کے لئے ہے۔ بلکہ ایمان اور عمل صالح دونوں چیزوں کو اکٹھا کرنے پر ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ قرآن پاک میں بکثرت مقامات پر آخرت کی لازوال نعمتوں کے لئے یہ دونوں شرائط یعنی ایمان اور عمل صالح بیان فرمائے گئے ہیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ جملہ بشارتیں مومنین صالحین کے لئے ہیں رہا معاملہ ان لوگوں کا جو ایمان تو کسی درجہ میں رکھتے ہیں مگر اعمال صالحہ سے تہی دست ہیں ان کا معاملہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا اس کی مشیت ہوگی تو مغفرت ہو جائے گی ورنہ سزا برداشت کرنی ہوگی مگر ایمان کی بدولت کبھی نہ کبھی نجات مل ہی جائے گی۔ مگر جتنا زبان سے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ ایمان کی بدولت آخر جہنم سے نجات مل ہی جائے گی اتنی آسان نجات نہ ہوگی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ نے ایک حدیث ''فضائل نماز'' میں نقل فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کردے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مدار اسی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس ۳۶۰ دن کا ہوتا ہے اور قیامت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ ۸۸ لاکھ برس ہوئی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ مضمون حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرما کر کہتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی ۲ کروڑ ۸۸ لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ اور کوئی وجہ زیادہ جہنم میں پڑے رہنے کی نہ ہو۔ العیاذ باللہ اور حضرت ابو اللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے۔ اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اب غور کیجئے کہ ایک فرض نماز کو قصداً اور عمداً قضا کر دینے کی قانونی سزا جو حقب جہنم میں پڑے رہنے کی فرمائی گئی جس کی مقدار ۲ کروڑ ۸۸ لاکھ برس کا زمانہ ہماری دنیا کے حساب سے ہوتا ہے۔ تو اگر کسی نے ساری زندگی نمازیں قضا کیں یا دس بیس برس یا دو چار سال یا ایک ہی دن کی ۵ فرائض قضا کئے تو اس کا کتنا طویل عرصہ جہنم میں پڑے رہنے کا بنتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہ بہر حال قانونی سزا ہے جس کی معافی اللہ تعالیٰ سے اگر مانگی گئی اور اللہ تعالیٰ نے معافی

قبول فرمالی تو یہ قانونی سزا بھی معاف ہو سکتی ہے۔ 3(

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار مکہ اور مشرکین عرب جو دور یا نزدیک آپ سے رشتہ داری اور برادری کا تعلق بھی رکھتے ہیں اور اس کے باوجود نہ صرف آپ کے ساتھ تکذیب بلکہ ظلم اذیت کا معاملہ بھی کرتے ہیں اور آپ کی بات اور آپ کا پیغام بھی سننے کے لئے تیار نہیں تو ان منکرین سے آپ یوں کہیے کہ میں اس تبلیغ دین پر اور تمہاری خیر خواہی پر کچھ تم سے طلب تو نہیں کر رہا۔ میں قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں۔ اور ابدی نجات اور فلاح کا راستہ دکھا رہا ہوں۔ یہ سب محض بوجہ اللہ ہے۔ اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی اور خاندانی تعلقات ہیں کم از کم ان کو تو نظر انداز نہ کرو۔ آخر تمہارا معاملہ اپنے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے بسا اوقات ان کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو تو کیا مجھ سے برادری اور رشتہ داری کے تعلق کا یہ حق نہیں کہ مجھ سے عداوت میں جلدی نہ کرو۔ بلکہ سادہ دل سے سہولت اور اطمینان کے ساتھ میری پوری بات تو سن لو اور اس کو میزان عقل اور دلیل صحیح سے جانچو اور اگر معقول ہو تو قبول کر لو۔ اگر کچھ شبہ ہو تو صاف کر لو۔ اور بفرض محال اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھ کو سمجھا دو اور راہ پر لے آؤ۔ غرض جو بات ہو خیر خواہی سے ہو۔ یہ نہیں کہ میری پوری بات بھی نہ سنو اور فوراً بھڑک اٹھو بلکہ سمجھ جانے پر بھی مخالفت سے باز نہ آؤ۔ اور الٹا ظلم و اذیت پر کمربستہ ہو جاؤ۔ مجھ کو اتنی آزادی تو دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ اللہ اکبر! غور کیجئے کہ یہ ایمان اور اسلام جو آج ہم ناقدروں کو مفت میں مل گیا ہے اس کی تبلیغ و دعوت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال کیسی مشقتیں۔ کتنی صعوبتیں اور کس قدر مخالفتیں برداشت فرمائی ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہی دل وجگر تھا جو ہر طرح کی قربانیاں دے کر اس اسلام کے چمن کو سرسبز و شاداب بنایا جس کو کہ آج ہم کلمہ گو ہونے کے باوجود اجاڑنے اور ویران کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی سچی قدر نصیب فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لگائے ہوئے چمن کی حفاظت اور خبر گیری کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہ بات بیچ میں اضطراراً آ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے اوپر جو تلقین فرمائی گئی اس کے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ انسان بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی کو بڑھاتا ہے آخرت میں تو اجر و ثواب کے اعتبار سے اور دنیا میں نیک خوئی اور نیک نامی عطا فرما کر اور ایسے آدمی کی لغزشوں کو بھی معاف فرماتا ہے اور اس کی نیکی کا بڑا قدردان ہوتا ہے۔ یہاں یہ مضمون شاید اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ اوپر جو تلقین فرمائی گئی تھی جس سے قرابت کی محبت و تعلق مطلوب تھا اور جس کا حاصل ظلم اور ایذا اسے روکنا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا کہ جو زائد نیکی اور بھلائی دکھلائے تو وہ خوب سمجھ لے کہ خدا بڑا قدردان ہے وہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا بلکہ بڑھاتا ہی رہتا ہے۔

اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کا مضمون بیان فرما کر منکرین کو کفر و شرک سے توبہ کرنے اور ایمان لے آنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَإِنْ يَّشَإِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے، سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے، اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے

الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ إِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ

اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کیا کرتا ہے، وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے

التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ

اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے۔ اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾

جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے۔ اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے۔

أَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰى اس نے باندھا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	فَإِنْ سو اگر	يَشَإِ اللّٰهُ چاہتا اللہ	يَخْتِمْ وہ مہر لگا دیتا
عَلٰى قَلْبِكَ تمہارے دل پر	وَيَمْحُ اور مٹاتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْبَاطِلَ باطل	وَيُحِقُّ اور ثابت کرتا ہے	الْحَقَّ حق	بِكَلِمٰتِهٖ اپنے کلمات سے	
إِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کی باتوں کو	وَهُوَ اور وہی	الَّذِيْ يَقْبَلُ جو قبول فرماتا ہے	التَّوْبَةَ توبہ		
عَنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	وَيَعْفُوْا اور معاف کر دیتا ہے	عَنِ سے۔کو	السَّيِّاٰتِ برائیاں	وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو		
وَيَسْتَجِيْبُ اور قبول کرتا ہے	الَّذِيْنَ وہ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَ اور	عَمِلُوا انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	وَيَزِيْدُهُمْ اور ان کو زیادہ دیتا ہے	
	مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے	وَالْكٰفِرُوْنَ اور کافروں	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	شَدِيْدٌ سخت		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات سے کفار و مشرکین کی مذمت اور کفر و شرک کے رد میں مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ کفار مکہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر طرح طرح کے الزامات اور تہمتیں لگاتے وہیں۔ ایک تہمت یہ بھی لگاتے کہ (معاذ اللہ) یہ کلام جس کو قرآن کہہ کر پیش کرتے ہیں اس کو خود بنا کر جھوٹ موٹ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ کفار کے اس الزام کی تردید میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر بفرض محال ان کفار کا خیال ٹھیک ہوتا اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلام آپ نے ان کے کہنے کے مطابق خود گھڑا ہوتا اور اللہ کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کیا ہوتا

تو کیا اللہ کی غیرت اس کو برداشت کرتی؟ اللہ کو تو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے یعنی خدانخواستہ اگر آپ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے یا خدا کی طرف غلط بات منسوب کرتے تو وہ خدا تو اس پر قادر تھا کہ سلسلہ وحی کا بند ہو جاتا بلکہ پہلے دیا ہوا کلام بھی سلب کر لیا جاتا مگر واقع میں چونکہ ان کا الزام قطعاً کذب و افترا ہے اس لئے محض ان بدبختوں کی قدر ناشناسی اور طعن و تشنیع کی بنا پر یہ فیض وحی منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک اللہ اس کو جاری رکھے گا اور اپنی باتوں سے عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر کے رہے گا۔ اس وقت سب کو صاف کھل جائے گا کہ فریقین میں جھوٹا اور مفتری

کون ہے۔ اللہ کی عادت یونہی ہے کہ وہ باطل کو مٹایا اور حق کو غلبہ دیا کرتا ہے۔ سچ تو سچ ہی ہے گو کوئی اسے لاکھ جھوٹ سمجھے چنانچہ ایک وقت آئے گا کہ یہ منکرین و مکذبین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ جھوٹ غارت ہوا اور سچ کا بول بالا ہوا۔ انہیں جلدی واقعات سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کلام جسے ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سنا رہے تھے بالکل سچ اور درست تھا اور واقعی اللہ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا تھا کیونکہ جو کچھ اس میں کہا گیا تھا وہ رفتہ رفتہ بالکل سچ ثابت ہوتا چلا جائے گا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے جھوٹے الزامات کی ذرہ برابر پروہ نہ کیجئے اور اپنا کام کئے جایئے۔ اللہ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ الزامات آپ پر کیوں لگائے جا رہے ہیں اور اس کے پیچھے ان منکرین کی کیا غرض اور نیت کام کر رہی ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اللہ اس سے خوب واقف ہے کیونکہ وہ ہر ایک کی دل کی چھپی ہوئی بات بھی خوب جانتا ہے۔ اب چونکہ کفار و مشرکین کی اس مذمت سے مقصود یہی ہے کہ وہ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور ایمان لے آویں اس لئے آگے توبہ کی برکت اور ایمان کی فضیلت بیان فرمائی جاتی ہے اور جو اس پر بھی کفر و شرک پر مصر رہیں تو انہیں وعید بھی سنائی جاتی ہے۔ یعنی منکرین کو جتلایا جاتا ہے کہ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ اور کفر و شرک سے سچی توبہ کر کے اسلام لے آؤ۔ وہ خدا ایسا رحیم و کریم ہے کہ توبہ کرنے والے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس توبہ کی برکت سے تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سب کو جانتا ہے پس اس کو یہ بھی خبر ہے کہ توبہ خالص اور سچی کی ہے یا نہیں۔ مطلب یہ کہ تم کو خالص توبہ کرنا چاہئے اور جب کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے تو تمہارے اعمال جو پہلے مقبول نہ ہوتے تھے اب مقبول ہونے لگیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عبادت قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ ان کی طاعات کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور جس قدر اجر و ثواب کے وہ عام ضابطہ سے مستحق ہوں اپنے فضل سے اس سے کہیں زائد مرحمت فرماتا ہے۔ اور اس پر بھی جو کفر سے تائب نہ ہوئے اور مرتے دم تک رجوع اور توبہ کی توفیق میسر نہ ہوئی تو پھر ان کے لئے سخت عذاب مقرر ہے۔

ان آیات میں جب کہ ایک کافر و مشرک کو بھی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری دی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ ایک کلمہ گو اور مومن گو وہ کیسا ہی عاصی اور گناہ گار اور نافرمان کیوں نہ رہا ہو اس کی توبہ تو بدرجہ اولیٰ لائق قبولیت ہو گی۔ بشرطیکہ سچی توبہ ہو۔ قرآن پاک میں بہت سے مواقع پر اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بکثرت سچی توبہ کی قبولیت کی بشارت دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی وہ گویا بے گناہ ہو گیا۔ حق تعالیٰ کو بندہ کی سچی توبہ سے جتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ ایک حدیث شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ "اگر کوئی شخص کسی بے آب و گیاہ اور دہشت ناک جنگل میں پہنچ جائے اور اس کو سواری مع کھانے پینے کے سامان کے جو اس پر رکھا ہوا تھا گم ہو جائے اور اس کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا تھک جائے اور آخر میں اس وجہ سے کہ سواری کے بغیر نہ جنگل سے باہر نکل سکتا ہے اور نہ توشہ کے بغیر فاقہ کی موت سے جان بچا سکتا ہے زندگی سے مایوس ہو جائے کہ نہ پیدل چلنے کی طاقت ہے اور نہ وہاں آب و دانہ میسر آنے کی امید اس لئے مایوس ہو کر کسی درخت کے نیچے آ لیٹے اور اپنے ہاتھ پر سر رکھ کر اس فکر میں ڈوبا ہوا سو جائے کہ اب موت آیا

چاہتی ہے اور پھر دفعتہً اس کی آنکھ کھل جائے اور وہ دیکھے کہ اس کی کھوئی ہوئی سواری اس کے پاس کھڑی ہے اور کھانے پینے کا سامان جو اس پر لدا ہوا تھا وہ بجنسہ موجود ہے تو اس کی ایسی حالت میں اپنی زندگی سے نا امید ہونے کے بعد سرمایہ حیات ہاتھ لگنے کی وجہ سے جتنی خوشی دفعتہً حاصل ہوگی اس سے زیادہ حق تعالیٰ کو اس وقت خوشی ہوتی ہے جب بندہ اس کی جانب رجوع کرتا اور اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے''۔ مگر یہاں توبہ کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا جائے کہ گذشتہ گناہ پر خوف وندامت ہو اور جس گناہ میں مبتلا تھا اس کو فوراً چھوڑ دینے کا عزم اور اس سے آئندہ پرہیز کرنے کا قصد مصمم ہو اور اس کے ساتھ ہی جہاں تک ہو سکے گذشتہ تقصیر و کوتاہی کا تدارک کرے۔ جب ماضی۔ حال اور مستقبل تینوں زمانہ کے متعلق توبہ کا یہ ثمرہ پیدا ہو تو وہ توبہ کامل ہے۔ نہ کہ محض زبان سے استغفار یا توبہ کہنا۔ روایات میں ہے کہ مدینہ کی مسجد مبارک میں ایک بار کوئی اعرابی آیا اور نماز پڑھ کر اس نے معمول کے موافق بار بار کہا الٰہی میں تجھ سے توبہ استغفار کرتا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے زبان سے جلدی جلدی استغفار کرنا جھوٹے آدمیوں کی توبہ ہوتی ہے۔ اس نے عرض کیا یا امیر المومنین پھر توبہ کیسی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ چھ باتیں ہوں تو توبہ ہوتی ہے۔

۱- گذشتہ گناہوں پر ندامت وشرمندگی۔

۲- ترک شدہ فرائض کی دوبارہ ادائیگی۔

۳- اگر کسی بندہ کا حق تائب کے ذمہ ہو تو اس کی واپسی

۴- دل نے گناہ کا جو مزہ اٹھایا اسکے عوض نیکی کی تلخی اسکو چکھائی جائے۔

۵- جس طرح بدکاری نے اسے موٹا کیا تھا اسی طرح نیکی کرکے اسکو پگھلایا جائے۔

۶- گناہ میں غافل ہو کر جتنا ہنسا تھا اب اتنا ہی روئے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسی ہی سچی توبہ نصیب فرمائیں۔

الغرض شروع سورۃ میں توحید کا مضمون تھا۔ پھر اس کی تاکید اور اس کی دلیل اور تائید تھی اور اسی سلسلہ میں کفر وشرک کی مذمت اور ان کے رد کا بیان ہوا اب آگے اسی توحید کے اثبات میں حق تعالیٰ اپنے بعض صفات وافعال کا اظہار فرماتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں آخرت کا طالب بنا کر زندہ رکھیں اور اس دنیا میں جو کچھ مال دولت ساز و سامان حق تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اس کو آخرت کی کمائی کا ذریعہ بنائیں۔ یا اللہ! اس غفلت اور بے دینی سے ان کو چھٹکارا نصیب فرمادے۔ دنیا کی محبت ان کے دلوں سے دور فرمادے اور آخرت کا فکر نصیب فرمادے۔
یا اللہ! جو اجر و ثواب آپ نے آخرت میں اپنے صالح بندوں کے لئے رکھا ہے اس کا حریص بنادے۔
آخرت کے خسران اور ناکامی سے بچالے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ

اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی فراخ کردیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب) سے (ہرایک کیلئے) اتارتا ہے، وہ اپنے

بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ

بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ اور وہ

الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ

کارساز قابل حمد ہے۔ اور منجملہ اس (کی قدرت) کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اُس نے آسمان و زمین میں پھیلا رکھے ہیں،

وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾

اور وہ اُن (خلائق) کے جمع کرلینے پر بھی جب وہ چاہے قادر ہے۔

وَلَوْ اوراگر	بَسَطَ اللّٰهُ کشادہ کردیتا اللہ	الرِّزْقَ رزق	لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کیلئے	لَبَغَوْا تو وہ سرکشی کرتے	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَلٰكِنْ اورلیکن	
یُنَزِّلُ وہ اتارتا ہے	بِقَدَرٍ اندازے سے	مَا یَشَآءُ جس قدر وہ چاہتا ہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	خَبِیْرٌ باخبر	بَصِیْرٌ دیکھنے والا	
وَهُوَ اوروہی	الَّذِیْ وہ جو	یُنَزِّلُ نازل فرماتا ہے	الْغَیْثَ بارش	مِنْ بَعْدِ بعد	مَا قَنَطُوْا جب وہ مایوس ہوگئے	وَیَنْشُرُ اور پھیلاتا ہے	رَحْمَتَهٗ اپنی رحمت
وَهُوَ اوروہی	الْوَلِیُّ کارساز	الْحَمِیْدُ ستودہ صفات	وَمِنْ اور سے	اٰیٰتِهٖ اسکی نشانیاں	خَلْقُ پیدا کرنا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اورزمین
وَمَا اور جو	بَثَّ اس نے پھیلائے	فِیْهِمَا ان کے درمیان	مِنْ دَآبَّةٍ چوپائے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰی جَمْعِهِمْ ان کے جمع کرنے پر		
اِذَا یَشَآءُ جب وہ چاہے	قَدِیْرٌ قدرت رکھنے والا						

تفسیر وتشریح:۔اس سورۃ کی ابتداہی سے توحیدی مضمون شروع ہوا تھا اور پھر توحید کے دلائل دے کر اس کی تاکید اور شرک وکفر کا رد فرمایا گیا تھا اور اسی توحید کے سلسلہ میں شروع سورت سے یہاں تک اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اور افعال بیان فرمائے گئے۔ ابتدائی آیت میں فرمایا گیا الله العزیز الحکیم اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ پھر چوتھی آیت میں فرمایا گیا وهو العلی العظیم وہی سب سے برتر عظیم الشان ہے پھر پانچویں آیت میں فرمایا گیا هو الغفور الرحیم وہ معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے پھر نویں ۹ آیت میں فرمایا گیا هو الولی وهو یحی الموتیٰ وهو علیٰ کل شیء قدیر۔ اللہ ہی کارساز ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ گیارھویں آیت میں فرمایا گیا فاطر السموٰت والارض وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا لیس کمثله شیء کوئی چیز اس کے مثل نہیں۔ پھر فرمایا وهو السمیع البصیر وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔ پھر بارھویں ۱۲ آیت میں فرمایا انه بکل شیء علیم۔ بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔ پھر انیسویں آیت میں فرمایا وهو القوی العزیز وہ قوت والا اور زبردست ہے۔ پھر ۲۳ ویں آیت میں فرمایا ان الله غفور شکور بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے۔ پھر ۲۴ ویں آیت میں فرمایا انه علیم بذات الصدور وہ دلوں کی باتیں جاننے والا ہے پھر ۲۵ ویں آیت میں فرمایا وهو الذی یقبل التوبة عن عباده ویعفوا عن السیئات ویعلم ما تفعلون وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے اور تمام

گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے۔

غرض کہ شروع سورۃ سے یہاں تک توحید کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اور افعال بیان کئے گئے۔ اسی سلسلہ میں ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت حکمت اور اس کے آثار کو بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تونگر بنا دے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جائے۔ ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان و سرکشی اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچاتے اور فتنہ فساد برپا کرتے۔ نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ اس کی مخلوق کو خاطر میں لاتے۔ جتنا دیا جاتا اتنا ہی حرص اور بڑھتی۔ اب بھی عموماً خوش حال لوگوں میں یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ جتنا بھی ان کے پاس آ جائے اس سے زیادہ ہی کے طالب رہتے ہیں اور کوشش اور تمنا یہی ہوتی ہے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ اگر اپنے سب بندوں کو غنی بنا دیتا تو لوگ ملک میں فساد برپا کر دیتے اور معاشرہ انسانی کا نظم قائم نہ رہتا کیونکہ جب سب مالدار ہوتے تو کوئی کسی کا کام نہ کرتا اور کسی کو کسی سے دبنے کی ضرورت نہ رہتی۔ یہ صنعت و حرفت۔ زراعت۔ ملازمت۔ تجارت وغیرہ سب کچھ انسانی طبقات کے مختلف المعاش ہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر مال و دولت کی کثرت عموماً فسق و فجور۔ اللہ کی نافرمانی عیش پرستی۔ راحت پسندی اور طرح طرح سے معصیت کے سامان لاتی ہے۔ بہر حال دنیا کو بحالت موجودہ جس نظام پر چلانا ہے اس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ غنا اور مالداری عام نہ کی جائے بلکہ ہر ایک کو اس کی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو جانچ تول کر دیا جائے اور یہ خدا ہی کو خبر ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت اصلح ہے کیونکہ اللہ سے بڑھ کر اپنے بندوں کی مصلحتوں۔ صلاحیتوں اور استعدادوں کا جاننے والا اور ان کے احوال و اعمال پر نظر رکھنے والا اور کون ہوگا۔ وہ ہر بندہ کو اس کے ظرف۔ ضرورت اور مصلحت کے لائق ہی روزی دیتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت اور بہتری مالداری میں ہے۔ اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دین داری سے بھی جاتے رہیں گے اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے اگر وہ مال حاصل کر لیں اور تونگر ہو جائیں تو اپنا دین کھو بیٹھیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح رزق اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اسی طرح اسباب رزق بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ بعض مرتبہ ظاہری اسباب و حالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ باران رحمت نازل فرماتا ہے اور اپنی مہربانی کے آثار و برکات چاروں طرف عالم میں پھیلا دیتا ہے غرض کہ سب کام اسی کے اختیار میں ہیں اور جو کچھ وہ کرے عین حکمت و صواب ہے کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اسی کی ذات میں جمع ہیں اور ہر قسم کی کارسازی۔ امداد و اعانت وہیں سے ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطابؓ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ امیر المومنین قحط سالی ہو گئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا جاؤ اب بارش انشاء اللہ ضرور ہو گی اور پھر یہی آیت تلاوت فرمائی وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ منجملہ قدرت کی نشانیوں کے آسمانوں کا زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے زمین و آسمان میں پھیلا رکھے ہیں پیدا کرنا ہے اور باوجود ان سب کو پھیلا دینے کے ان کو جمع کرنا چاہے تو اس وقت وہ ان کو اکٹھا کرنے پر بھی پوری قدرت رکھتا ہے چنانچہ وہ قیامت میں سب کو اکٹھا کرے گا۔

یہاں ان آیات میں ایک تو صراحت اس بات کی ہے کہ رزق تمام بندوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنا مقدر اور مقرر جس کے لئے فرمایا ہے وہی اترتا ہے۔ رزق کی کمی زیادتی یہ بالکل قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ ''منصوبہ بندی'' جیسی تحریکات سے ملک والوں کا رزق بڑھ جائے گا اور اس پر عمل درآمد نہ کرنے سے ملک والوں کا رزق گھٹ جائے گا اور فاقہ کشی کی نوبت آجائے گی اس کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ ایں خیال است محال است وجنوں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیا کے تمام انسانوں کا مال ودولت میں مساوی اور برابر ہونا نہ ممکن ہے۔ نہ مطلوب ہے اور نہ نظام عالم کو چلانے اور عدل وانصاف کو قائم رکھنے کی مصلحتیں اس کا تقاضا کرتی ہیں۔ دنیا کا نظام معیشت قدرت خداوندی نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اپنی حکمت سے دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ یہاں ہر شخص کی ضروریات وحاجات دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہر شخص اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے نظام معیشت میں تفاوت رکھا تا کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کام لے سکے۔ اگر سب کی آمدنی برابر ہوتی تو کوئی کسی کا کام کیوں کرتا۔ لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آمدنی اور مال ودولت میں مساوات' نہ عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔ نہ عملاً یہ صورت کہیں قائم ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اور نہ یہ اسلام کو مطلوب ہے۔

تیسری بات یہاں یہ سمجھائی گئی کہ کوئی جاندار آسمان یا زمین میں خدا کے قابو سے باہر نہیں اور سب کو زندہ ہو کر قیامت میں اس کے سامنے حاضر ہونا ہے تو کتنا کم عقل ہے وہ انسان جو اللہ کے احکام سے دنیا میں سرتابی کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ خدا کی دست رس سے باہر ہو جائے گا یا کوئی مدد کرنے والا اس کی مدد کر سکے گا اور اس کو خدا کی گرفت اور سزا سے بچالے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار۔ اب جس طرح نعمت رزق اور روزی کے معاملہ میں حق تعالیٰ نے اپنی صفت حکمت کا بیان ان آیات میں فرمایا اسی طرح انسانوں کو جو سختی ومصیبت پیش آتی ہے اس کا نزول بھی خاص اندازہ اور اسباب وضوابط کے ماتحت ہوتا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنا صابر وشاکر بندہ بنا کر رکھیں۔ دنیا میں اپنے فضل سے جو رزق ہم کو عطا فرمائیں اس سے اپنی طاعت وفرمانبرداری کے حصول کی سعادت نصیب فرمائیں۔ اور مال ودولت کے فتنوں سے ہم کو محفوظ رکھیں۔

یا اللہ اپنی کارسازی پر ہم کو ایمان کامل اور یقین محکم نصیب فرما اور اپنی شان کارسازی سے ہمارے دین ودنیا کے تمام معاملات کو درست وراست فرمادے اور ہر حال میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمادے

یا اللہ! آپ اپنے بندوں کے خالق ورازق ہیں۔ آپ ہی اپنے بندوں کے مصالح کو خوب جانتے ہیں اس لئے امیری یا غریبی جس حال میں جس کو رکھا ہے آپ کی مشیت ومصلحت پر مبنی ہے۔ یا اللہ! مال ودولت کے فتنہ سے جو طرح طرح سے آپ کی نافرمانی کے سامان لاتے ہیں' ہمیں اپنی رحمت سے بچالیجئے اور جو مال ودولت آپ ہم کو عطا فرمائیں اس سے اپنی مرضیات کے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری آخرت کا سامان اور مغفرت کا ذریعہ بنا دیجئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ اَنْتُمْ

اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر ہی کردیتا ہے۔ تم زمین میں

بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ

(پناہ لے کر اس کو) ہرا نہیں سکتے، اور خدا کے سوا تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں۔ اور منجملہ اس کی نشانیوں کے

الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ

جہاز ہیں سمندر میں جیسے پہاڑ۔ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (بحری جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جاویں،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر شاکر کیلئے۔ یا ان جہازوں کو ان کے اعمال کے سبب تباہ کردے اور بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاوے۔

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾

اور ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ ان کیلئے کہیں بچاؤ نہیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ اور جو پہنچی تمہیں	مِّنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت	فَبِمَا تو اس کے سبب جو	كَسَبَتْ کمایا	اَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھوں			
وَيَعْفُوْا اور وہ معاف فرمادیتا ہے	عَنْ كَثِيْرٍ بہت سے	وَمَا اور نہیں	اَنْتُمْ تم	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے	فِي الْاَرْضِ زمین میں		
وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مِنْ وَّلِيٍّ کوئی کارساز	وَّ اور	لَا نَصِيْرٍ نہ کوئی مددگار	وَمِنْ اٰيٰتِهِ اور اس کی نشانیوں سے		
الْجَوَارِ جہاز	فِي الْبَحْرِ سمندر میں	كَالْاَعْلَامِ پہاڑوں جیسے	اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے	يُسْكِنِ وہ ٹھہرادے	الرِّيْحَ ہوا	فَيَظْلَلْنَ تو وہ رہ جائیں	
رَوَاكِدَ کھڑے ہوئے	عَلٰى ظَهْرِهٖ اس کی پیٹھ (سطح) پر	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بیشک اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنیوالے کیلئے			
شَكُوْرٍ شکر کرنیوالے	اَوْ یا	يُوْبِقْهُنَّ وہ انہیں ہلاک کردے	بِمَا كَسَبُوْا ان کے اعمال کے سبب	وَيَعْفُ اور (یا) معاف کردے	عَنْ كَثِيْرٍ بہتوں کو		
وَّيَعْلَمَ اور جان لیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیات میں	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے	مِّنْ کوئی	مَّحِيْصٍ خلاصی	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں رزق کی تقسیم تمام تر قبضہ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خبیر و بصیر ہے۔ وہ اپنے بندوں کے احوال ومصالح کو جاننے والا اور دیکھنے والا ہے اس لئے جتنا رزق جس کے لئے اس کی مشیت میں مناسب ہوتا ہے اتنا ہی اتارا جاتا ہے۔ انسانی تدابیر جو ظاہری اسباب کے درجہ میں رزق کے کمی وزیادتی کا سبب ہوسکتی ہیں سب اسی مشیت الٰہیہ کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ رزق کی طرح اسباب رزق بھی مثل بارش وغیرہ یہ بھی سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ جیسے روزی حق تعالیٰ بندوں کو ایک خاص اندازہ سے عطا کرتا ہے اسی طرح بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں مرحمت فرماتا ہے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جیسے نعمتیں یعنی رزق و روزی ایک خاص اندازہ سے دی جاتی ہیں اسی طرح مصائب کا نزول بھی خاص اسباب وضوابط کے ماتحت ہوتا ہے

مثلاً انسانوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا جیسے بعض اوقات ماں کی بد پرہیزی شیر خوار بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے یا کبھی کبھی ایک محلہ والے یا شہر والوں کی بد تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ یا شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لیجئے ۔گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت سے گناہوں سے درگذر کرتی ہے۔اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس باقی نہ رہتا جیسا کہ قرآن پاک میں ۲۲ ویں پارہ سورہ فاطر میں ارشاد ہے ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علیٰ ظہرھا من دآبۃ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب فوراً داروگیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا۔اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے۔ کہ آیت کے عموم سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ہر مصیبت ذنوب یعنی گناہ ہی سے آتی ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر بڑی بڑی بلائیں اور مصیبتیں آئی ہیں اور ان کا گناہوں سے پاک ہونا معلوم ہے۔تو حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہاں خطاب عام نہیں بلکہ صرف اہل ذنوب مخاطب ہیں۔ دوسرے یہ کہ انبیاء پر جو بلائیں آئیں۔وہ گو صورۃً مصیبت ہیں مگر معناً وحقیقتاً مصیبت نہیں۔بلکہ وہ نعمتیں ہیں۔کہ وہ ان سے پریشان نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے علوم واحوال و مدارج قرب میں اس سے ترقی کا مشاہدہ کر کے اس پر راضی رہتے ہیں۔تو یہاں

آیت میں گناہ گاروں کے گناہ کی پاداش میں جو مصیبت آتی ہے اس کا بیان ہے اور نیکوں پر آئی ہوئی تکلیف اور مصیبت ان کے لئے سزا نہیں بلکہ کفارہ ہوتی ہے۔صحیح حدیث میں آیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔مومن بندہ کو جو سختی اور تکلیف پہنچتی ہے ۔یا فکر واندوہ آتا ہے اللہ اس کو مومن کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے ۔یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی لگتا ہے تو اللہ اس کی کسی نہ کسی خطا کا کفارہ بنا دیتا ہے‘‘۔رہے وہ مصائب جو اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کے لئے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کوئی مومن برداشت کرتا ہے۔تو وہ اللہ کے یہاں ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں۔ایک صحیح حدیث میں آیا ہے۔کہ صابر بندوں کو صبر کے عوض آخرت میں جو نعمتیں و مرتبے عنایت ہوں گے ان کو دیکھ کر عافیت میں زندگی گذارنے والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں اللہ کے لئے قینچی سے ہماری بوٹیاں کاٹی جاتیں۔تو یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے گناہ گارو تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے۔اور بہت سی باتیں تو اللہ تعالیٰ درگذر ہی کر دیتا ہے۔ اور محض اپنی مہربانی سے معاف کر دیتا ہے ورنہ جس جرم پر سزا دینا چاہے مجرم بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا اور نہ اللہ کی پکڑ سے بچ سکتا ہے اور نہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا حمایت اور امداد کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔آگے اللہ کی قدرت کے دلائل اور نشانیوں میں سے سمندر میں جہازوں کا چلنا اور تیرنا بیان فرمایا گیا ہے کہ جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوتے ہیں۔سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں اللہ نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے اور بادبانی جہاز جو اس زمانہ میں رائج تھے۔ہوا کے

ذریعہ سے چلتے اور ادھر ادھر جاتے۔ تو ان بادبانی جہازوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے اور بادبان بے کار ہو جائیں اور کشتیاں و جہاز رک کر کھڑے ہو جائیں۔ غرض پانی اور ہوا سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔ تو ایک وہ انسان جو سختیوں میں صبر اور راحت و آسانیوں میں خدا کے شکر کا عادی ہو وہ ربّ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانیوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں اور بادبان جہازوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسے جہاز کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے یا اگر وہ چاہے تو اسی موافق ہوا کو ناموافق اور تند و تیز طوفان بنا دے جس سے کشتی اور جہاز سنبھالے نہ سنبھل سکے اور یونہی سرگشتہ و حیران ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں تو یہ اسی کا لطف و کرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں سمندر میں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں و جہازوں کے ذریعہ انسان طے کرتا ہے ورنہ ان جہازوں کی تباہی کے وقت ان لوگوں کو بھی جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ اب ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں اور خدائی گرفت سے نکل بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اب گذشتہ آیات سے جو دنیا طلبی کی مذمت اور طلب آخرت کی ترغیب اور رزق کے کمی زیادتی کی حکمت بیان ہوئی اور ان آیات میں گناہوں کی شامت و مضرت کا جو بیان ہوا ان سب سے کیا نتیجہ نکلا اور کیا ثابت ہوتا ہے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہماری دن رات کی تقصیرات وسیئات سے درگذر فرمائیں۔ ہمارے ظاہری و باطنی گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیں۔ اے کریم رب ہماری بداعمالیوں پر دارو گیر نہ فرمائیے۔ اور ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

اے اللہ! آپ ہر حال میں ہمارے حامی اور مددگار رہیے۔ اور آپ کی نصرت و حمایت سے ہمارے دین و دنیا کے سارے کام درست و راست ہو جائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنا صابر و شاکر بندہ بن کر رہنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سو جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کیلئے ہے اور جو (اجر وثواب آخرت میں) اللہ کے یہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائدار وہ ان لوگوں

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۳۶

کیلئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ پس جو کچھ دی گئی تمہیں	مِّنْ شَيْءٍ کوئی شے	فَمَتَاعُ تو فائدہ	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیاوی زندگی	وَمَا اور جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس
خَيْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰى اور ہمیشہ باقی رہنے والا	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے	وَعَلٰى رَبِّهِمْ اور اپنے رب پر وہ	يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں	

تفسیر وتشریح۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا کہ طالب دنیا کی دنیا میں تو حرص تمنا پوری نہیں ہوتی اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور طالب آخرت کو اجر وثواب بڑھا کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں زیادہ مال دولت کا انجام بالعموم اچھا نہیں اکثر اس سے خدا کی نافرمانی اور دنیا میں فتنہ فساد ہی ہوتا ہے۔ یہ سب سنا کر انسانوں کو متنبہ کیا گیا تھا کہ مطلوب و مقصود بنانے کے لائق دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔

اب دنیا کی زندگی اور اس کے مال ودولت کی حقیقت اور فلسفہ کو بتلایا جاتا ہے کہ جس کے غرور میں انسان خدا سے سرکشی کرتا ہے اور جس کے تلف ہو جانے یا نہ ملنے پر کیسا بے چین ہوتا ہے۔ ساتھ ہی دنیا کی زندگی کا آخرت کی زندگی سے مقابلہ وموازنہ فرمایا جاتا ہے تاکہ آدمی دنیا یا آخرت کے مطلوب ہونے پر فیصلہ کرے اور زندگی کے مقصود کو سمجھے۔ انسانوں کا ایک طبقہ ایسا ہے کہ جس کے نزدیک جو کچھ ہے بس یہی دنیوی زندگی ہے۔ تکلیف ہو یا راحت۔ ذلت ہو یا عزت۔ ناداری ہو یا زرداری۔ اس کے نزدیک جو کچھ اس دنیا کی زندگی میں حاصل ہو بس یہی ہے آگے کچھ نہیں۔ ایسے دنیا کے پجاری اور آخرت کے منکر کے نزدیک انسان نام ہے صرف پیٹ کا۔ پیٹ میں روٹی۔ بدن پر بوٹی۔ برق رفتار موٹر۔ اونچی کوٹھی۔ رقص وسرود کی محفلیں۔ عیش ونشاط کے جلسے۔ نوکر چاکر حشم خدم اس کا مقصود حیات ہے اور اس کے خیال میں جس کے پاس یہ نہیں وہ بدنصیب ہے۔ ذلیل وخوار ہے۔ زمین کی پشت پر بار ہے۔ قابل شمشیر ودار ہے۔ اس کی نظر میں جائز وناجائز اور حلال وحرام کی بحث بے سود ہے بلکہ تباہ کن قید ہے۔ اس کے مقابل ایک دوسرا طبقہ انسانوں کا وہ بھی ہے جو اس دنیا کی زندگی کو فانی اور اس کے مال ومتاع کو حقیر جانتا ہے اس کے لئے اس میں کوئی کشش نہیں اور وہ اس دنیا کی زندگی کو آئندہ زندگی کے رنج وراحت کا سبب جانتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ جیسا یہاں بویا جائے گا۔ آگے ویسا ہی کاٹا جائے گا۔ اس لئے وہ دنیوی زندگی میں ایسے اعمال وضوابط کو اختیار کرتا ہے جو اگلی زندگی میں اس کے لئے سودمند اور ایسے اطوار وافکار سے بچتا ہے جو آگے اس کو تباہ کرنے والے ہوں۔ تو ہر طبقہ ایک نظریہ کا قائل ہے اور اپنے عقیدہ ونظریہ کے موافق زندگی دنیا میں گذار رہا ہے۔ تو ایک نظریہ کی تردید اور دوسرے نظریہ کی تصدیق میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو! دنیا کی چیزوں میں سے جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض چند روزہ دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے۔ یعنی یہ مال دولت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر آدمی پھول جائے اور چند روزہ زندگانی اور عیش فانی پر مغرور ہو جائے۔ بڑی سے بڑی دولت بھی جو کسی شخص کو دنیا میں ملی ہے وہ ایک عارضی اور تھوڑی سی ہی مدت کے لئے ملی ہے۔ کچھ عرصہ میں اس کو برت لیتا ہے اور پھر سب کو چھوڑ کر دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہو جاتا ہے۔ اور خاتمہ عمر کے ساتھ اس مال ودولت کا بھی گویا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تو اس فنا پذیر ناقابل اعتماد اور قریب الزوال ساز

وسامان پر ریجھنا اور اس پر غرور وتکبر کرنا اور اس پر بھروسہ کرنا اور اس سے دل لگانا انسان کی حماقت ہے۔ہاں جو سازوسامان۔جو دولت۔جو عیش وآرام۔جو اجر وثواب۔جو جزا۔جو نعمت اللہ کے ہاں ہے وہ اپنی نوعیت اور کیفیت کے لحاظ سے بھی دنیا کے عیش وآرام اور مال دولت سے بہتر ہے اور اعلیٰ درجہ کی ہے اور پھر وقتی اور عارضی بھی نہیں بلکہ ابدی اور لازوال ہے۔نہ اس میں کسی طرح کی کدورت ہوگی نہ فنا اور زوال کا کھٹکا ہوگا اور بے مشقت حاصل ہوگی۔تو کجا عالم قدس کی چیزیں اور کجا اس عالم خسیس کی چیزیں۔دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔وہ باقی یہ فانی۔وہاں کی جوانی اور حسن دائمی۔وہاں کے اسباب معیشت ابدی۔مگر یہ اخروی نعمتیں کس کے لئے ہوں گی؟ کیا وہ آخرت کی نعمتیں دنیا کے دولت مند کافروں کو ملیں گی۔یا مومن اور غیر مومن دونوں ان میں شریک ہوں گے یا صرف اہل ایمان کیلئے وہ مخصوص ہوں گی اور اہل ایمان میں سے بھی کن صفات اور کن خصائل کے لوگوں کو دینے کا قطعی وعدہ کیا گیا ہے۔اس کی تفصیل آگے بیان فرمائی جاتی ہے جو اس رکوع کے اخیر تک بیان ہوتی چلی گئی ہے۔

پہلی اور دوسری صفت جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے وہ للذین امنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون فرمائی۔یعنی اللہ کے پاس کی آخرت کی نعمتیں ان کے لئے ہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ وتوکل رکھے۔پہلی صفت للذین امنوا یعنی جو ایمان لے آئے فرمائی۔اس میں اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لانا۔اللہ کے فرشتوں پر یمان لانا۔اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا۔اللہ کی تقدیر پر ایمان لانا۔اللہ کے احکام پر ایمان لانا۔اللہ کے اوامر ونواہی پر ایمان لانا سب شامل ہیں۔تو پہلی صفت آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے ایمان کی بتلائی گئی۔دوسری صفت ایمان کے بعد توکل کی فرمائی جو جمیع حسنات کا اصل اصول ہے۔نماز روزہ۔حج۔زکوٰۃ۔جہاد۔صدقہ۔خیرات وغیرہ سب حسنات توکل ہی پر مبنی ہیں کہ ان سب پر اللہ ہی پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی جزائے خیر دے گا۔آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے ایمان کے بعد ضروری وصف توکل بیان فرمایا گیا اس لئے توکل کی صحیح تشریح بھی سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔جاہلوں کا تو خیال ہے کہ توکل محنت۔مزدوری اور کسب کے چھوڑ دینے کا نام ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بے کار بن کر بیٹھ جائے۔اگر بیمار ہو تو دوا علاج نہ کرے۔اور بے سوچے سمجھے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا کرے۔کہیں آگ میں گھس جائے اور کہیں شیر کے منہ میں ہاتھ دے دے تب متوکل کہلائے تو یہ خیال بالکل غلط ہے اس لئے توکل کے صحیح معنیٰ اور مطلب سمجھ لینا چاہئے۔توکل کے ایک معنیٰ تو یہ ہیں کہ آدمی کا بھروسہ اپنی طاقت ۔قابلیت۔اپنے ذرائع و وسائل۔اپنی تدابیر اور اللہ کے سوا دوسروں کی امداد واعانت پر نہ ہو بلکہ وہ دل سے اس بات کا یقین رکھے کہ دین ودنیا کے ہر معاملہ میں اس کی کامیابی کا اصل انحصار اللہ کی توفیق اور تائید پر ہے۔

دوسرے معنیٰ توکل کے یہ ہیں کہ آدمی کو ان وعدوں پر پورا بھروسہ اور اطمینان ہو جو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے اور دوسری طاعات وحسنات پر بندوں سے کئے ہیں۔اور انہی وعدوں پر وہ اعتماد کرتے ہوئے حق پر استقامت کے ساتھ قائم رہے۔

تیسرے معنیٰ توکل کے یہ ہیں کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی پر کامل اعتماد وبھروسہ ہو اور وہ یہ یقین جانے کہ جو احکام۔جو اصول۔جو حلال وحرام کے حدود۔جو اوامر ونواہی۔اور جو زندگی بسر کرنے کے ضوابط وقواعد اللہ نے دیئے ہیں وہی برحق ہیں اور انہی کا اتباع اور پیروی میں انسان کی خیر ہے اور اس کے خلاف میں ہلاکت وخسران اور ناکامی اور بدانجامی ہی ہے۔تو یہ ہے توکل کا صحیح مفہوم اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے ایمان کے بعد توکل کی صفت ہونا بتلائی گئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يَجْتَنِبُوْنَ وہ بچتے ہیں	كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ کبیرہ (بڑے) گناہ	وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائیاں
وَاِذَا اور جب	مَا غَضِبُوْا هُمْ وہ غصے میں ہوتے ہیں	يَغْفِرُوْنَ وہ معاف کردیتے ہیں	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا کا مال دولت اور ساز سامان تو آنی جانی چیز ہے۔ یہ بہار عارضی اور چند روزہ ہے۔ اصل چیز تو اللہ تعالیٰ کے آخرت کے انعامات ہیں کہ جو دائمی اور ابدی ہیں اور دنیا کی چیزوں اور عیش وآرام کے مقابلہ میں وہ بدر جہا بہتر اور ساتھ ہی لازوال ہیں اور وہ نعمائے آخرت انہی لوگوں کو ملیں گی جن میں یہ صفات ہوں۔ پہلی اصفت یہ بتلائی گئی تھی کہ وہ ایمان لانے والے ہوں۔ دوسری صفت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کرنے والے ہوں۔

اب آگے اس آیت میں تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی آخرت کی نعمتیں ان کو ملیں گی جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور چوتھی صفت یہ بتلائی گئی کہ نہ صرف کبیرہ بلکہ دوسرے بھی فحش اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ اور پانچویں صفت یہ بتائی گئی کہ جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کردیتے ہیں۔ ان میں سے ہر صفت تفصیل طلب ہے اس لئے اس درس میں صرف آیت کے اس حصہ کی تشریح کی جائے گی جو واللذین یجتنبون کبئر الا ثم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور آیت کے دوسرے اجزا کا بیان انشاء اللہ اگلے درسوں میں علیحدہ ہوگا۔ تو آیت کے اس جزو میں واللذین یجتنبون کبئر الاثم میں فرمایا گیا کہ اللہ کی آخرت کی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہی ہے کوئی صغیرہ نہیں کیونکہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے اور مخالفت اللہ اور رسول کی کتنی ہی کم ہو وہ بھی سخت اور بڑا گناہ ہے اس لئے ہر گناہ بڑا ہی ہے چھوٹا کوئی نہیں۔ انہی علماء کا کہنا ہے کہ کبیرہ اور صغیرہ کی تقسیم درحقیقت محض نام کا اختلاف ہے۔ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ وہ علماء جو بعض گناہوں کو صغیرہ کہتے ہیں اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ان کے کرنے میں کوئی برائی نہیں یا معمولی خرابی ہے بلکہ اللہ اور رسول کی مخالفت کی حیثیت سے ہر گناہ بڑا اور سخت وبال ہے۔ آگ کا بڑا انگارا جیسا تباہ کن ہے ویسے ہی چھوٹی چنگاری بھی ہے۔ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا انسان کے لئے دونوں مصیبت ہیں۔ بہرحال پھر بھی اصطلاح میں گناہوں کی کبیرہ وصغیرہ کی تقسیم مشہور ومعروف ہے پھر اصطلاحی کبیرہ وصغیرہ گناہوں کی تعریف میں علما کے اقوال مختلف ہیں۔ سب سے زیادہ جامع اور صحابہ وتابعین سے منقول تعریف یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن یا حدیث میں آگ اور جہنم کی وعید بصراحت آئی ہو وہ کبیرہ ہے اور جس پر اس کی تصریح منقول نہیں۔ محض ممانعت وارد ہوئی ہے وہ صغیرہ ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ جس گناہ پر انسان بے پروائی کے ساتھ ڈھیٹ ہو کر اقدام کرے وہ کبیرہ ہے خواہ کتنا ہی چھوٹا گناہ ہو اور جو گناہ اتفاقی سرزد ہوگیا اور اس کے ساتھ وہ دل میں خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ ندامت اور افسوس ساتھ ساتھ ہیں۔ وہ صغیرہ ہے خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔

امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس گناہ کو صغیرہ کہا جاتا ہے وہ اسی وقت تک صغیرہ ہے جب تک اس پر اصرار اور دوام نہ کرے۔ احیاناً صادر ہو جائے۔ اور جو شخص کسی صغیرہ گناہ پر اصرار اور دوام

کرے وہ مثل مرتکب کبیرہ کے ہے۔ معاصی کبائر وصغائر کے بیان میں علماء کی مستقل تصانیف بھی موجود ہیں۔ یہاں اس درس میں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ انذار العشائر من الصغائر والکبائر سے کبیرہ گناہوں کی فہرست نقل کی جاتی ہے:۔

کبیرہ گناہوں کی فہرست

۱۔ زنا۔

۲۔ لواطت۔

۳۔ شراب پینا اگرچہ ایک قطرہ ہو۔ اسی طرح تاڑی۔ گانجہ۔ بھنگ وغیرہ نشہ کی چیزیں پینا۔

۴۔ چوری کرنا۔

۵۔ پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔

۶۔ ناحق کسی کو قتل کرنا۔

۷۔ شہادت کو چھپانا جبکہ اس کے سوا اور کوئی شاہد نہ ہو۔

۸۔ جھوٹی گواہی دینا۔

۹۔ جھوٹی قسم کھانا۔

۱۰۔ کسی کا مال غصب کرنا۔

۱۱۔ میدان جہاد سے بھاگنا (جبکہ مقابلہ کی قدرت موجود ہو)۔

۱۲۔ سود کھانا۔

۱۳۔ یتیم کا مال ناحق کھانا۔

۱۴۔ رشوت لینا۔

۱۵۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

۱۶۔ قطع رحمی کرنا۔ (قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا۔)

۱۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول یا فعل کو بالقصد جھوٹ منسوب کرنا۔

۱۸۔ رمضان میں بلا عذر کے قصداً روزہ توڑنا۔

۱۹۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔

۲۰۔ کسی فرض نماز کو اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر کرنا۔

۲۱۔ زکوٰۃ یا روزہ کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا۔ (عذر اور مرض کی صورتیں مستثنیٰ ہیں)

۲۲۔ حج فرض ادا کئے بغیر مر جانا۔ اگر موت کے وقت وصیت کردی اور حج بدل کا انتظام چھوڑا تو اس گناہ سے نکل گیا۔

۲۳۔ کسی مسلمان کو ظلماً نقصان پہنچانا۔

۲۴۔ کسی صحابی کو برا کہنا۔

۲۵۔ علمائے حقانی اور حفاظ قرآن کو برا کہنا اور ان کو بدنام کرنے کے درپے ہونا۔

۲۶۔ کسی ظالم کے پاس کسی کی چغل خوری کرنا۔

۲۷۔ دیاثت یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کو باختیار خود حرام میں مبتلا کرنا یا اس پر راضی ہونا۔

۲۸۔ قیادت یعنی کسی اجنبی عورت کو حرام پر آمادہ کرنا اور اس کے لئے دلالی کرنا۔

۲۹۔ باوجود قدرت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنا۔

۳۰۔ جادو سیکھنا اور سکھانا یا اس کا عمل کرنا۔

۳۱۔ قرآن کو یاد کر کے بھلا دینا۔ یعنی باختیار خود لاپرواہی سے بھلا دینا۔ کسی مرض وضعف وغیرہ سے ایسا ہو جائے وہ اس میں داخل نہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ نسیان قرآن جو گناہ کبیرہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بھول جائے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔

۳۲۔ کسی جاندار کو آگ میں جلانا۔ (سانپ بچھو تنیے کی ایذا سے بچنے کی اگر کوئی اور صورت جلانے کے سوا نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔)

۳۳۔ کسی عورت کو اس کے شوہر کے پاس جانے اور حقوق

شوہری ادا کرنے سے روکنا۔

۳۴۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔

۳۵۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔

۳۶۔مردار جانور کا گوشت کھانا (حالت اضطرار مستثنیٰ ہے)

۳۷۔خنزیر کا گوشت کھانا (حالت اضطرار مستثنیٰ ہے)

۳۸۔چغل خوری کرنا۔

۳۹۔کسی مسلمان یا غیر مسلم کی غیبت کرنا۔

۴۰۔جوا کھیلنا۔

۴۱۔مال میں اسراف کرنا یعنی مصلحت وضرورت سے زائد خرچ کرنا۔

۴۲۔زمین میں فساد پھیلانا۔

۴۳۔کسی حاکم کا حق سے عدول کرنا۔

۴۴۔اپنی بیوی کو ماں بیٹی کے مثل کہنا جس کو عربی میں ظہار کہا جاتا ہے۔

۴۵۔ڈاکہ زنی کرنا۔

۴۶۔کسی صغیرہ گناہ پر مداومت کرنا۔

۴۷۔عورت کو گانا اور لوگوں کو گانا سنانا۔

۴۸۔معاصی پر کسی کی اعانت کرنا یا گناہ پر آمادہ کرنا۔

۴۹۔لوگوں کے سامنے ستر کھولنا (حالت ضرورت مستثنیٰ ہے) مرد کے لئے ناف سے نیچے گھٹنے تک کا حصہ ستر ہے۔عورت کا سارا بدن غیر محرم کے لئے ستر ہے۔

۵۰۔کسی کے حق واجب کے ادا کرنے میں بخل کرنا۔

۵۱۔حضرت علیؓ کو صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ سے افضل کہنا۔

۵۲۔خودکشی کرنا یا اپنے کسی عضو کو باختیار خود تلف کرنا۔اور یہ دوسرے کو قتل کرنے سے زیادہ گناہ ہے۔

۵۳۔پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا۔

۵۴۔صدقہ دے کر احسان جتلانا اور تکلیف پہنچانا۔

۵۵۔قضا وقدر یعنی تقدیر کا انکار کرنا۔

۵۶۔اپنے امیر سے غداری کرنا۔

۵۷۔نجومی یا کاہن کی تصدیق کرنا۔

۵۸۔لوگوں کے نسب پر طعنے دینا۔

۵۹۔کسی مخلوق کے لئے بطور نذر تقرب جانور کی قربانی کرنا۔

۶۰۔تہبند یا پاجامہ وغیرہ کو از راہ تکبر ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔

۶۱۔کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو بلانا یا کوئی بری رسم نکالنا۔

۶۲۔اپنے بھائی مسلمان کی طرف تلوار یا چاقو وغیرہ سے مارنے کا اشارہ کرنا۔

۶۳۔جھگڑے لڑائی کا خوگر ہونا۔

۶۴۔احسان کرنے والے کی ناشکری کرنا۔

۶۵۔ضرورت سے زائد پانی میں بخل کرنا۔

۶۶۔غلام کو خصی بنوانا یا اس کے کسی عضو کو کٹوانا یا اس کو سخت تکلیف دینا، خصی بنانے کی ممانعت غلاموں تک کے لئے ہے اور اب تو آزادوں کی بھی نسل بندی کی جا رہی ہے جو مترادف ہے خصی بنانے کے۔

۶۷۔حرم محترم میں الحاد وگمراہی پھیلانا (یہ ہر جگہ گناہ ہے مگر حرم میں اشد ہے)

۶۸۔لوگوں کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا۔

۶۹۔چوسر کھیلنا یا طبلہ سارنگی وغیرہ بجانا۔

۷۰۔مسلمان کا کسی مسلمان کو کافر کہنا۔

۷۱۔ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے حقوق میں برابری نہ کرنا۔

۷۲۔ استمنا بالید یعنی اپنے ہاتھ سے مشت زنی کر کے شہوت پوری کرنا۔

۷۳۔ حائضہ عورت سے جماع کرنا۔

۷۴۔ مسلمانوں پر اشیاء کی گرانی سے خوش ہونا۔

۷۵۔ عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔

۷۶۔ کسی کھانے کو برا کہنا (بنانے یا پکانے کی خرابی کو بیان کرنا اس میں داخل نہیں)

۷۷۔ گانے بجانے کے ساتھ رقص کرنا۔

۷۸۔ دنیا کی محبت یعنی دین کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینا۔

۷۹۔ کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا۔

۸۰۔ دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا۔

۸۱۔ بے ریش لڑکے کی طرف شہوت سے نظر کرنا۔

۸۲۔ لڑکیوں کو حصہ میراث سے نہ دینا۔

۸۳۔ امانت میں خیانت کرنا۔

۸۴۔ خدا کا کوئی فرض مثل نماز روزہ حج زکوٰۃ چھوڑ دینا۔

۸۵۔ خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانا۔

۸۶۔ کافروں کی رسمیں پسند کرنا۔

بعض علماء نے اس سے بھی زائد کبائر کی تعداد لکھی ہے اور یہ بظاہر صغیرہ و کبیرہ کی تعریف کے اختلاف پر مبنی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق و ہمت نصیب فرمائیں۔ الغرض جن کو آخرت کی نعمتیں ملنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے ان کی پہلی صفت یہ بتلائی گئی تھی کہ وہ ایمان لانے والے ہوں اور دوسری صفت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ اعتماد اور توکل کرنے والے ہوں۔ جس کا بیان گذشتہ درس میں ہوا تھا۔ تیسری صفت جس کا اس درس میں بیان ہوا یہ بتلائی گئی کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہوں۔

چوتھی صفت یہ بتلائی گئی کہ نہ صرف کبیرہ بلکہ فواحش یعنی بے حیائی کی باتوں یا صغیرہ گناہوں سے بھی بچتے ہیں۔ اب وہ کون سے گناہ ہیں جو علماء نے صغیرہ کی فہرست میں شمار کیے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور گذشتہ زندگی میں جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمائیں۔

یا اللہ ہم میں وہ صفات پیدا فرمادے جن پر آخرت کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔

یا اللہ ہمارے لئے وہ اعمال آسان فرمادیجئے جو جنت آپ کی رضا کے مقام میں لے جانے والے ہیں اور وہ اعمال جو آپ کی ناراضی کا باعث ہیں ہمارے لئے محال بنادیجئے اور ہمیں ان سے بچالیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں، اور ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے، اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں

يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

سے خرچ کرتے ہیں۔اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے	اسْتَجَابُوْا قبول کیا	لِرَبِّهِمْ اپنے رب کا (فرمان)	وَاَقَامُوْا اور انہوں نے قائم کی	الصَّلٰوةَ نماز	وَاَمْرُهُمْ اور ان کا کام
شُوْرٰى مشورہ	بَيْنَهُمْ باہم	وَمِمَّا اور اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے عطا کیا انہیں	يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ
اِذَآ جب	اَصَابَهُمُ انہیں پہنچے	الْبَغْيُ کوئی ظلم وتعدی	هُمْ وہ	يَنْتَصِرُوْنَ بدلہ لیتے ہیں	

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ سے یہ مضمون بیان ہورہا ہے کہ آخرت کا اجروثواب اور وہاں کی دائمی اور ابدی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں کہ جو(۱) دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے (۲) اور جو اپنے رب پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں اور (۳) جو کہ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔اور (۴) جو کہ فواحش اور بے حیائی کی باتوں سے بھی بچتے ہیں۔اور (۵) جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں۔اب آگے ان آیات میں مزید چند صفات انہی لوگوں کی بیان فرمائی گئی ہیں یعنی چھٹی صفت یہ بتلائی گئی والذین استجابوا لربھم اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا یعنی کسی لیڈر پیشوا۔سردار۔باپ دادا کا رسم ورواج شاہی حکم۔یا خود اپنی رائے اور خواہش غرض کسی کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں نہ ماننا۔اور ہر ایک کے حکم پر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دینا۔جن کاموں کا اللہ نے اپنے رسول اور اپنی کتاب کے ذریعہ کرنے کا حکم دیا ہے ان کو بجالاتے ہیں اور جن کاموں کی ممانعت فرمائی ان سے رکتے اور باز رہتے ہیں۔تو گویا آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے والوں کی چھٹی ۶ صفت یہ ہوئی کہ وہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا کوئی حکم ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے خواہ وہ کوئی ہو۔اپنا باپ ہو۔حاکم وقت ہو۔یا برادری کا چودھری ہو یا کوئی پیارا دوست ہو یا خود اپنے دل کی خواہش اور چاہت ہو۔

آگے ساتویں ۷ صفت بیان فرمائی گئی واقامو االصلوٰۃ۔اور جنہوں نے قائم کیا نماز کو۔قرآن پاک میں نماز کے متعلق جہاں بھی حکم دیا گیا ہے وہ اقامت صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔نماز کے قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز اور نماز سے متعلق تمام ضروریات کی پوری رعایت اور نگہداشت ہو اس طرح اقامت صلوٰۃ میں وضو۔غسل۔طہارت۔بدن کی پاکی کپڑوں کی پاکی۔جگہ کی پاکی۔اذان۔اقامت۔جماعت سب کی نگہداشت شامل ہوئی۔پھر نماز کے جملہ شرائط وارکان کی نگہداشت اور ہر ایک شرط ورکن کو قاعدہ اور اطمینان سے فرائض۔واجبات۔سنن۔مستحبات کے ساتھ ادا کرنا۔پھر نماز کی روح یعنی اخلاص۔خشوع۔خضوع اور اللہ کی طرف دل کا متوجہ ہونا یہ سب اقامت صلوٰۃ میں شامل ہوئے۔

آگے آٹھویں صفت بیان فرمائی گئی وامر ھم شوریٰ بینھم اور ان کے کام آپس کے مشورہ سے ہوتے ہیں۔معلوم ہوا کہ مشورہ سے کام کرنا خواہ دین کا ہو یا دنیا کا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جب ہی تو اہل ایمان کی بہترین صفات میں اس کو شامل کیا گیا ہے۔آپس میں مشورہ کرنا یہ دلیل ہے سلامتی طبع کی۔تو جو لوگ سلیم الطبع ہوتے ہیں وہ جو بھی مہتم بالشان کام ہوتا ہے خواہ وہ ذاتی معاملات میں سے ہو یا ملی قومی اور ملکی اور امور سلطنت سے ہو اس میں ایسے لوگوں سے رائے لیتے ہیں جن کی عقل وفہم پر انہیں اعتماد ہوتا کہ ان کو اپنی رائے کی صحت یا غلطی معلوم ہو جائے۔اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص امور میں برابر

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے جیسا کہ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے **وشاور هم فی الا مر** اور صحابہ کرام آپس میں مشورہ کرتے تھے اور خلافت راشدہ کی تو بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ یہ صفت مشورہ کی جو اہل ایمان کی بیان کی گئی ہے یہ انہی کاموں کے متعلق ہے جو کہ مہتم بالشان ہوں اور قرآن و حدیث میں منصوص نہ ہوں ورنہ اگر کسی بات کے متعلق قرآن اور سنت میں صاف اور صریح حکم موجود ہے تو اس میں رائے اور مشورہ کے کوئی معنی نہیں۔ وہ تو اسی طرح ہونا چاہئے جیسے قرآن وسنت میں منصوص ہے۔ اسی طرح ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ہر چھوٹے بڑے کام میں مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام ہی نہ ہو سکے اس لئے یہ حکم مشورہ کا انہیں امور میں ہے جو معتد بہ اور مہتم بالشان ہوں اور جن کا صاف وصریح حکم قرآن وحدیث میں نہ موجود ہو ورنہ جس معاملہ کا فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف سے کر دیا گیا ہو اس میں آزادی اور رائے کا کوئی سوال ہی نہیں پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل اور دین دار ہو ورنہ بیوقوف اور بے دین اور بد دیانت شخص سے مشورہ ورائے لینے میں کام کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

ایک حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور باہم مشورہ کرنے کے بعد اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو صحیح اور مفید صورت کی ہدایت مل جاتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تمہارے حکام تم میں سے بہترین آدمی ہوں اور تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے معاملات آپس میں مشورہ سے طے ہوا کریں تو زمین کے اوپر رہنا تمہارے لئے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدترین افراد ہوں اور تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے اندر دفن ہو جانا تمہارے زندہ رہنے سے بہتر ہوگا۔

ایک حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ عقل مند آدمی سے مشورہ لو اور اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانا ہوگی۔

آگے نویں صفت بیان فرمائی گئی **ومما رزقنٰهم ينفقون** اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی اللہ کے دیئے ہوئے مال دولت اور رزق کو سینت سینت کر سب اپنی ہی ذات کے لئے نہیں رکھتے بلکہ اس میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

جو حقوق مال کے اللہ نے رکھے ہیں اس کی ادائیگی کرتے ہیں اور محتاج ومساکین۔ ضرورت مندوں وغیرہ کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنی استطاعت کے موافق احسان وسلوک کرتے رہتے ہیں۔

آگے دسویں صفت بیان فرمائی گئی **والذين اذآ اصابهم البغی هم ينتصرون** اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ برابر کا بدلہ لے لیتے ہیں زیادتی نہیں کرتے یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو وہاں تو معاف کر دیتے ہیں مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز وقصور کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے معاف کر دیا مگر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے اور ظلم و زیادتی سے دبانے کی کوشش کرے۔ یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ زیادتی میں بڑھتا جائے یا شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت یا جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہو تو ایسی حالت میں بدلہ لے لیتے ہیں لیکن بقدر اس کی زیادتی کے۔ جرم سے زائد نہ بدلہ لیتے ہیں نہ سزا دیتے ہیں یعنی یہ بھی اہل ایمان کی ایک بہترین صفت ہے کہ ظالموں اور جباروں کے سامنے پست و ذلیل اور بے ہمتے نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی کوئی روک تھام نہ کر سکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ لیکن اس انتقام میں وہ کوئی زیادتی نہیں کرتے۔

اب یہ آخری صفت یعنی بدلہ میں زیادتی نہیں کرتے اس کی مزید تشریح اور تفصیل اگلی آیات میں فرمائی گئی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی، پھر جو شخص معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، واقعی اللہ تعالیٰ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا

ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم ہوچکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام صرف

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ

اُن لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دُنیا میں سرکشی کرتے ہیں، ایسوں کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾

دردناک عذاب ہے۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

وَجَزٰٓؤُا اور بدلہ	سَيِّئَةٍ برائی	سَيِّئَةٌ برائی	مِّثْلُهَا اس جیسی	فَمَنْ سو۔جس	عَفَا معاف کردیا	وَاَصْلَحَ اور اصلاح کردی	فَاَجْرُهٗ تو اس کا اجر
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر۔ذمے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُحِبُّ دوست نہیں رکھتا	الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	وَلَمَنِ اور البتہ۔جس	انْتَصَرَ اس نے بدلہ لیا		
بَعْدَ ظُلْمِهٖ اپنے اوپر ظلم کے بعد	فَاُولٰۗىِٕكَ سو یہ لوگ	مَا عَلَيْهِمْ نہیں ان پر	مِّنْ سَبِيْلٍ کوئی راہ	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	السَّبِيْلُ راہ۔الزام		
عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَظْلِمُوْنَ وہ ظلم کرتے ہیں	النَّاسَ لوگ	وَيَبْغُوْنَ اور وہ فساد کرتے ہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق	
اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	وَلَمَنْ اور البتہ۔جس	صَبَرَ صبر کیا	وَغَفَرَ اور معاف کردیا	اِنَّ بیشک	
ذٰلِكَ یہ	لَمِنْ البتہ۔سے	عَزْمِ الْاُمُوْرِ بڑی ہمت کے کام					

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات سے یہ مضمون بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ دنیا کا ساز و سامان اور مال دولت تو فانی اور آنی جانی چیز ہے۔ اصل چیز تو اللہ کا انعام اور آخرت کی دولت ہے اور یہ آخرت کی لازوال دولت ان ہی کو ملے گی جو دنیا میں ایمان لائے اور اللہ کو راضی کرنے کی فکر میں لگے رہے۔ جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اپنے مال دولت۔ حکومت سلطنت اور علم و ہنر پر نازاں اور مغرور نہیں ہوتے۔ جو بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور جو بے حیائی اور گندی باتوں سے بھی علیحدہ رہتے ہیں اور جو غصہ اور غضب کی حالت میں قابو سے باہر نہیں ہوتے اور لوگوں کا قصور معاف کردیا کرتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کی حکم برداری میں لگے رہتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کو پابندی کے ساتھ تمام شرائط کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور جن کاموں کا حکم صاف و صریح قرآن و حدیث میں نہیں ان میں باہم مشورہ کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں مال و دولت دنیا میں دیا ہے اس میں سے اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں اور ظلم و زیادتی کے جواب اور انتقام میں خود بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔

اب آگے ان آیات میں برابر کا بدلہ لینے کی مزید تشریح فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدلہ لینے کی اجازت تو ضرور دے رکھی ہے مگر قانون عدل کے ساتھ یعنی جتنی برائی کسی کے ساتھ کی گئی ہو اتنی ہی برائی وہ اس کے ساتھ کرلے اس سے زیادہ برائی کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا مثلاً دانت کا بدلہ دانت اور آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ کان کے بدلے میں کان۔ ہاتھ کے

بدلہ میں ہاتھ اور قتل کے بدلہ میں قتل اور نقصان کے بدلہ میں اس کا معاوضہ۔ جیسا کہ اسلامی فقہ میں اس بدلہ لینے کی تشریح اور تفسیر موجود ہے۔ لیکن ایک بڑی شرط انتقام اور بدلہ لینے میں یہ ہے کہ کسی برائی کا بدلہ کسی گناہ اور ناجائز صورت سے لینا درست نہیں اور نہ اس کی اجازت ہے۔ مثلاً کسی شخص کے لڑکے کو اگر کسی ظالم نے قتل کیا ہے تو بدلہ لینے والے کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ یہ جا کر اس کے بیٹے کو قتل کردے۔ یا اگر کسی بدذات انسان نے کسی کی بہن یا بیٹی کو خراب کیا ہے تو بدلہ میں یہ حلال اور جائز نہ ہوگا کہ اس کی بیٹی اور بہن کو خراب کیا جائے۔ پھر یہاں انتقام کا صرف جواز نکلتا ہے یعنی اجازت دی گئی ہے لازمی حکم بدلہ لینے کا نہیں دیا گیا ہے اس لئے آگے فرمایا جاتا ہے کہ اگرچہ عدل و انصاف کے ساتھ بدلہ لینے کی اجازت ہے لیکن بہترین خصلت یہ ہے کہ آدمی جتنا بدلہ لے سکتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔ بشرطیکہ درگذر کرنے میں بات سنورتی ہو اور باہمی معاملہ کی اصلاح ہوتی ہو تو ایسا کرنے پر اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے یعنی اس کا ثواب حسب وعدہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے اور اگر کوئی بدلہ لینے میں زیادتی کرنے لگے تو صاف بتلا دیا گیا کہ ظلم و زیادتی اللہ کے ہاں کسی صورت میں بھی پسند نہیں۔ مظلوم اگر ظالم سے بدلہ لینا چاہے تو اس میں الزام اور گناہ کچھ نہیں۔ ہاں معاف کر دینا افضل و احسن ہے۔ الزام اور گناہ تو ان پر ہے جو ابتداء ظلم کرتے ہیں یا انتقام و بدلہ میں حد استحقاق سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور جو صبر و تحمل سے غصہ کو پی جائیں اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دیں تو یہ بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس بندہ کی عزت بڑھائے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔

اب اس خدائی قانون کے عدل و انصاف کو دیکھئے کہ کس طرح مختلف انسانوں کی طبائع کی رعایت رکھی گئی ہے اور یہ کلام منجانب اللہ ہونے کی بڑی دلیل ہے ظاہر ہے کہ دنیا میں مختلف الطبائع لوگ پائے جاتے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ایک دو بار کوئی ان پر زیادتی کر لیتا ہے تو برداشت کر لیتے ہیں مگر پھر کوئی ایسا کرتا ہے تو ان کا حلم غیظ و غضب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ نہ کسی پر زیادتی کرتے ہیں نہ اور کی زیادتی ان کو مطلقاً برداشت ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ کبھی ان سے بمقتضائے بشریت زیادتی ہو جاتی ہے تو اس پر خود ہی نادم ہو جاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں کوئی نرمی برتتا ہے تو وہ ندامت سے ڈوب جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زیادتی پر معافی دینا اور نیکی و نرمی سے پیش آنا بہت ہی مناسب ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی بدخصلت ہوتے ہیں کہ زیادتی کر کے فخر کرتے ہیں اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے تو ان کو ہر کسی پر زیادتی کرنے کا حوصلہ ہو جاتا ہے تو جو علام الغیوب تمام طبائع بشریہ سے واقف ہے اس نے جہاں درگزر اور عفو کا حکم دیا وہیں بدلہ لینے کی بھی اجازت دی مگر بدلہ بھی عدل و انصاف کے ساتھ کہ زیادتی نہ ہونے پائے۔ تو اہل ایمان کی ان دسوں قرآنی صفات پر غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی کیسے گزارنی چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم سے بہتر اس وقت اور تا قیامت انسان کی ہدایت کے لئے دنیا میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں نہ ہو سکتی ہے جس میں زندگی گزارنے کی پوری پوری ہدایتیں ہر اس معاملہ کے متعلق بتائی گئی ہوں جو انسان کو پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے اگر قرآن پر ہمارا ایمان ہے تو اس کے بتلائے ہوئے طریقہ ہی پر چل کر ہم اس آخرت کی زندگی میں ابدی راحتیں اور لازوال نعمتیں حاصل کر سکتے ہیں ورنہ انسان کو دنیا میں گمراہی اور آخرت میں خسارہ و عذاب ہی سے واسطہ پڑنا ہے اس وقت پھر یہ پچھتائے گا اور حسرت و ندامت سے دنیا میں پھر آنے کی تمنا کرے گا جیسا کہ اگلی آیات میں بتلایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ

اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی چارہ ساز نہیں، اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا

يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٤﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ

کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟۔ اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ دوزخ کے رُوبرو لائے جاویں گے مارے ذلّت کے جھکے ہوئے

يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

ہوں گے سُست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے، اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے

وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿٤٥﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ

اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ ظالم لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے۔ اور اُن کے کوئی

اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٦﴾

مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ اُن کی مدد کریں، اور جس کو خدا گمراہ کردے اس کیلئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

وَمَنْ اور جس کو	يُّضْلِلِ گمراہ کردے	اللّٰهُ اللہ	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ وَّلِيٍّ کوئی کارساز	مِّنْ بَعْدِهٖ اسکے بعد	وَتَرَى اور تم دیکھو گے		
الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	لَمَّا جب	رَاَوُا وہ دیکھیں گے	الْعَذَابَ عذاب	يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے	هَلْ کیا	اِلٰى طرف۔کا	مَرَدٍّ لوٹنا	مِّنْ سَبِيْلٍ کوئی راہ
وَتَرٰىهُمْ اور تو دیکھے گا انہیں	يُعْرَضُوْنَ پیش کیے جائینگے وہ	عَلَيْهَا اس دوزخ پر	خٰشِعِيْنَ عاجزی کرتے ہوئے	مِنَ الذُّلِّ ذلت سے	يَنْظُرُوْنَ وہ دیکھتے ہونگے			
مِنْ سے	طَرْفٍ گوشۂ چشم	خَفِيٍّ پوشیدہ (نیم کشادہ)	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے مومن	اِنَّ بیشک	الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے		
الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	خَسِرُوْٓا خسارہ میں ڈالا	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو	وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے متعلقین	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	اَلَآ خوب یاد رکھو			
اِنَّ بیشک	الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	فِيْ میں	عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ہمیشہ رہنے والا عذاب	وَمَا كَانَ اور نہیں ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنْ اَوْلِيَآءَ کوئی کارساز		
يَنْصُرُوْنَهُمْ وہ مدد دیں انہیں	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَمَنْ اور جس	يُّضْلِلِ اللّٰهُ گمراہ کردے اللہ	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ سَبِيْلٍ کوئی راستہ			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں جو صفات اہل ایمان کی بیان فرمائی گئی تھیں وہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں موجود تھیں اور جن کو کہ کفار مکہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار کو بھی یہ جتلا دیا کہ یہ دنیا کی چند روزہ بہار اور ساز وسامان پر جو تم پھولے ہوئے ہو اور جس بنا پر تم انکار حق پر تلے ہوئے ہو تو اصل دولت یہ ساز سامان نہیں بلکہ اصل دولت یہ اخلاق اور اوصاف ہیں جن کی رہنمائی قرآن نے کی ہے اور جن کی بدولت اہل ایمان کو آخرت کی ایسی لازوال اور ابدی نعمتیں حاصل ہوں گی جو تمہارے اس فانی مال ودولت اور عیش وبہار سے بدرجہا بہتر اور برتر ہیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن جیسی بہترین کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجی جو نہایت موثر طریقہ سے زندگی کا صحیح راستہ بتا رہی ہے اور محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی ان کی رہنمائی کے لئے بھیجے کہ جن کی تعلیم وتربیت کے نتائج بھی ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں یہ سب دیکھ کر بھی اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کا منکر رہتا ہے اور ہدایت سے منہ موڑتا ہے تو پھر اللہ بھی اسے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے جس سے کہ وہ نکلنے کا خواہشمند نہیں ہے اور جب اللہ ہی کی توفیق اور دستگیری کسی کو نہ ملے تو پھر وہ کون ہے جو ایسوں کو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور گمراہی کے گڑھے سے نکال کر راہ راست پر لے آئے۔ ایسے منکرین کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ میدان حشر میں جب یہ ظالم عذاب کا معائنہ کریں گے تو یہ کہیں گے کہ کیا کوئی ایسی سبیل بھی ہے کہ ہم دنیا کی طرف پھر واپس کر دیئے جائیں اور پھر وہاں سے خوب نیک بن کر حاضر ہوں۔

قرآن پاک کی مختلف آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین اور ظالم نافرمان ومجرمین تین مواقع میں دنیا میں دوبارہ آنے کی اور نیک عمل کرنے کی تمنا کریں گے۔

ایک تو موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کی خوفناک حالت دیکھ کر جیسا کہ ۱۸ ویں پارہ سورہ مؤمنون میں فرمایا گیا **حتیٰ اذا جآء احدھم الموت قال رب ارجعون. لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا**۔ یعنی جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے پھر واپس بھیج دے تا کہ جس دنیا کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں جس کا جواب ہوگا کہ اجل آ جانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے میدان حشر میں جب جہنم کو اس طرح لایا جاوے گا کہ اس کی ہزار نکیلیں اونٹ کی طرح سے ہوں گی اور ہر ہر نکیل کو ستر ستر ہزار فرشتے پکڑے کھینچ رہے ہوں گے تو جہنم کو اس حالت میں دیکھ کر قیامت کے منکرین بہت گھبرائیں گے اور تمنا کریں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں جانے کی پروانگی مل جائے تا کہ دوبارہ دنیا میں جا کر نیک کام کریں۔ اسی دوسری تمنا کا ذکر اس آیت **لما راوا العذاب یقولون ھل الی مرد من سبیل** میں فرمایا گیا۔ یعنی جس وقت ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا تو کہتے ہوں گے کہ دنیا میں واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ یا جیسا سورہ انعام ساتویں پارہ میں فرمایا گیا **ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار فقالوا یلیتنا نرد ولانکذب باٰیات ربنا ونکون من المؤمنین**۔ اور اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں جبکہ یہ منکرین دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاویں گے تو اس کی ہول وہیبت کو دیکھ کر کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم دنیا میں پھر واپس بھیج دیئے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم پھر اپنے رب کی آیات مثل قرآن وغیرہ کو کبھی جھوٹا نہ بتاویں اور ہم ضرور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ یہ تو نافرمانوں اور مجرموں کی دو دفعہ کی تمنا دنیا میں دوبارہ آنے کی اور نیک عمل کرنے کی ہوئی۔ پھر جب یہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور عذاب جہنم کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکیں گے۔

پھر تیسری دفعہ یہی خواہش اور تمنا کریں گے جیسا کہ سورۃ فاطر ۲۲ ویں پارہ میں فرمایا گیا **وھم یصطرخون فیھا. ربنآ اخرجنا نعمل صالحاً غیر الذی کنا نعمل** یعنی وہ لوگ اس دوزخ میں چلاویں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو یہاں سے نکال لیجئے۔ ہم اب خوب اچھے اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ یہ ظالم منکرین قیامت کے عذابوں کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے مگر پھر اس کا موقع

کہاں۔ پھر بتلایا گیا کہ جب یہ ظالم جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور خدا کی نافرمانیوں کے باعث ان پر ذلت برس رہی ہوگی تو عاجزی سے مجرم کی طرح خوف و ذلت و ندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو تک رہے ہوں گے لیکن جس سے خوف کر رہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے اس وقت اہل ایمان اپنے بچنے پر شکر کرنے کے لئے اور ان ظالموں پر ملامت کرنے کے لئے کہیں گے کہ پورے خسارہ والے اور حقیقی نقصان والے وہ لوگ ہیں کہ جو اپنی جانوں سے اور بدبخت اپنے ساتھ اپنے متعلقین اور گھر والوں سے آج قیامت کے روز خسارہ میں پڑے اور آخرت کی ابدی نعمتوں سے خود بھی محروم رہے اور اپنے متعلقین کو بھی محروم رکھا اور سب دائمی عذاب میں گرفتار رہیں گے اور کوئی ان کا حامی اور مددگار نہ ہوگا۔ آخر میں نتیجہ کے طور پر فرمایا جاتا ہے کہ جس کو خدا گمراہ کردے اس کی نجات کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

تو یہاں ایمان نہ لانے پر کفار و مشرکین کو عذاب قیامت کی وعید سنائی گئی تھی آگے ان کو ایمان لے آنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ان کے ایمان نہ لانے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے حد شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارا حشر نشر اپنے نیک اور مومن بندوں کے ساتھ فرمائیں اور وہاں کی ذلت و رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھیں اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حق تعالیٰ ہماری چارہ سازی اور مدد فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ

تم اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کیلئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا، نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی

وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا

اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی (خدا سے) روک ٹوک کرنے والا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا، آپ کے ذمہ تو صرف (حکم کا) پہنچا دینا ہے،

الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ

اور ہم جب آدمی کو اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے، اور اگر (ایسے) لوگوں پر ان کے ان اعمال کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں،

اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے

اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ

اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی، اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے،

عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

بیشک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔

اِسْتَجِيْبُوْا تم قبول کرلو	لِرَبِّكُمْ اپنے رب کا فرمان	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّاْتِيَ کہ آئے	يَوْمٌ وہ دن	لَا مَرَدَّ پھیرنے والا نہیں	لَهٗ اس کیلئے	
مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مَا لَكُمْ نہیں تمہارے لئے	مِنْ کوئی مَلْجَاٍ کوئی پناہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے	مِنْ کوئی		
نَكِيْرٍ انکار (روک ٹوک کرنیوالا)	فَاِنْ پھر اگر	اَعْرَضُوْا وہ منہ پھیرلیں	فَمَا تو نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے بھیجا تمہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	حَفِيْظًا نگہبان	
اِنْ نہیں	عَلَيْكَ آپ پر۔ذمے	اِلَّا سوا	الْبَلٰغُ پہنچانا	وَاِنَّا اور بیشک	اِذَا جب	اَذَقْنَا چکھاتے ہیں ہم	الْاِنْسَانَ انسان
مِنَّا اپنی طرف سے							
رَحْمَةً رحمت	فَرِحَ بِهَا خوش ہو جاتا ہے اس سے	وَاِنْ اور اگر	تُصِبْهُمْ پہنچے انہیں	سَيِّئَةٌ کوئی برائی	بِمَا اس کے بدلے	قَدَّمَتْ آگے بھیجا	
اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں	فَاِنَّ الْاِنْسَانَ تو بیشک انسان	كَفُوْرٌ بڑا ناشکرا	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	
يَخْلُقُ وہ پیدا کرتا ہے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے	يَهَبُ وہ عطا کرتا ہے	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	اِنَاثًا بیٹیاں	وَيَهَبُ اور عطا کرتا ہے		
لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	الذُّكُوْرَ بیٹے	اَوْ یا	يُزَوِّجُهُمْ جمع کر دیتا ہے انہیں	ذُكْرَانًا بیٹے	وَّاِنَاثًا اور بیٹیاں	وَيَجْعَلُ اور کر دیتا ہے	
مَنْ يَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	عَقِيْمًا بانجھ	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا ہے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کو دنیا میں ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب قیامت کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں جب یہ ظالم عذاب کا معائنہ کریں گے تو پھر پچھتائیں گے اور دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوگی اور جس وقت جہنم کے سامنے لاکر کھڑے کئے جائیں گے تو شرم کے مارے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور

ذلت اور ندامت سے ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔ کسی سے پوری طرح آنکھ نہ ملا سکیں گے اور اس آخرت کے عذاب سے ان کو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا وہاں دوست ملاقاتی۔ یار مددگار کوئی بھی کام نہ آسکے گا۔ یہ وعید سنانے کے بعد آگے ان آیات میں تمام لوگوں کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور سمجھایا جاتا ہے کہ اے لوگو تم نے یہ وعید سن لی۔ دیکھو ہم تمہاری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ تم کفر وعناد اور ظلم وفساد کو چھوڑ دو اور اپنے پروردگار کا حکم ایمان وغیرہ لانے کے بارے میں مان لو اور اللہ کے تابع اور فرمانبردار بن جاؤ اور مرنے سے پہلے اس کے بندے بن جاؤ ورنہ قیامت کے دن تباہ ہوگے اور اس دن نافرمانوں کے سر سے اللہ کا عذاب ٹل نہیں سکتا۔ اللہ کی جانب سے وہاں کوئی مہلت نہ ملے گی اور نہ عذاب میں تاخیر ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے وہاں اس کا کوئی موقع نہیں۔ مجرموں کو وہاں پناہ کی کوئی جگہ نہ مل سکے گی اور نہ وہ گناہوں سے مکر سکیں گے اور نہ یہ ممکن ہوگا کہ وہاں انجان بن کر چھپ جائیں اور نظر نہ پڑیں اور نہ اس روز کوئی خدا سے روک ٹوک کرنے والا ہے کہ اتنا ہی پوچھ لے کہ ان کا یہ حال کیوں بنایا گیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ باتیں ان لوگوں کو سنا دیجئے اور بتلا دیجئے۔ اگر یہ لوگ یہ سب سن کر بھی اعراض کریں اور ایمان نہ لائیں اور روگردانی ہی کرتے رہیں تو آپ کا کچھ حرج نہیں آپ فکر رنج میں نہ پڑیں آپ ان پر کوئی نگران اور داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں کہ ان کو زبردستی سیدھے راستہ پر لے ہی آویں اور آپ سے ان کے اعمال کی باز پرس ہو۔ آپ کا فرض پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے جسے آپ ادا کر رہے ہیں۔ پس آپ بریٔ الزمہ ہیں۔ اب یہ نہ مانیں تو جائیں جہنم میں۔ اس قسم کے انسانوں کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ اللہ انعام واحسان فرمائے اور خوشحالی اور خوش عیشی دے تو اکڑنے اور اترانے لگتے ہیں پھر جہاں اپنے کرتوتوں کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی اور مصیبت آپڑی تو منہ سے کفر کے کلمے نکلنے لگتے ہیں اور سب نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکرا بن جاتا ہے گویا اس پر کبھی اچھا وقت ہی نہ آیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی یا عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی حق تعالیٰ سے بے تعلقی ایسے لوگوں کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ پس ان سے آپ ایمان کی توقع کیوں رکھیں جو موجب غم ہو۔ یہ تو مومنین اور قانتین ہی کا شیوہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال میں اس کے انعامات اور احسانات کو فراموش نہیں کرتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفر وشرک کی حماقت میں جو لوگ مبتلا ہیں وہ اگر سمجھانے سے نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہے۔ زمین اور آسمان کی بادشاہی اور تمام کائنات کی سلطنت کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کا حکم چلتا ہے اور اللہ کی مطلق بادشاہی ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ وہ جو چیز چاہے پیدا کرے اور جو چیز جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے چنانچہ دنیا کے حالات میں دیکھ لو کسی کو سرے سے اولاد نہیں ملتی۔ کسی کو ملتی ہے تو صرف بیٹیاں کسی کو صرف بیٹے کسی کو دونوں جڑواں یا الگ الگ۔ اس میں کسی کا کچھ دعویٰ نہیں۔ وہ اپنے علم وحکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ارادہ کو روک دے یا اس کی تخلیق وتقسیم پر حرف گیری کر سکے۔ انه علیم قدیر۔ بے شک وہی سب کچھ جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔

یہاں یہ آیات لله ملک السموٰت والارض ط یخلق مایشآء ط یهب لمن یشآء اناثاً ویهب لمن یشآء الذکور ع اویزوجهم ذکراناو اناثاً ع ویجعل من یشاء عقیماً ط انه علیم قدیر۔ (اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا

ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بیشک وہی بڑا جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے) قابل غور ہیں اس لحاظ سے کہ کوئی انسان خواہ وہ بڑے سے بڑا دنیوی اقتدار کا مالک بنا ہوا ہو کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا کہ دوسروں کو دلوانا تو درکنار خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی تدبیر سے اولاد والا نہ بن سکا جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیئے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا اس معاملہ میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے بلکہ بچہ کی پیدائش سے پہلے کوئی یہ تک معلوم نہ کر سکا کہ رحم مادر میں لڑکا پرورش پا رہا ہے یا لڑکی یہ سب دیکھ کر بھی اگر کوئی خدا کی خدائی اور اس کے اختیارات میں کسی تدبیر کو دخیل سمجھے کہ جس کے باعث اولاد پیدا کرنے نہ کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ اور قدرت میں سمجھے تو کیا یہ قرآنی تعلیم اور عقیدہ سے ٹکراؤ اور اس کے مقابل نہیں۔ آپ کے ملک میں جس خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک چلائی جا رہی ہے اس میں کیا نظریہ کام کر رہا ہے؟ یہی نا کہ اپنے اختیار سے اولاد پیدا نہ کرو۔ **استغفر اللہ و لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔**

ان آیات میں اولاد کی قسمیں بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ لڑکوں کا ذکر بعد میں فرمایا۔ اسی بنا پر بعض اکابر سلف نے فرمایا کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہوتی ہے وہ مبارک ہوتی ہے۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں کفار کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایک اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے عقیدہ اور عمل قرآن پاک کی تعلیمات کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے علیم و قدیر ہونے کا یقین کامل نصیب فرما۔ اور اپنی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا اور کفران نعمت سے بچایئے۔

یا اللہ اس زندگی میں اپنے احکام کی فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرما اور آخرت کی ذلت و رسوائی سے اپنی پناہ بخشیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ

اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتہ کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے

بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا

جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے، وہ بڑا عالیشان ہے بڑی حکمت والا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس بھی وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے،

كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کیا ہے ولیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے

عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں۔ یعنی اس خدا کے راستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اور جو کچھ زمین میں ہے، یاد رکھو سب اُمور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لِبَشَرٍ کسی بشر کو	اَنْ يُّكَلِّمَهُ کہ اس سے کلام کرے	اللّٰهُ اللہ	اِلَّا وَحْيًا مگر وحی سے	اَوْ یا	مِنْ وَّرَآئِ پیچھے سے		
حِجَابٍ ایک پردہ	اَوْ يُرْسِلَ یا وہ بھیجے	رَسُوْلًا کوئی فرشتہ	فَيُوْحِيَ پس وہ وحی کرے	بِاِذْنِهٖ اس کے حکم سے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہے	اِنَّهٗ بیشک وہ		
عَلِيٌّ بلندتر	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَ اور	كَذٰلِكَ اسی طرح	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	رُوْحًا قرآن	مِّنْ اَمْرِنَا اپنے حکم سے	
مَا كُنْتَ تَدْرِيْ تم نہ جانتے تھے	مَا الْكِتٰبُ کیا ہے کتاب	وَلَا الْاِيْمَانُ اور نہ ایمان	وَلٰكِنْ اور لیکن	جَعَلْنٰهُ ہم نے بنادیا اسے	نُوْرًا نور			
نَّهْدِيْ بِهٖ ہم ہدایت دیتے ہیں اس سے	مَنْ نَّشَآءُ جس کو ہم چاہتے ہیں	مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے	وَاِنَّكَ اور بیشک تم					
لَتَهْدِيْٓ ضرور رہنمائی کرتے ہو	اِلٰى طرف	صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	صِرَاطِ اللّٰهِ راستہ اللہ کا	الَّذِيْ لَهٗ وہ جس کیلئے	مَا جو کچھ		
فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَ اور	مَا جو کچھ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اَلَآ یاد رکھو	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	تَصِيْرُ بازگشت	الْاُمُوْرُ تمام کام	

تفسیر وتشریح: یہ سورہ شوریٰ کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ سورۃ کے خاتمہ پر پھر بھی اسی مضمون کو لیا گیا ہے جو سورۃ کی ابتدا میں ارشاد ہوا تھا۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر جہاں اور طرح طرح کے اعتراضات وشبہات کرتے تھے منجملہ ان کے کفار کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ یا فرشتہ بالمشافہ رو در رو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن کی دعوت یہ کہہ کر پیش

فرماتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میں تمہیں سنا رہا ہوں تو کفار اعتراضاً کہتے ہیں کہ آخر یہ بات کیسے مان لی جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ کیا خدا ان کے پاس آتا ہے؟ یا یہ خدا کے پاس جاتے ہیں؟۔ یا ان کی اور خدا کی بات چیت ہوتی ہے؟ اگر یہ واقعی رسول ہیں اللہ کے تو خدا یا اس کے فرشتے ہم سے رو در رو یعنی آمنے سامنے ہو کر کیوں نہیں ایسا کہہ دیتے۔ کفار کے اس شبہ کا جواب دیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کوئی بشر

یا انسان اپنی دنیوی اور فطری ساخت اور موجودہ قویٰ کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ خداوند قدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے اس لئے کسی بشر سے خدا کے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک الہام سے یعنی قلب میں کوئی بات ڈال دی جائے بلا واسطہ خواہ سوتے میں یا جاگتے میں۔ دوسرے ۲ حجاب یا پردہ کے باہر سے کہ بندہ آواز تو سنے مگر بولنے والا اسے نظر نہ آئے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر ہوا تھا کہ ایک درخت سے انہیں یکا یک آواز آنی شروع ہوئی مگر بولنے والا ان کی نگاہ سے اوجھل تھا۔ یہ دوسرا طریقہ ہوا۔ تیسری ۳ صورت یہ کہ خدا کسی فرشتے کو بھیج دے اور وہ خدا کے حکم سے اس کا کلام اور پیام بندہ کو پہنچا دے۔ اس طریق کے وحی کے مخاطب حضرات انبیاء تو قطعی ہوتے ہیں اور غیر انبیاء کے لئے بھی اس کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت مریم کے بارہ میں قرآن مجید ہی سے ثابت ہے۔ الغرض خدا کے کلام کی بشر سے یہ تین صورتیں ہیں اور خدا کی ذات اس سے بہت بالا اور برتر ہے کہ وہ کسی بشر سے رودررو کلام کرے اس لئے یہ عادت اللہ کے خلاف ہے کہ خود انسان موجودہ حالت میں اس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ کلام کے تین ممکن طریقہ بیان فرما کر ارشاد ہوا انه علی حکیم۔ وہ بڑا عالیشان ہے کہ اس سے جب تک وہ خود تحمل نہ دے کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ اس کا علو مانع ہے کہ بے حجاب کلام کرے مگر اس کے ساتھ ہی وہ بڑی حکمت والا بھی ہے اس لئے بندوں کی رعایت سے تین طریقے کلام کے مقرر فرما دیئے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح بشر کے ساتھ ہم کلام ہونے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اسی طرح یعنی اسی قاعدہ کے موافق ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی اور آپ کو نبی بنایا اور آپ کی نبوت کا ثبوت اس پر موقوف نہیں کہ ہم لوگوں سے رو در رو یہ آ کر کہیں۔ اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ جب آپ سے باوجود صلاحیت رسالت کے بالمشافہ رودررو کلام نہیں ہوتا بلکہ بطریق مذکورہ کلام ہوتا ہے تو یہ معترضین کس شمار میں ہیں۔ الغرض یہ کتاب ہم نے آپ پر وحی کی ہے۔ اس میں شبہ اور اعتراض کی کیا بات ہے اور اس سے قبل یعنی نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب کیا چیز ہے۔ گو نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی حاصل ہوتا ہے مگر کمال ایمان نبوت سے ہوتا ہے تو اس طرح خدا کی طرف سے آپ کو یہ قرآن اور نبوت دی گئی اور اس قرآن کو آپ کے لئے اولا اور بعد کو دوسروں کے لئے ایک نور اور روشنی بنا دیا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ حق دکھاتے ہیں۔ پس اس کتاب کے نور عظیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اب جو اندھا ہی ہو وہ اس نور کے نفع سے محروم بلکہ اس کا منکر ہے جیسے یہ معترضین اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ اس قرآن اور وحی کے ذریعہ سے عام لوگوں کو ایک سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں آگے اس راستہ کا بیان ہے جس کی طرف آپ ہدایت فرماتے ہیں یعنی آپ اس خدا کے راستہ کی ہدایت کرتے ہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی کسی کی شرکت نہیں ہے۔ لہٰذا لوگوں کو لایعنی شبہات سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس راستہ پر چلنا چاہئے۔ اس کے بعد آخری تنبیہ کفار و مشرکین کو دی جاتی ہے کہ خوب سن لو تمام معاملات بالآخر خدا تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ سب کو اسی کے حضور میں پیش ہونا ہے پس وہ سب پر جزا و سزا جاری فرمائے گا۔

حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ کسی انسان کے لئے اس دنیا میں بالمشافہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنا ممکن نہیں۔ اور شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ سے کلام فرمانا

۰۰اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ وہ کلام اس عالم دنیا میں نہیں تھا بلکہ عالم ساوات میں تھا۔ اسی طرح جنت میں پہنچ کر ہر جنتی حق تعالیٰ کی زیارت و دیدار سے مشرف ہوگا جو اس عالم دنیا میں ممکن نہیں کیونکہ انسان کی قوت بینائی کا ضعف اس کیلئے زیارت حق سے حجاب بن جاتا ہے۔ اور جنت میں جنتی کی قوت بینائی قوی کردی جائے گی اس لئے ہر جنتی حق تعالیٰ کے دیدار و زیارت سے مشرف ہو سکے گا۔ نیز ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ قبل وحی یعنی نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ ایمان کیا چیز ہے تو مفسرین نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایمان سے واقفیت نہ ہونے کے مطلب یہ ہیں کہ ایمان کی تفصیلات اور شرائع ایمان یا ایمان کا اعلیٰ مقام جو بعد وحی و نبوت حاصل ہوتا ہے۔ وحی سے پہلے اس سے واقفیت نہیں ہوتی۔ ورنہ باجماع امت یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو رسالت و نبوت کے شرف سے نوازتے ہیں اس کو ابتدا ہی سے ایمان پر پیدا فرماتے ہیں۔ ان کی فطرت ایمان پر مبنی ہوتی ہے۔ عطاء نبوت اور نزول وحی سے پہلے بھی وہ پکے مومن و موحد ہوتے ہیں۔ اصول ایمان ان کی فطرت و خلقت میں داخل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے جب ان کی قوموں نے مخالفت کی تو ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے مگر کسی پیغمبر پر کسی امت نے یہ الزام نہیں لگایا کہ تم بھی تو نبوت کے دعوے سے پہلے ہماری طرح بتوں کی پوجا و پرستش کرتے تھے۔ (معارف القرآن) عصمت انبیاء یہ امت کا اصولی مسئلہ ہے جس کے مطابق تمام انبیاء جب سے پیدا ہوئے وہ توحید اور ایمان ہی پر قائم رہے نبوت سے قبل بھی اور نبوت کے بعد بھی ہاں یہ ضرور ہے کہ ایمان کی تفصیلات کا وہ علم اور ایمان کا اعلیٰ اور اکمل مقام جو بعد نبوت حاصل ہوتا ہے وہ نبوت اور نزول وحی سے قبل نہیں ہوتا۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا۔ ما کنت تدری ما الکتٰب و لا الا یمان یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل نزول وحی آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب اللہ کیا ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا کمال اقصیٰ جو کہ اب حاصل ہے کیا چیز ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و قرآن عطا کیا۔

دعا کیجئے

اس قرآنی نور عظیم سے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی منور فرمائیں اور اس قرآن پاک کے ذریعہ سے حق تعالیٰ ہم کو ہدایت کے راستہ پر چلنا نصیب فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صراط مستقیم دکھائی ہے حق تعالیٰ اس پر چلنا ہمارے لئے آسان فرمائیں اور ہم کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ہدایت کے خزانہ آپ ہی کے دست قدرت میں ہیں۔ آپ ہی جس کو چاہتے ہیں ہدایت عطا فرماتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرماتے ہیں۔

یا اللہ! ہم آپ ہی سے ہدایت کے طالب ہیں۔ اپنے فضل و کرم سے ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرما اور پھر اس پر استقامت نصیب فرما۔ یا اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراط مستقیم کی تلقین فرمائی ہے۔ اسی صراط مستقیم پر ہم کو چلنا اور قائم رہنا نصیب فرما اور اسی صراط مستقیم پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٣ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ

حٰمٓ۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ (اے عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو۔ اور وہ ہمارے پاس

الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٤

لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔

حٰمٓ حٰمٓ	وَالْكِتٰبِ قسم ہے کتاب	الْمُبِيْنِ واضح	اِنَّا بیشک ہم	جَعَلْنٰهُ ہم نے اسے بنایا	قُرْءٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی زبان	لَّعَلَّكُمْ تا کہ تم	
تَعْقِلُوْنَ سمجھو	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	فِيْٓ میں	اُمِّ الْكِتٰبِ اصل کتاب لوح محفوظ	لَدَيْنَا ہمارے پاس	لَعَلِيٌّ بلند مرتبہ	حَكِيْمٌ با حکمت		

تفسیر وتشریح

الحمدللہ اب پچیسویں ۲۵ پارہ کی سورہ زخرف کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ، مقام نزول، خلاصہ مضامین، تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ۳۵ ویں آیت میں لفظ زخرف آیا ہے۔ زخرف کے معنٰی ہیں سنہرا، آراستہ، زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو زخرف کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے سونے کو زخرف کہا جاتا ہے۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں دنیوی مال ودولت۔ سونا چاندی کی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دنیا کی جاہ ودولت اللہ کے نزدیک کس قدر حقیر ہے۔ اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام زخرف قرار پایا۔

قرآن پاک کی حم سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے یہ چوتھی سورۃ ہے۔ اور حم سے شروع ہونے والی سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازے سے داخل نہ کیجیو۔

موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۳ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶۱ بیان کیا گیا یعنی ۶۰ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھی اور ۵۳ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۸۹ آیات ۷ رکوعات ۸۴۸ کلمات اور ۳۶۵۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں مثلاً اثبات توحید۔ ابطال شرک۔ اثبات وحی و رسالت۔ بعض اعتراضات مشرکین اور ان کے جوابات۔ تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تحقیر دنیا۔ تہدید منکرین۔ توحید و رسالت کی تائید میں حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے۔ مومنین صادقین کے لئے قیامت کے وعدے اور منکرین ومکذبین کے لئے قیامت کی وعیدیں۔ مکی دور میں جس قدر قرآن کی سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں عملیات واحکامات کا بہت کم حصہ ہے۔ زیادہ تر اعتقادیات کی تعلیم ہے۔ اور مدنی دور کی سورتوں میں

زیادہ تر احکام و عملیات کی تعلیم ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ ایک نہایت واضح اور روشن کتاب ہے۔ اس کا مرتبہ نہایت بلند ہے اور اس میں سراسر دانائی کی باتیں بھری ہوئی ہیں پھر اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی کہ تم جتنی چاہے زیادتیاں اور شرارتیں کرو مگر یہ خدا کی کتاب پوری کی پوری نازل ہو کر رہے گی اور ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیل کر رہے گا۔ تم نہ مانو گے تو جو تم سے زیادہ سمجھ دار ہیں وہ مانیں گے خدا نے پہلی قوموں میں بھی اپنے رسول بھیجے تھے۔ احمقوں نے ان انبیاء کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا لیکن پھر کیا ہوا خدا نے ان کو ان کی گستاخی کی سزا دی اور اب صرف ان کی کہانیاں ہی باقی رہ گئیں اور ان کے حالات منکرین کو اس کتاب میں سنا دیئے گئے تا کہ وہ عبرت پکڑیں۔ منکرین سے پھر پوچھا جاتا ہے کہ تم آخر اللہ تعالیٰ کو مانتے کیوں نہیں؟ اتنا تو تم بھی اقرار کرتے ہو کہ یہ ساری کائنات اللہ نے پیدا کی۔ پھر اللہ کی ہدایات پر کیوں نہیں چلتے؟ آسمان سے مینہ وہ برساتا ہے۔ خشکی و تری میں چلنے پھرنے کے ذرائع کشتیاں۔ بوجھ اٹھانے والے جانور سب تمہارے لئے اس نے بنائے۔ تو کیا تمہیں اس کا شکر ادا کرنا نہیں چاہئے اور الٹا اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔ یہ کتنی بے عقلی ہے کہ یہ کفار و مشرکین اللہ کی اولاد مانتے ہیں اور وہ بھی بیٹیاں حالانکہ خود اپنے لئے بیٹیاں بری سمجھتے ہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ کے کوئی اولاد نہیں۔ جو ہے اس کا بندہ ہے۔ اور وہ سب کا خالق و مالک ہے۔ کفار و مشرکین کو سمجھایا گیا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کی پچ مت کرو بلکہ سچائی کے طلب گار بنو اور قرآن کی پیروی کرو۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کو اور قوم کو گمراہ پا کر ان کا طریقہ چھوڑا اور اللہ کو اپنا اکیلا معبود مانا اور توحید کا ڈنکا بجایا اور اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کر گئے مگر بعد کے لوگ دنیا کی بیہودہ باتوں میں پڑ کر توحید کو چھوڑ بیٹھے اور جب اللہ کے رسول انہیں سمجھانے آئے تو ان کا کہنا ماننے سے انکار کیا۔ اب یہ کفار مکہ بھی رسول اللہ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں اور بہانہ انکار کا یہ بناتے ہیں کہ رسول تو کوئی مشہور اور مال و دار دولت مند کو ہونا چاہئے تھا۔ اس کا جواب دیا گیا کہ کوئی ان منکرین سے پوچھے کہ کیا تم اللہ کی رسالت کے ٹھیکے دار ہو کہ اپنی مرضی کے مطابق اسے بانٹو۔ دنیا کے مال و دولت پر کیا فخر کرتے ہیں۔ خدا کے ہاں دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ رسالت دنیا کی ساری دولتوں سے بڑھ کر حیثیت رکھتی ہے اور وہ اس کو ملتی ہے جو خدا کے نزدیک اس لائق ہو۔ دنیا کی دولت جو خدا کے نزدیک نہایت حقیر اور صغیر چیز ہے وہ کافروں کو بہت کچھ دے ڈالتے یہاں تک کہ وہ سونے چاندی کے گھر بنا لیتے لیکن اتنی دولت اس لئے نہیں دی کہ کہیں وہ لوگ کفر کو اچھا نہ سمجھ بیٹھیں کہ اس سے دولت ملتی ہے اور اس لئے سب کفر ہی کو اختیار کر لیں۔ نادانو دنیا کے مال و دولت میں کچھ نہیں دھرا اصل چیز عاقبت و آخرت ہے اور وہ مومن متقی پرہیزگاروں کے لئے ہے جو جنت میں دائمی عیش کریں گے۔ جو دنیا ہی کو سب کچھ جان بیٹھا اور اللہ کی طرف سے منہ پھیرا وہ شیطان کا ساتھی بن جائے گا اور آخرت میں دکھ درد اٹھائے گا۔ دیکھو مصر کے فرعون نے سرکشی کی اور ملک و مال پر مغرور ہو کر خدائی تک کا دعویٰ کر بیٹھا اور خدا کے رسول موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا۔ آخر اس کا انجام کیا ہوا۔ ذلت کی موت مارا گیا اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی بابت بتلایا گیا کہ وہ اللہ کی قدرت کا ایک نمونہ ہیں جن کو لوگ عجائبات قدرت سمجھ کر انہی کی پوجا کرنے لگے حالانکہ خود عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور ان کی تعلیم یہی تھی کہ میرا اور سب کا پالنے والا صرف ایک اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ جو لوگ دنیا میں اللہ کے بندے بن کر رہے اور اس کا حکم بجا لاتے رہے ان کو قیامت میں جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرح کا چین سکھ اور آرام نصیب ہوگا اور جو ان کی آرزو ہوگی سب پوری کی جائے گی۔ ان کے برخلاف مجرمین جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور ہمیشہ طرح طرح کے عذاب بھگتے رہیں گے۔ اخیر

میں بتلایا گیا کہ ان کفار نے اس قدر ڈھٹائی اور بے پروائی اختیار کی کہ ہمارے رسول کو ہماری جناب میں کہنا پڑا کہ اے میرے رب میں نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ غرض ہر طرح انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر یہ ایسے ضد و عناد میں ڈوبے ہیں کہ میری بات ہی نہیں سنتے اور ایمان سے دور بھاگتے ہیں تو ہم نے اپنے رسول کی یہ بات سن لی اور ہم اپنے رسول کی ان سرکش لوگوں کے مقابلہ میں ضرور مدد کریں گے۔ اور وقت عنقریب ہے کہ جب ان کی جلدی ہی بری گت بننے والی ہے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور حقیقت معلوم ہوگی۔ یہ ہے خلاصہ مضامین اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے حروف مقطعات اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کے صحیح مطلب اور معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد فرمایا گیا قسم ہے اس واضح کتاب یعنی قرآن کریم کی۔ کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات ۷ مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اسی لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔ بعض علما نے فرمایا کہ قرآن شریف عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن میں بھی قسمیں کھائی گئیں تا کہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔ مگر یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لیا جائے کہ شریعت اسلامیہ میں انسان کے لئے کسی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں۔ صرف اللہ پاک کے ذات اور نام کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ پھر عرب میں گو ایام جاہلیت میں صدہا قبائح موجود تھے مگر جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر قسم کھانا بہت ہی سخت بات سمجھی جاتی تھی اور ان کا یقین تھا کہ جو کوئی قسم کھا کر جھوٹ بولے گا کبھی سر سبز نہ ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ کتاب مبین کی قسم کھا کر یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو عربی زبان کا قرآن بنایا تا کہ اے اہل عرب تم باسانی سمجھ سکو۔ تو یہاں قسم جس بات پر کھائی گئی وہ یہ کہ یہ خداوند عالم کا کلام ہے اور یہ جو فرمایا کہ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ تم اسے سمجھ سکو تو اگرچہ قرآن کا نزول تمام اقوام عالم کے لئے ہوا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عرب تھے اس لئے عربی میں اس کا ہونا ضروری تھا کیونکہ اگر یہ کسی عجمی زبان میں ہوتا تو عرب جو مخاطبین اوّل تھے وہ یہ عذر کر سکتے تھے کہ ہم اس کے کلام الٰہی ہونے نہ ہونے کی جانچ کیسے کریں جبکہ یہ ہماری سمجھ ہی میں غیر عربی ہونے کی وجہ سے نہیں آرہا۔ تو چونکہ عرب قوم میں اس کا نزول ہوا اس لئے عربی ہی میں نازل کیا گیا تا کہ مخاطبین اوّلین کو اس کے سمجھنے میں عذر باقی نہ رہے۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔ تو مقصود یہاں قرآن کی فضیلت کا اظہار ہے کہ جب یہ کتاب اہل عرب کے لئے سمجھنے میں بھی آسان ہے اور خاص اللہ تعالیٰ کے زیر حفاظت ہے اور پھر نہایت عظیم المرتبہ بھی ہے جس کے مضامین بھی نہایت نافع اور حکیمانہ ہیں تو پھر ایسی کتاب کو ضرور ماننا چاہئے۔ اب اگر کوئی اپنی نادانی سے یا حماقت سے اس کتاب کی قدر و منزلت نہ پہچانے اور اس کی حکیمانہ تعلیمات سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ اس کی اپنی بدبختی اور بدقسمتی ہے۔

ابھی آگے بھی قرآن کریم ہی کے متعلق مضمون جاری ہے نیز مضمون رسالت و توحید کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَن كُنتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي 3

کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو۔ اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی

الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم

بھیجتے رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو۔ پھر ہم نے اُن لوگوں کو جو کہ ان سے زیادہ زور آور تھے

بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ

غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہو چکی ہے۔ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ

ان کو زبردست جاننے والے (خدا) نے پیدا کیا ہے، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں اس نے تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔

تَهْتَدُونَ ۝ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝

اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز سے برسایا، پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو زندہ کیا، اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔

أَفَنَضْرِبُ کیا ہم ہٹالیں	عَنكُمُ تم سے	الذِّكْرَ نصیحت	صَفْحًا اعراض کرکے	أَن کہ	كُنتُمْ تم ہو	قَوْمًا لوگ	مُّسْرِفِينَ حد سے گزرنے والے	
وَكَمْ أَرْسَلْنَا اور بہت بھیجے ہم نے	مِن نَّبِيٍّ نبی	فِي الْأَوَّلِينَ پہلے لوگوں میں	وَمَا يَأْتِيهِم اور نہیں آیا ان کے پاس	مِّن نَّبِيٍّ کوئی نبی	إِلَّا مگر			
كَانُوا وہ تھے	بِهِ اس سے	يَسْتَهْزِئُونَ ٹھٹھا کرتے	فَأَهْلَكْنَا پس ہم نے ہلاک کیا	أَشَدَّ سخت	مِنْهُم ان سے	بَطْشًا پکڑ	وَمَضَىٰ اور گزر چکی	مَثَلُ مثال حالت
الْأَوَّلِينَ پہلے	وَلَئِن اور اگر	سَأَلْتَهُم تم ان سے پوچھو	مَّنْ کس	خَلَقَ السَّمَاوَاتِ پیدا کیا آسمانوں کو	وَالْأَرْضَ اور زمین	لَيَقُولُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے		
خَلَقَهُنَّ انہیں پیدا کیا	الْعَزِيزُ غالب	الْعَلِيمُ علم والا	الَّذِي وہ جس	جَعَلَ بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْأَرْضَ زمین	مَهْدًا فرش	وَجَعَلَ اور بنائے
لَكُمْ تمہارے لئے	فِيهَا اس میں	سُبُلًا راستے۔ جمع سبیل	لَّعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَهْتَدُونَ تم راہ پاؤ	وَالَّذِي اور وہ جس	نَزَّلَ اتارا	مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے	
مَاءً پانی	بِقَدَرٍ ایک اندازہ سے	فَأَنشَرْنَا پھر زندہ کیا ہم نے	بِهِ اس سے	بَلْدَةً مَّيْتًا شہر مردہ	كَذَٰلِكَ اسی طرح	تُخْرَجُونَ تم نکالے جاؤ گے		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتدا قسمیہ کلام سے فرمائی گئی تھی اور عام اہل عرب کو مخاطب کر کے بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے تاکہ تم اسے باسانی سمجھ لو۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن پاک بڑی بلند مرتبہ اور پراز حکمت کتاب ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے وقت سے لے کر تمام ۱۳ سالہ قیام مکہ کے دور میں کفار مکہ ہاتھ دھو کر آپ کے پیچھے پڑے رہے۔ ہر طرح کی مخالفت اور عداوت برتی۔ آپ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے حتیٰ کہ آپ کو قتل تک کر دینے کی ٹھان لی اس حالت میں منکرین کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمہاری زیادتیوں اور شرارتوں کی وجہ سے اس بیش قیمت اور عظیم المرتبت اور نصیحانہ و حکیمانہ کتاب کو روکا نہیں جا سکتا کہ تم قرآن کو جھٹلاؤ اور نہ مانو تو اس درس نصیحت کا سلسلہ بند کر دیا جائے اور تم کو مخاطب بنانا چھوڑ دیا جائے۔ خواہ تم مانو یا نہ مانو

نصیحت تو بند کی جاوے گی اور یہ سلسلہ فیض کامل ہو کر رہے گا۔ تمہارے ایمان نہ لانے اور اس قرآن کا انکار کرنے سے نزول قرآن اور تبلیغ قرآن موقوف نہیں کی جائے گی۔ اللہ کی رحمت و حکمت دونوں کا تقاضہ ہے کہ یہ فیض کامل جاری رہے چنانچہ ۲۳ سال کے عرصہ تک یہ قرآن نازل ہوتا رہا اور نہ ماننے والوں کے انکار اور بد باطن لوگوں کی شرارت کی وجہ سے انہیں نصیحت اور موعظت کرنی نہیں چھوڑی گئی۔ جو ان میں نیکی والے اور سمجھ دار تھے وہ درست ہوئے اور جنہوں نے باطل پر اصرار کیا ان پر حجت تمام ہوئی۔ اگر منکرین کی شرارت اور بیہودگی نبی اور کتاب بھیجنے میں مانع ہوتی تو کسی قوم میں بھی کوئی نبی نہ آتا اور نہ کتاب بھیجی جاتی مگر گذشتہ امتوں اور پہلے لوگوں میں بھی باوجود ان کی تکذیب کے اللہ تعالیٰ نبی بھیجتے رہے۔ یہ نہیں ہوا کہ کسی کی تکذیب سے سلسلہ نبوت بند ہو جاتا آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا اور ان کی تعلیمات کو بھی جھٹلایا گیا لیکن انبیاء کا مقابلہ اور ان سے عداوت کرنے میں بڑے بڑے مغرور اور ظاہری طاقت رکھنے والے بھی آخر برباد ہوئے۔ عبرت کے لئے گذشتہ مکذبین کی تباہی کی مثالیں مذکور ہو چکیں جو زور اور قوت میں ان کفار مکہ سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو اے کفار مکہ تم کاہے پر مغرور ہوتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ کی توحید عظمت و قدرت اور کمال تصرف کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو ایک حد تک منکرین و مشرکین کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ مشرکین عرب اکثر اور عموماً اللہ کی ذات کا اقرار کرتے تھے اور ان کا بھی خیال تھا کہ دنیا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنا تو اللہ ہی کا کام ہے لیکن وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے کہ انسانی ضروریات اور چھوٹے موٹے روزمرہ کے کام دیوی دیوتاؤں اور ستارہ۔ شمس۔ قمر۔ وغیرہ کے حوالہ ہیں۔ اس لئے ان کو خوش رکھنا اور ان کی پوجا پاٹ کرنا بھی ضروری ہے۔ تو ان کے اس خیال کی تردید میں اور ابطال شرک اور اثبات توحید کے لئے فرمایا جاتا ہے کہ اگر ان مشرکین سے کوئی پوچھے کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے تو فوراً ان کے منہ سے یہی نکلے گا کہ ان کو زبردست جاننے والے خدا نے پیدا کیا ہے تو وہ یہ مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں کیونکہ اللہ کو خالق ماننے میں یہ اقرار پوشیدہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اختیار اور قوت والا ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور اس کے سوا اس جیسی قوت اور علم کسی میں نہیں۔ آگے مشرکین کو قائل کرنے کے لئے ذات خالق واحد کی بعض دوسری صفات اور قدرت کا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ زمین و آسمان اسی نے پیدا کیا ہے جس نے تمہارے آرام کے لئے اس زمین کو مثل فرش کے بنایا کہ اس پر آرام کرتے ہو۔ یعنی اس زمین کو نہ اتنا زیادہ نرم بنایا کہ انسان زمین میں دھنس جائیں۔ نہ اتنا سخت بنایا کہ اس کا کھودنا مشکل ہو نہ اتنا چکنا بنایا کہ لیٹنا اور کھڑا ہونا ناممکن ہو۔ نہ اتنا گرم بنایا کہ تپش سے جلا دے۔ نہ اتنا سرد کہ ٹھٹھرا دے۔ اور اس زمین میں اس نے راستے بنا دیئے کہ ان راستوں میں چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ پہاڑوں کے بیچ میں درے۔ اور پھر دریا۔ ندی۔ نالے وغیرہ وہ قدرتی راستے ہیں جو اللہ نے زمین کی پشت پر بہا دیئے ہیں تاکہ ان قدرتی راستوں کی مدد سے اپنا راستہ معلوم کر سکو اور جہاں جانا چاہتے ہو وہاں پہنچ سکو۔ پھر آسمان سے مینہ برسانے کا جس نے انتظام فرما دیا کہ ایک خاص انداز کے موافق حسب مشیت و حکمت پانی برستا ہے یعنی ہر علاقے کے لئے بارش کی ایک اوسط مقدار مقرر کی کہ جو سال

بسال اسی طریقہ سے چلتی رہتی ہے پھر اس پانی کے ذریعہ سے مردہ اور خشک زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ کھیتیاں اور باغات سرسبز ہو جاتے ہیں۔ جنگل لہلہا اٹھتے ہیں۔ اسی سے یہ بھی سمجھ لو کہ اسی طرح انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا جس طرح کہ مردہ زمین کو بذریعہ بارش کے زندہ اور آباد کر دیتا ہے ایسے ہی تمہارے مردہ جسموں میں خدا جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کرے گا۔ پس اس نظیر کے مشاہدہ کے بعد بعث بعد الموت کا انکار نہ کرنا چاہئے۔

یہاں پہلی آیت **افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین** جس میں حق تعالیٰ کفار مکہ سے خطاب فرما رہے ہیں کہ کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس بات پر ہٹا لیں گے کہ تم حد سے گذرنے والے ہو؟ یعنی تم اپنی سرکشی اور نافرمانی میں خواہ کتنے ہی حد سے گذر جاؤ لیکن ہم تمہیں قرآن کے ذریعہ نصیحت کرنا نہیں چھوڑیں گے تو اس آیت کے ماتحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مبلغ دین کو مایوس ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ جو بھی دعوت اور تبلیغ کا کام کرتا ہوا سے ہر شخص کے پاس پیغام حق لے کر جانا چاہئے اور کسی گروہ یا جماعت کو تبلیغ کرنا محض اس بنا پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ تو انتہا درجہ کے ملحد۔ بے دین یا فاسق وفاجر ہیں انہیں کیا تبلیغ کی جائے۔ مگر ایک بات یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے جس کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے اپنے رسالہ فضائل تبلیغ میں لکھا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جب کہ بخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشات نفسانیہ کا اتباع کیا جائے۔ دنیا کو دین پر ترجیح دی جائے ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے۔ دوسرے کی نہ مانے اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے اس لئے جو کچھ کرنا ہے کر لو خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہنچے کہ اس وقت کسی قسم کا اصلاح ممکن نہ ہوگی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو یہ کتاب مبین ہم کو عطا فرمائی ہے اور اس پر ہم کو ایمان رکھنے کی دولت نصیب فرمائی ہے تو اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس قرآن کریم کی ہم کو حقیقی قدر و منزلت نصیب فرما۔ اور تمام امت مسلمہ کو اس کے احکام کے موافق دنیا میں زندگی گذارنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمارے ملک میں بھی قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما تا کہ اس کی پوری برکات و سعادتیں نصیب ہوں۔ اور اللہ کی کتاب سے اعراض کر کے جو پہلے ہلاکت میں پڑ چکے ہیں ان سے ہم کو عبرت و نصیحت عطا فرما۔

یا اللہ ہم کو سچی توحید اور اپنی معرفت نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْفُلْکِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا

اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو پھر

عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْکُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ

جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو دل سے یاد کرو اور یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے

سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ

ان چیزوں کو ہمارے بس میں کردیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو اُن کو قابو میں کر لیتے۔ اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور لوگوں نے

عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ؕ

خدا کے بندوں میں سے خدا کا جز ٹھہرا دیا، واقعی انسان صریح ناشکرا ہے۔

وَالَّذِیْ اور وہ جس	خَلَقَ پیدا کئے	الْاَزْوَاجَ جوڑے	کُلَّهَا ان سب کے	وَجَعَلَ اور بنائی	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنَ الْفُلْکِ کشتیاں		
وَالْاَنْعَامِ اور چوپائے	مَا جس	تَرْکَبُوْنَ تم سوار ہوتے ہو	لِتَسْتَوٗا تاکہ تم ٹھیک بیٹھو	عَلٰی ظُهُوْرِهٖ اُنکی پیٹھوں پر	ثُمَّ پھر	تَذْکُرُوْا تم یاد کرو		
نِعْمَةَ نعمت	رَبِّکُمْ اپنا رب	اِذَا جب	اسْتَوَیْتُمْ تم ٹھیک بیٹھ جاؤ	عَلَیْهِ اس پر	وَتَقُوْلُوْا اور تم کہو	سُبْحٰنَ پاک ہے	الَّذِیْ وہ ذات جس	
سَخَّرَ لَنَا مسخر کیا ہمارے لئے	هٰذَا اس	وَ اور	مَا کُنَّا نہ تھے	لَهٗ ہم اسکو	مُقْرِنِیْنَ قابو میں لانیوالے	وَاِنَّا اور بیشک ہم	اِلٰی طرف	رَبِّنَا اپنا رب
لَمُنْقَلِبُوْنَ ضرور لوٹ کر جانیوالے	وَجَعَلُوْا اور انہوں نے بنالیا	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ عِبَادِهٖ اس کے بندوں میں سے	جُزْءًا جز ولخت جگر	اِنَّ بیشک			
الْاِنْسَانَ انسان	لَکَفُوْرٌ ناشکرا	مُّبِیْنٌ صریح						

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں فرمایا گیا تھا کہ اگر ان مشرکین سے دریافت کیا جائے تو اس بات کا یہ بھی اقرار کریں گے کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو جب مشرکین اس کی خالقیت کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر اس کی الوہیت اور عبادت میں دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہیں۔ نیز تقویت توحید کے لئے بتلایا گیا تھا کہ اسی خدانے جس نے یہ زمین آسمان پیدا کئے ہیں تمہارے لئے اس زمین کو آرام گاہ بنادیا اور اُسی خدا نے اس زمین میں راستہ بنا دیئے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکو۔ اور اسی خدا نے آسمان سے اس انداز سے بارش برسائی کہ زمین سرسبز ہو جائے غلہ۔ پھل پھول سبزی۔ ترکاریاں جڑی بوٹیاں جو انسانوں کے لئے اسباب زندگی ہیں پیدا فرمائیں۔ اس سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے۔ یعنی نہ صرف انسانوں میں زن ومرد کے جوڑے بنائے اور حیوانات میں نر و مادہ پیدا کئے اور نباتات یعنی درختوں اور پودوں میں نر و مادہ رکھے بلکہ دنیا کی دوسری بے شمار چیزوں کو بھی خالق نے ایک دوسرے کا جوڑ بنایا ہے۔ مثال کے طور پر بجلی میں منفی اور مثبت بجلیاں یعنی Negative اور Positive ایک دوسرے کا جوڑ بنائیں۔ اور ان کی باہمی کشش ہی سے دنیا میں بجلی کے عجیب عجیب کرشمہ نمودار ہیں۔ تو اس طرح ان گنت جوڑے قسم قسم کے مخلوقات کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے اور اسی خدا نے انسانوں کو پانی اور خشکی میں سفر کرنے کے لئے سواریاں پیدا کر کے ان کو

انسان کی خدمت میں لگا دیا۔ کشتیاں اور جہاز پانی کے سفر کے لئے بنائے اور چوپائے جانور خشکی کے سفر کو مہیا کئے کہ انسان جہاں پیادہ نہ جا سکتا ہو وہاں سوار ہو کر چلا جائے۔ کیا یہ اللہ کی نعمت اور احسان نہیں کہ سرکش اور نافہم جانور انسان کے اشاروں پر کام کرتا ہے اور باوجود زیادہ طاقتور ہونے کے انسان کا تابع فرمان بن جاتا ہے کہ اس پر سوار ہو کر یا سامان لاد کر جہاں چاہتا ہے اور جدھر چاہتا ہے لئے پھرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان سواریوں کی تسخیر نہ کرتا۔ جانوروں کو فرمان پذیری کی صلاحیت اور انسان کو دانش و تدبیر کی عقل نہ دیتا تو کس طرح ایک حقیر انسان اپنے سے بدر جہا زیادہ طاقتور جانوروں سے کام لے سکتا۔ یہ اللہ ہی کی عنایت ہے۔ اس لئے آگے تعلیم دی جاتی ہے کہ تم جب ان سواریوں پر بیٹھو تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے۔ دل سے اللہ کا شکر ادا کرو اور زبان سے کہو کہ اس نے ہم پر بڑا احسان کیا جو ان چیزوں کو ہمارے اختیار میں دے دیا اور یوں شکر کرو کہ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں دے دیا ورنہ ہم میں کیا طاقت تھی کہ جو ہم انہیں قابو میں لاتے۔

تو یہاں جانوروں اور کشتیوں و جہازوں کا اللہ کی نعمت ہونا یاد دلا کر تعلیم دی گئی کہ انسان اپنی عبدیت اور خدا کی الوہیت کی طرف سے کسی حال میں غافل نہ رہے۔ سواری گھوڑے کی ہو۔ اونٹ یا ہاتھی کی ہو۔ یا جہاز۔ کشتی۔ ریل۔ موٹر وغیرہ کی ہو۔ انسان جب بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے تو پہلے دل میں خدائی نعمتوں کا استحضار کرے اور یہ خیال تازہ کرے کہ جو کچھ بھی مل رہا ہے سب عنایت اور فضل الٰہی سے مل رہا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے:۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جانے کے لئے سواری پر بیٹھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں اور پھر یہ آیت یعنی **سبحٰن الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الیٰ ربنا لمنقلبون** پڑھتے اس کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ ”اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے اس سفر میں مجھے نیکی اور تقویٰ اور ایسے عمل کی توفیق دے جو تجھے پسند ہو۔ اے اللہ ہمارے لئے سفر کو آسان کر دے اور لمبی مسافت کو لپیٹ دے اے اللہ تو ہی سفر کا ساتھی اور ہمارے پیچھے ہمارے اہل و عیال کا نگہبان ہے۔ اے اللہ ہمارے سفر میں ہمارے ساتھ اور پیچھے ہمارے گھروں کی خبر گیری فرما“۔ سفر کے وقت خواہ وہ پانی میں کشتی اور جہازوں کے ذریعہ ہو یا خشکی میں جانوروں اور سواریوں وغیرہ کے ذریعہ سے ہو ایک تعلیم تو یہاں یہ دی گئی کہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے والا منعم حقیقی کو فراموش نہ کرے بلکہ اس کی پاکی اور بڑائی بیان کرے۔

آگے ایک دوسری تعلیم **وانا الیٰ ربنا لمنقلبون** میں دی گئی کہ انسان اس مختصر سے دنیا کے سفر سے آخرت کو یاد کرے اور کہے کہ ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور ہم سب کو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ ایک دن اس دنیا سے کوچ کر کے ہم اسی طرح اپنے رب کی طرف جائیں گے۔ مطلب یہ کہ ہر سفر پر انسان جاتے ہوئے یہ یاد کر لے کہ آگے ایک بڑا اور آخری سفر بھی درپیش ہے۔ پھر ہر سواری کو استعمال کرنے میں یہ امکان بھی ہوتا ہے کہ شاید کوئی حادثہ یا واقعہ اسی سفر کو آدمی کا آخری سفر بنا دے اس لئے بھی تعلیم دی گئی کہ ہر مرتبہ وہ اپنے رب کی طرف واپسی کو یاد کر کے چلے کہ اگر مرنا ہی ہے تو غفلت کی موت تو نہ مرے۔ اب آپ اس قرآنی تعلیم کے نتیجہ کا اندازہ لگائیں کہ ایک شخص کے اخلاق پر اس کا کیا اثر پڑے گا جب وہ کسی سواری پر بیٹھتے وقت سمجھ بوجھ کر پورے شعور کے ساتھ اس طرح اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اور اس کے حضور میں حاضر ہونے اور اپنے اعمال کی باز پرس اور جواب دہی کو یاد کر کے چلے گا۔ تو وہ اس دھیان کے ساتھ چل کر کیا کسی فسق و فجور اور ظلم و ستم اور ناجائز اور حرام کا مرتکب ہوگا؟

کوئی حاکم ہو۔یا افسر ہو۔یا تاجر ہو۔یا فوجی ہو۔کوئی بھی ہو جو یہ سوچ کر اور اپنے منہ سے یہ کلمات نکال کر گھر سے نکلے گا کیا وہ کسی معصیت اور گناہ کی طرف چلے گا؟ کیا کسی فاحشہ اور بازاری عورت سے ملاقات کے لئے۔یا کسی کلب میں شراب خواری اور قمار بازی کے لئے۔یا کسی بے گناہ کا خون بہانے کے لئے۔یا کسی کا مال لوٹنے اور ڈاکہ ڈالنے کے لئے۔یا کسی کمزور کو ستانے اور اس پر ظلم کرنے کے لئے سواری پر سوار ہوتے وقت یہ الفاظ زبان پر اور یہ دھیان دماغ میں لاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔تو یہی ایک تعلیم ہر اس نقل و حرکت پر بندش لگانے کے لئے کافی ہے جو کسی معصیت۔گناہ اور اللہ ورسول کی نافرمانی کے لئے ہو۔مگر افسوس تو یہ ہے کہ اب قرآن تدبیر وتفکر اور عمل کے لئے تو ہے نہیں۔الا ماشآء اللہ۔بس زبانی دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے اور یہ اللہ کی کتاب ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اوپر اپنی متعدد نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اللہ نے انسانوں کو کیا کیا نعمتیں عطا کیں۔زمین کو پیدا کر کے قابل سکونت بنایا۔آمد و رفت کی سہولت کے لئے زمین میں راستے بنائے۔آسمان سے مینہ برسا کر زمین سے طرح طرح کی چیزوں کو برآمد کیا۔پانی اور خشکی میں سفر کرنے کے لئے سواریاں پیدا کیں تو چاہئے تو یہ تھا کہ انسان ان نعمتوں پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے مگر انسان کی حماقت اور کفران نعمت کہ الٹا اس کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگے۔اسی کے بندوں میں سے بعض کو اس کی اولاد بنانے لگے۔بعض نے پیغمبروں کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔بعض نے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دیا۔یہ تو کھلا ہوا انکار اور ناشکری ہے اس خالق اور منعم حقیقی کی کہ کسی کو اس کا مددگار مانا جائے اور اس کو اولاد کا محتاج قرار دیا جائے۔بے شک یہ انسان کھلا ہوا ناسپاس اور صریح ناشکرا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اتنا بڑا کفر کرتا ہے کہ اس کو صاحب اولاد قرار دیتا ہے۔

یہاں ان آیات سے ایک خاص تعلیم تو یہ ملتی ہے کہ ایک صاحب عقل وفہم انسان کا کام یہ ہے کہ وہ منعم حقیقی کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے۔جہل وغفلت۔بے پروائی اور استغنا کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اس بات پر دھیان دے اور غور وفکر کرے کہ یہ مجھ پر حق تعالیٰ کا انعام واحسان ہے لہذا مجھ پر اس کے شکر کی ادائیگی دل و زبان سے واجب ہے۔ایک کافر اور ایک مومن میں درحقیقت یہی بڑا فرق ہے کہ کائنات کی نعمتوں کو دونوں استعمال کرتے ہیں۔

لیکن کافر انہیں غفلت اور بے پروائی سے استعمال کرتا ہے اور مومن اللہ کے انعام اور احسان کو یاد کر کے اس کا شکر گذار اور احسان مند بندہ بنتا ہے۔

دوسری تعلیم یہ دی گئی کہ انسان کو اپنے ہر دنیوی سفر کے وقت آخرت کے سفر کو یاد کرنا چاہئے۔جو ہر حال میں ضرور پیش آ کر رہے گا۔دنیا کے سفر میں سواری کی نعمت وسہولت کو حاصل کر کے آخرت کی نعمت وسہولت کو مستحضر کرے اور یاد کرے کہ آخرت کے سفر کو سہولت کے ساتھ طے کرنے کے لئے ایمان واعمال صالحہ کے سوا کوئی اور سواری نہ ہوگی۔لہذا ایمان اور اعمال صالحہ کے لئے ہر آن کوشاں ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ اپنی شب وروز کے ہر لحہ اور ہر آن کی نعمتوں پر ہم کو شکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔اور اپنے شکر گذار بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔

ابھی مشرکین کے اس شرک کی مذمت اور اس کی تردید اگلی آیات میں جاری ہے۔جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ہم کو شکر گزار بندہ بنائیں اور کفران نعمت سے بچائیں۔قرآن پاک کی تعلیمات کا ہم کو قدر دان اور عامل بنائیں اور کوئی سواری ہو اس پر بیٹھ کر منعم حقیقی کی یاد اور ذکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔اور دنیا میں سفر کر کے ہم آخرت کا سفر یاد کرنے والے ہو جائیں۔یا اللہ ہم کو توحید حقیقی نصیب فرما اور ہر طرح کے شرک وکفر اور گمراہی سے بچنا نصیب فرما۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ

کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو خدا رحمٰن

مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ کیا جو کہ آرائش میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں

غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ

قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے،

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٩﴾

ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

اَمِ اتَّخَذَ کیا اس نے بنا لیں	مِمَّا يَخْلُقُ اس سے جو اس نے پیدا کیا (مخلوق)	بَنٰتٍ بیٹیاں	وَّ اَصْفٰكُمْ اور تمہیں مخصوص کیا	بِالْبَنِيْنَ بیٹوں کے ساتھ			
وَاِذَا اور جب	بُشِّرَ خوشخبری دی جائے	اَحَدُهُمْ ان میں سے ایک	بِمَا اس کی جو	ضَرَبَ اس نے بیان کیں	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کیلئے		
مَثَلًا مثال	ظَلَّ وَجْهُهٗ ہو جاتا ہے اس کا چہرہ	مُسْوَدًّا سیاہ	وَّهُوَ اور وہ	كَظِيْمٌ پُر ازغم	اَوَ کیا	مَنْ جو	يُّنَشَّؤُا پرورش پائے
فِي الْحِلْيَةِ زیور میں	وَهُوَ اور وہ	فِي الْخِصَامِ جھگڑے (بحث مباحثہ) میں	غَيْرُ مُبِيْنٍ غیر واضح	وَجَعَلُوا اور انہوں نے ٹھہرایا	الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے		
الَّذِيْنَ وہ جو	هُمْ وہ	عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کے بندے	اِنَاثًا عورتیں	اَشَهِدُوْا کیا تم موجود تھے	خَلْقَهُمْ ان کی پیدائش		
سَتُكْتَبُ ابھی لکھ لیا جائے گا	شَهَادَتُهُمْ انکی گواہی (دعویٰ)	وَيُسْـَٔلُوْنَ اور ان سے پوچھا جائے گا					

تفسیر وتشریح: اوپر اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر فرما کر بتلایا گیا تھا کہ انسان کو چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرے لیکن یہ انسان کفروشرک کر کے صریح ناشکری پر اتر آیا اور اللہ کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگا اور اس سے بڑھ کر گستاخی اور ناشکری کیا ہوگی کہ اللہ کے لئے اولاد تجویز کی جائے جیسا کہ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ فرشتوں کو عورتیں اور (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اسی لئے ان کے بت انہوں نے عورتوں کی شکل کے بنا رکھے تھے اور ان کو اپنی دیویاں سمجھ کر پرستش کرتے تھے۔ ان کے اس عقیدہ کی نا معقولیت کو ظاہر کر کے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک تو خالق مطلق کو باپ اور مخلوق کو اولاد قرار دینا ہی خالقیت اور تقاضائے خالقیت کے خلاف ہے۔ کفر بھی ہے اور ناسپاسی بھی اور اس سے بڑھ کر یہ حماقت کہ مشرک اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے وہ اولاد تجویز کی کہ جسے خود اپنے لئے ننگ وعار سمجھتے ہیں۔ اگر اپنے گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے تو اس کی اطلاع ملتے ہی منہ فق پڑ جاتا ہے۔ رنج سے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل میں گھٹ کر رہ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو زندہ بچی کو دفن کر دیتا ہے۔ جیسا کہ چودھویں پارہ سورہ نحل میں ارشاد فرمایا گیا واذا بشر احدهم بالانثیٰ ظل وجهه مسودا وهو كظيم يتوارىٰ من القوم من سوٓء ما بشر به ايمسكه على هون ام يدسه في التراب الا ساء ما يحكمون (اور جب ان میں کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی

جائے تو اس قدر ناراض ہو کہ سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے یعنی تولد دختر اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے اور دل میں اتار چڑھاؤ کرے کہ آیا اس مولود جدید کو ذلت کی حالت پر لئے رہے یا اس کو زندہ یا مار کر مٹی میں گاڑ دے)۔

اسلام کی برکت سے یہ بدرسم جہلائے عرب سے مٹی۔ تو جو اولاد یعنی بیٹی مشرکین کے زعم میں ایسی عیب دار حقیر اور ذلیل ہے۔ وہ اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ گویا معاذ اللہ خدا نے اپنے لئے اولاد بھی رکھی تو گھٹیا اور ناقص۔ اے مشرکین کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ اپنے حصہ میں تو عمدہ اور بڑھیا چیز لگاتے ہو اور خدا کے حصہ میں ناقص اور گھٹیا چیز۔ پھر جو کوئی اولاد چاہتا ہے وہ اس لئے چاہتا ہے کہ ہماری اولاد ہمارے کام آئے پس اگر بفرض محال خدا کو اولاد کی ضرورت ہوئی تو اس کا بھی یہی مقصد ہوتا اور سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اولاد دشمن کے مقابلہ میں باپ کی مدد کرے تو عورتیں نہ باپ کی تلوار سے مدد کرنے کے قابل ہیں۔ نہ زبان سے تو پھر خدا اپنے لئے ایسی ناکارہ اولاد کیسے تجویز کر سکتا ہے کہ جو عادۃً آرائش و زیبائش میں نشو و نما پائے اور گھنے زیور کے شوق میں مستغرق رہے۔ تو ان مشرکین کا یہ کہنا کہ خدا نے (معاذ اللہ) فرشتوں کو بیٹیاں بنایا ہے نہ صرف غلط بلکہ سخت حماقت بھی ہے۔ آگے مشرکین کا ایک اور جھوٹ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو فرشتوں کو عورتوں کی جنس میں سے خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ نہ مرد ہیں۔ نہ عورت۔ ان کی جنس ہی علیحدہ ہے۔ پھر مشرکین جو یہ دعویٰ کرتے ہیں تو کیا جب اللہ نے فرشتوں کو بنایا تھا تو یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ مرد نہیں عورت بنایا ہے۔ کیا انہوں نے خود دیکھا ہے کہ وہ زنانہ ہیں۔ اگر نہیں تو ان کو زنانہ کیسے کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مشرکوں کی یہ دوسری حماقت ہے کہ وہ ملائکہ کو جو اللہ تعالیٰ کی خالص نورانی مخلوق ہیں ان کو عورت قرار دیتے ہیں۔ ان کی یہ جھوٹی شہادت دفتر اعمال میں لکھی جائے گی اور خدائی عدالت میں جس وقت پیش ہوں گے تب اس کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟ اور کہاں سے کہا تھا۔

یہاں ان آیات میں مشرکین عرب کی دو خصلتوں پر مذمت کی گئی۔

اوّل تو یہ کہ وہ اپنے گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو اتنا برا جانتے کہ شرمندگی کے سبب چہرہ کا رنگ بدل جاتا اور دل میں اس کی پیدائش سے گھٹتا اور سوچ میں پڑ جاتا کہ لڑکی پیدا ہونے کی ذلت کو برداشت کروں یا اس کو زندہ درگور کر کے پیچھا چھڑاؤں۔

دوسرے یہ جہالت کہ مشرکین جس اولاد کو اپنے لئے پسند نہ کریں اللہ جل شانہٗ کی طرف اسی کو منسوب کریں اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیں۔

یہاں سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو مصیبت و ذلت سمجھنا جائز نہیں۔ یہ کفار کا فعل ہے اور جاہلیت کی بری رسم تھی۔ علما نے لکھا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ لڑکی پیدا ہونے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جائے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پیٹ سے پہلے لڑکی پیدا ہو۔ (معارف القرآن جلد ۵۔ سورہ نحل)

اب آگے مشرکین اپنی مشرکانہ گستاخیوں کے جواز میں ایک دلیل عقلی بھی پیش کرتے جو اگلی آیات میں نقل فرما کر پھر اس کا رد بھی فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں، محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ

کیا ہم نے اُن کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے

وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا

اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے راستہ چل رہے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا

قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ

کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا (رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے)

جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا

اگرچہ میں اس سے اچھا منزل مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس دین کو مانتے ہی نہیں جس کو دے کر تم کو بھیجا گیا ہے۔

النصف ع

مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾

سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔

وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں	لَوْ شَآءَ اگر چاہتا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	مَا عَبَدْنٰهُمْ ہم نہ عبادت کرتے ان کی	مَا لَهُمْ انہیں نہیں	بِذٰلِكَ اس کا	مِنْ عِلْمٍ کچھ علم	
اِنْ نہیں	هُمْ وہ	اِلَّا مگر، صرف	يَخْرُصُوْنَ انکل دوڑاتے ہیں	اَمْ کیا	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے دی انہیں	كِتٰبًا کوئی کتاب	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل
فَهُمْ بِهٖ سو وہ اس کو	مُسْتَمْسِكُوْنَ تھامے ہوئے ہیں	بَلْ بلکہ	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	اِنَّا وَجَدْنَا بیشک ہم نے پایا	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا		
عَلٰٓى اُمَّةٍ ایک طریقہ پر	وَاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ ان کے نقش قدم پر	مُّهْتَدُوْنَ راہ پانے والے چل رہے ہیں	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح			
مَآ اَرْسَلْنَا نہیں بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ اس سے پہلے	فِيْ قَرْيَةٍ کسی بستی میں	مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈر سنانے والا	اِلَّا مگر	قَالَ کہا		
مُتْرَفُوْهَآ اس کے خوشحال	اِنَّا وَجَدْنَآ بیشک ہم نے پایا	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا	عَلٰٓى اُمَّةٍ ایک طریقہ پر	وَاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ انکے نقش قدم پر		
مُّقْتَدُوْنَ پیروی کرتے ہیں	قٰلَ نبی نے کہا	اَوَ کیا	لَوْ جِئْتُكُمْ اگرچہ میں تمہارے پاس لایا ہوں	بِاَهْدٰى بہتر راہ بتانے والا	مِمَّا اس سے جو		
وَجَدْتُّمْ تم نے پایا	عَلَيْهِ اس پر	اٰبَآءَكُمْ اپنے باپ دادا	قَالُوْٓا وہ بولے	اِنَّا بیشک ہم	بِمَآ اس پر	اُرْسِلْتُمْ بِهٖ جس کے ساتھ تم بھیجے گئے	
كٰفِرُوْنَ انکار کرنیوالے	فَانْتَقَمْنَا تو ہم نے بدلہ لیا	مِنْهُمْ ان سے	فَانْظُرْ سو دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مشرکین کے اس عقیدہ کا رد فرمایا گیا تھا کہ جو معاذ اللہ فرشتوں کو عورتیں اور اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے اور ان کے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے۔ اب آگے ان آیات میں مشرکین کا قول جو وہ شرک اور بت پرستی کے جواز میں پیش

کرتے نقل فرما کر اس کا ردّ فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مشرکین اپنی مشرکانہ گستاخیوں اور بت پرستی کے جواز میں ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شرک وبت پرستی اگر ایسی ہی بری چیز تھی تو خدا نے ہمیں اس پر قدرت کیوں دی؟ اسے منظور ہوتا تو وہ ہمیں شرک وبت پرستی کرنے ہی نہ دیتا۔ خدا اگر چاہتا تو ہم کو اپنے سوا دوسری چیزوں کی پرستش سے جبرًا روک دیتا۔ جب ہم برابر کرتے رہے اور نہ روکا تو ثابت ہوا کہ یہ کام اس کو پسند ہے۔ گویا مشرکین کا استدلال یہ تھا کہ چونکہ اس نے ہمیں بت پرستی پر قادر کر دیا اس لئے وہ اس سے راضی بھی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان کو دنیا میں اختیار جو ملا ہے وہ اسے مکلف بنانے ہی کے لئے ملا ہے۔ اسی اختیار کے باعث یہ مستوجب عذاب وثواب ہوتا ہے۔ ورنہ اگر اسے اختیار ہی نہ ہوتا تو انسان کی بالکل ایک مشین کی سی حالت ہوتی اور عذاب وثواب کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہتا۔ تو مشرکین نے اپنی جہالت سے یہ سمجھا کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ چونکہ خدا کی مشیت کے تحت ہو رہا ہے اس لئے ضرور اس کی رضا سے بھی ہو رہا ہے۔ حالانکہ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو دنیا میں کوئی کام اور کوئی چیز بری ہی نہ رہے۔ ہر ایک چور۔ ڈاکو۔ قاتل۔ زانی۔ راشی۔ ظالم یہ ہی کہہ دے کہ خدا چاہتا تو مجھے ظلم وستم۔ چوری۔ ڈاکہ۔ قتل۔ زنا نہ کرنے دیتا جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس کام سے خوش اور راضی ہے۔ جن برائیوں اور جرموں کو کوئی بھی دنیا میں نیکی اور بھلائی نہیں سمجھتا اس طرز استدلال کی بنا پر تو سب افعال حلال۔ طیب اور خیر ہی ہو جاتے اور سارا عالم خیر محض ہو جاتا۔ اور شر اور برائی کا بیج نہ رہتا۔ الغرض محض دنیا میں اللہ کا کسی کام کو ہونے دینا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اس کام سے راضی

اور خوش بھی ہے۔ چنانچہ مشرکین کی اس دلیل کو اس طرح ردّ فرمایا جاتا ہے کہ یہ جو دلیل بک رہے ہیں یہ کوئی علمی اصول اور تحقیقی بات نہیں یہ محض ان کی اٹکل پچو بات اور بے بنیاد قیاس ہے۔ یہ تو ان مشرکین کے عقلی دلیل کا ردّ ہوا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان کے پاس شرک وبت پرستی کی کوئی نقلی یعنی کتابی دلیل بھی ہے جو یہ اپنے دعوٰی پر رکھتے ہوں؟ کیا خدا کی اتاری ہوئی کوئی کتاب ان کے ہاتھ میں ہے جس میں شرک کا پسندیدہ ہونا لکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں بجز باپ دادا کی رسم کی اندھی تقلید کے۔ ان کے پاس دلیل کے نام سے کوئی چیز نہیں نہ عقلی۔ نہ نقلی۔ بس ان کی سب سے بڑی دلیل جس کو ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں یہی باپ دادا کی اندھی تقلید ہے۔ امام رازیؒ نے یہاں لکھا ہے کہ باپ دادا کی کورانہ تقلید کی مذمت میں قرآن کریم میں اگر کسی اور جگہ بھی کچھ نہ فرمایا گیا ہوتا جب بھی یہی آیات بالکل کافی تھیں۔ آج مسلمانوں میں غیر شرعی رسموں کی پابندی محض اس بنا پر کی جاتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا سے اس رسم کو ہوتے ہوئے دیکھتے آئے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کسی کام کے اچھے برے ہونے کی یہ دلیل کافی نہیں کہ محض باپ دادا کے وقت سے یہ کام ہوتا آ رہا ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث اور شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اس کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح یہ مشرکین بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل اپنی رسم قدیم کو سند لاتے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے بھی جس بستی میں جس پیغمبر کو بھیجا گیا تو اس بستی کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو جس طریق پر پایا اسی راستہ پر ان کے پیچھے ہم چل رہے ہیں۔ جس پر

اس بستی میں آنے والے پیغمبر نے کہا کہ تم رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے اگر چہ تمہارے باپ دادا کا طریق زندگی غلط رہا ہو۔ میں تو تمہارے پاس ایسی صحیح تعلیم لے کر آیا ہوں اور وہ ضابطۂ حیات بتا رہا ہوں اور وہ طریقۂ زندگی سکھا رہا ہوں جو تمہارے باپ دادا کے طریقہ سے کہیں زیادہ بہتر اور منزل مقصود پر پہنچانے والا ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی تم باپ دادا ہی کے طریقہ پر چلتے رہو گے اور میری ہدایت اور تعلیم کو نہیں مانو گے۔ جس پر مشرکوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ کچھ بھی ہو ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے اور پرانا آبائی طریقہ ترک نہیں کر سکتے۔ تم جس پیام ہدایت کے لانے والے ہو ہم کو اس سے انکار ہے یعنی نہ ہم کو اس کا یقین ہے کہ خدا نے تم کو یہ پیام پہنچانے اور اس طرح ہدایت کرنے پر مقرر کیا ہے نہ اس تعلیم کو ہم باپ دادا کے طریقہ کے مقابلہ میں صحیح اور مفید سمجھتے ہیں۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ اس سرکشی اور غلط روی کا نتیجہ آخر یہی نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور انبیاء کا مقابلہ کرنے والے اور ان کی تکذیب کرنے والے آخر ہلاک۔ تباہ و برباد کئے گئے۔ ان کی حکومت۔ ان کی طاقت۔ ان کی کثرت۔ ان کی صنعت۔ ہر چیز تباہ ہو کر رہ گئی۔

اب یہاں چونکہ باپ دادا کی تقلید اور ان کے طریقہ پر چلنے کا ذکر آ گیا اس لئے آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مشرکین کو سنایا جاتا ہے کہ اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرنی ہے تو اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کرو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو جو تعلیم و ہدایت کتاب و سنت سے ملی ہے اسی کے موافق ہم کو اپنا عقیدہ اور عمل رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور دین میں بے تحقیق باتوں پر عمل کرنے سے بچایئے۔ دین میں جو غلط باتیں محض باپ دادا کی رسم کی بنیاد پر چل گئی ہیں۔ یا اللہ ان کی تقلید سے ہم کو بچایئے اور کتاب و سنت کی تعلیم کے موافق چلنا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! دین میں جو طرح طرح کی بدعات اور رسوم غیر شرعی اب ایجاد کر لئے گئے ہیں ان کے اتباع سے ہم کو بچایئے اور وہ صراط مستقیم جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور جس پر خود چل کر دکھلا دیا اور جس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتباع کیا۔ اور ائمہ دین۔ سلف صالحین نے جس کا اتباع کیا۔

یا اللہ ہم کو بھی اسی صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرما تا کہ ہم آپ کی اور آپ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهٖٓ إِنَّنِي بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهٗ

اور جبکہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں (کی عبادت سے) بیزار ہوں جنکی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا

سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِي عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ

پھر وہی مجھ کو راہنمائی کرتا ہے۔ اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تاکہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں۔ بلکہ میں نے ان کو

وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ وَّإِنَّا

اور ان کے باپ داداوں کو (دنیا کا) خوب سا سامان دیا یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتلانے والا رسول آیا۔ اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے

بِهٖ كٰفِرُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾

اور ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

وَإِذْ اور جب	قَالَ کہا	إِبْرٰهِيمُ ابراہیم	لِأَبِيهِ اپنے باپ کو	وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم	إِنَّنِي بیشک میں	بَرَآءٌ بیزار
مِّمَّا تَعْبُدُونَ اس سے جس کی تم پرستش کرتے ہو	إِلَّا الَّذِي مگر وہ جس نے	فَطَرَنِي مجھے پیدا کیا	فَإِنَّهٗ تو بیشک وہ	سَيَهْدِينِ جلد مجھے ہدایت دیگا		
وَجَعَلَهَا اور اس نے کیا اس کو	كَلِمَةً بات	بَاقِيَةً باقی رہنے والی	فِي عَقِبِهٖ اپنی نسل میں	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَرْجِعُونَ رجوع کرتے ہیں	
بَلْ مَتَّعْتُ بلکہ میں نے سامانِ زیست دیا	هٰٓؤُلَآءِ انکو	وَاٰبَآءَهُمْ اور انکے باپ دادا	حَتّٰى یہاں تک کہ	جَآءَهُمُ آگیا انکے پاس	الْحَقُّ حق (قرآن)	
وَرَسُولٌ اور رسول	مُّبِينٌ صاف صاف بیان کرنیوالا	وَلَمَّا اور جب	جَآءَهُمُ آگیا انکے پاس	الْحَقُّ حق قَالُوا وہ کہنے لگے	هٰذَا یہ	سِحْرٌ جادو
وَإِنَّا اور بیشک ہم	بِهٖ اس کے	كٰفِرُونَ انکار کرنیوالے	وَقَالُوا اور وہ بولے	لَوْلَا نُزِّلَ کیوں نہ اتارا گیا	هٰذَا الْقُرْاٰنُ یہ قرآن	عَلٰى رَجُلٍ کسی آدمی پر
مِّنَ سے	الْقَرْيَتَيْنِ دو بستیاں	عَظِيمٍ بڑے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ شرک اور بت پرستی کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ان کفار مکہ و مشرکین عرب کے پاس نہیں بجز اس کے کہ وہ اپنے باپ دادا کے پرانے طریقہ پر چلتے ہیں اور پہلی قوموں کے مشرکین نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں سے یہی کہا کہ ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہمیشہ سے ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ تو اس کورانہ باپ دادا کے رسم کی تقلید کی مذمت فرمائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ عقل مند آدمی باپ دادا کے غلط راستہ پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اس کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور مشرکین عرب کو جتلایا جاتا ہے کہ دیکھو حضرت ابراہیمؑ جو تمہارے مسلم پیشوا ہیں انہوں نے اپنے باپ کی غلط راہ دیکھ کر چھوڑ دی تھی۔ تم اگر اپنے باپ دادا کی تقلید ہی پر مرتے ہو تو اپنے اس جد امجد کی راہ پر چلو جس نے دنیا میں حق و صداقت کا جھنڈا اگاڑ دیا تھا اور نہ صرف اپنی ذات سے توحید پر عامل تھے بلکہ اپنی اولاد کو بھی وصیت کر گئے تھے کہ میرے بعد ایک خدا کی بندگی کے سوا کسی کو نہ پوجنا۔ تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ جتلایا جا رہا ہے کہ تم نے اپنے بڑوں کی تقلید اختیار بھی کی تو اس کے لئے اپنے بہترین اسلاف کو چھوڑ کر بدترین اسلاف کا انتخاب کیا کہ حضرت ابراہیم و اسماعیلؑ کی اولاد ہوتے ہوئے ان کے طریقہ کو چھوڑ کر بت پرست قوموں

سے شرک و بت پرستی سیکھ لی۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ اور قول بیان فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے صاف کہہ دیا تھا کہ تم جن بتوں کی پرستش کرتے ہو میرا ان سے کوئی تعلق اور سروکار نہیں۔ میرا تعلق صرف اس ایک وحدہ لا شریک سے ہے کہ جو میرا پیدا کرنے والا ہے اور وہی انسان کی صحیح رہنمائی کرنے والا ہے۔ ان بتوں نے نہ مجھے پیدا کیا اور نہ کسی معاملہ میں رہنمائی کر سکتے ہیں اس لئے ان سے میرا کوئی تعلق نہیں اس لئے میں تمہارے جاہلانہ مذہب کی پیروی نہیں کر سکتا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے یہ جتلایا گیا کہ دیکھو اگر آنکھ بند کر کے حق و باطل کی تمیز کئے بغیر باپ دادا کی تقلید کرنا درست ہوتا تو حضرت ابراہیم بھی اس آبائی تقلید کی پیروی کرتے جس کا انہوں نے صاف انکار کر دیا جس سے ظاہر ہوا کہ باپ دادا کی پیروی کرنے سے پہلے آدمی کو آنکھیں کھول کر دیکھ لینا اور عقل سے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ باپ دادا صحیح راستہ پر بھی ہیں یا نہیں۔ اگر معقول دلیل سے یہ ظاہر ہو کہ باپ دادا غلط راستہ پر تھے تو ان کی پیروی چھوڑ کر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ جو دلیل کی رو سے حق ہو غرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو خود بھی توحید کے معتقد تھے اور اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ کو قائم رکھنے کی وصیت کر گئے تھے مگر افسوس کہ ان کی نسلوں نے ان کی میراث توحید تو حاصل نہ کی اور ان کی وصیت پر نہ چلے بلکہ اللہ نے جو دنیا کا سامان اور مال و دولت دیا تھا اس کے مزوں میں پڑ کر خداوند قدوس کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے یہاں تک کہ ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنا وہ پیغمبر بھیجا جس کی پیغمبری بالکل روشن اور واضح ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے سچا دین پہنچایا۔ قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ کے احکام سے مطلع کیا۔ کھلے ہوئے معجزات دکھلا کر راہ حق پیش کی مگر بد بختوں نے اللہ کے رسول کو جادوگر قرار دیا۔ قرآن کو جادو بتلایا اور پیغمبر خدا کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو ان منکرین نے قرآن کی نسبت تو یہ کہا کہ یہ جادو ہے ہم اس کو نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہنے لگے کہ یہ قرآن اگر کلام الٰہی ہے اور واقعی خدا کو کوئی رسول بھیجنا تھا تو ہمارے مرکزی شہر مکہ و طائف میں سے کسی بڑے رئیس دولت مند آدمی کو اس غرض کے لئے منتخب ہونا تھا۔ سارے عرب میں رسول بنانے کے لئے کیا خدا کو ایسا ہی ایک شخص ملا جو یتیم پیدا ہوا۔ جس نے بکریاں چرائیں۔ جس کے کوئی مال و دولت کا انبار یا سرداری بھی نہیں۔ گویا کافروں کو اوّل تو نبوت تسلیم ہی نہ تھی قومی رسم و رواج۔ اجتماعی دستور۔ اور باپ دادا کی تقلید اور طریقہ زندگی ان کی نظر میں معیار صداقت تھی لیکن بادل نا خواستہ اگر وہ ضرورت نبوت کو تسلیم کر بھی لیتے تو استحقاق نبوت اور محل نبوت ہونے کا معیار ان کے نزدیک صرف مال و دولت کی کثرت۔ قوم کی سیادت اور دنیوی وجاہت تھی اس لئے مکہ کے کافر کہتے تھے کہ طائف یا مکہ کے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ نازل ہوا اور دونوں بستیوں کے مشہور و معروف سرداروں میں سے کسی کو پیغمبر کیوں نہیں بنایا گیا۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی گمراہ۔ بدعمل یا بدعقیدہ جماعت یا گروہ کے درمیان رہتا ہے اور خاموش رہنے کی صورت میں یہ اندیشہ ہے کہ اس کو بھی اس گروہ یا جماعت کا ہم خیال اور ہم عقیدہ سمجھا جائے گا تو محض اپنے عقیدے اور عمل کا درست کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس گروہ اور جماعت کے بدعقائد اور بداعمال سے اپنی براءت کا اظہار بھی ضروری ہے جیسا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول و فعل سے ظاہر ہے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ اپنے عقائد و اعمال کو مشرکین سے عملاً ممتاز کر لیا بلکہ زبان سے بھی براءت کا برملا اظہار فرمایا (معارف القرآن) اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس اتباع کی توفیق نصیب فرمائیں۔

پھر جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق جو یہ فرمایا

وجعلها کلمة باقیة فی عقبه یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اس عقیدہ توحید کو جس کے وہ معتقد تھے وصیت کے ذریعہ اس عقیدہ کو اپنی اولاد میں بھی ایک قائم رہنے والی بات کر گئے ۔ مطلب یہ کہ اپنے عقیدہ توحید کو انہوں نے اپنی ذات ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔تو اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ذات کے علاوہ اپنی اولاد کو دین صحیح پر کاربند کرنے اور قائم رکھنے کی فکر بھی انسان کے فرائض میں داخل ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن کریم نے بتایا ہے کہ انہوں نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو دین صحیح پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی لہٰذا جس صورت سے ممکن ہو اولاد کے اعمال واخلاق کی اصلاح میں اپنی پوری کوشش صرف کر دینا ضروری بھی ہے اور انبیاء کی سنت بھی اور یوں تو اولاد کی اصلاح کے بہت سے طریقہ ہیں جنہیں حسب موقع اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اولاد کی اصلاح کے لئے سب سے زیادہ کارگر عمل یہ ہے کہ والدین ان کی دینی اصلاح کے لئے دعاء کا اہتمام کریں افسوس ہے کہ اس آسان تدبیر سے آج کل غفلت عام ہوتی جا رہی ہے اور اس کے انجام بد کا مشاہدہ خود والدین کرتے رہتے ہیں۔(معارف القرآن جلد ۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس غفلت سے بچائیں اور اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے دل سے دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

خلاصہ یہ کہ اوّل تو مشرکین عرب یہی باور کرنے پر تیار نہ تھے کہ اللہ کا کوئی رسول انسان ہو سکتا ہے چنانچہ ان کا یہ اعتراض قرآن کریم نے متعدد جگہ ذکر فرمایا کہ کفار کہتے ہیں کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول کیسے تسلیم کرلیں جب کہ وہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں اپنی ضروریات کے لئے چلتے پھرتے ہیں لیکن جب حق تعالیٰ نے اس اعتراض کے جواب میں متعدد آیات قرآنی کے ذریعہ یہ واضح کر دیا کہ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ دنیا میں جتنے بھی اللہ کے انبیاء اور رسول آئے وہ سب انسان ہی تھے۔تو اب مشرکین یہ اعتراض کرنے لگے کہ اگر کسی انسان ہی کو نبوت خدا کو سونپنی تھی اور اپنی کتاب اس پر نازل کرنی تھی تو یہ منصب مکہ یا طائف کے کسی بڑے دولت مند۔اور صاحب جاہ وریاست کو کیوں نہیں دیا گیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مالی اعتبار سے کوئی بڑے صاحب حیثیت نہیں؟ یہ چونکہ مال وریاست نہیں رکھتے اس لئے پیغمبر نہیں ہو سکتے۔ کفار کے اس شبہ کی تردید اور ان کے اس اعتراض کا جواب حق تعالیٰ نے اگلی آیات میں ظاہر فرمایا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو توحید کی نعمت عطا فرمائی ہے تو زندگی کے آخری لمحہ تک ہم کو سچی توحید پر قائم رکھیں۔ یا اللہ اپنے کرم سے ہماری نسلوں کو بھی توحید خالص پر قائم رکھئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک جو یہ قرآن عظیم پہنچا ہے تو اس پر ایمان کے ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ ہم کو اور ہماری نسلوں کو قرآنی تعلیمات اور ہدایات نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پورا پورا متبع اور تابعدار بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا

کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، دنیوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر

بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

رفعت دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔

وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کیلئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے

وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِئُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ

اور زینے بھی جن پر وہ چڑھا کرتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی، اور یہ سب کچھ بھی نہیں

ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾

صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے، اور آخرت آپ کے رب کے ہاں خداترسوں کیلئے ہے۔

اَهُمْ کیا وہ	یَقْسِمُوْنَ تقسیم کرتے ہیں	رَحْمَتَ رحمت	رَبِّكَ تمہارا رب	نَحْنُ ہم	قَسَمْنَا ہم نے تقسیم کی	بَیْنَهُمْ انکے درمیان	مَّعِیْشَتَهُمْ انکی روزی
فِیْ میں	الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی	وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کئے	بَعْضَهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	فَوْقَ بَعْضٍ بعض (دوسرے) پر	دَرَجٰتٍ درجے		
لِیَتَّخِذَ تاکہ بنائے	بَعْضُهُمْ بَعْضًا ان میں سے بعض (ایک) دوسرے کو	سُخْرِیًّا خدمتگار	وَرَحْمَتُ رَبِّكَ اور تمہارے رب کی رحمت	خَیْرٌ بہتر			
مِّمَّا اس سے جو	یَجْمَعُوْنَ وہ جمع کرتے ہیں	وَلَوْلَآ اور اگر (یہ) نہ ہوتا	اَنْ یَّكُوْنَ کہ ہو جائیں گے	النَّاسُ تمام لوگ	اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت (طریقہ)		
لَجَعَلْنَا تو ہم بناتے	لِمَنْ یَّكْفُرُ ان کیلئے جو کفر کرتے ہیں	بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کا	لِبُیُوْتِهِمْ ان کے گھروں کیلئے	سُقُفًا چھت	مِّنْ فِضَّةٍ چاندی سے۔ کی		
وَمَعَارِجَ اور سیڑھیاں	عَلَیْهَا جن پر	یَظْهَرُوْنَ وہ چڑھتے	وَلِبُیُوْتِهِمْ اور ان کے گھروں کیلئے	اَبْوَابًا دروازے	وَّسُرُرًا اور تخت	عَلَیْهَا جن پر	
یَتَّكِئُوْنَ وہ تکیہ لگاتے	وَزُخْرُفًا اور آرائش کرتے	وَاِنْ اور نہیں	كُلُّ ذٰلِكَ یہ سب	لَمَّا مگر	مَتَاعُ پونجی	الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی	
	وَالْاٰخِرَةُ اور آخرت	عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے نزدیک	لِلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کیلئے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا اور اس کا اعجاز ظاہر ہوا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہ تو انہوں نے قرآن کی نسبت کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے کہ یہ قرآن اگر کلام الٰہی ہے تو عرب کی مشہور دو بستیاں یعنی مکہ و طائف کے رہنے والے کسی مشہور بڑے آدمی اور سردار پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ یعنی ان کے نزدیک رسول کے لئے دنیوی وجاہت اور مال و دولت کی کثرت اور قوم کی سرداری و سیادت کا مالک ہونا ضروری تھا اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہراً مال و دولت اور ریاست نہیں رکھتے تھے اس وجہ سے کفار شبہ کرتے کہ آپ پیغمبر نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ کفار کے اس شبہ کا رد فرماتے ہیں اور ان آیات میں اس کے جواب میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیم ان کے قبضہ میں ہے کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں؟ کیا منصب نبوت و

رسالت کی تقسیم ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے کہ جو انتخاب پر بحث کر رہے ہیں؟ یعنی ان کو وہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ یہ جس کو تجویز کریں اس کو نبوت دی جائے اور جس کو یہ تجویز نہ کریں اس کو نہ دی جانی چاہئے؟ مطلب یہ کہ ان منکرین کو یہ کہنے کا کوئی حق ہی نہیں کہ فلاں پر قرآن کیوں اتارا گیا اور فلاں پر کیوں نہ اتارا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہے اور اسے وہی خوب جانتا ہے کہ اس کی رسالت کا صحیح معنیٰ میں کون حق دار ہے۔ یہ نعمت و رحمت اسی کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پاک دل اور سب سے بڑھ کر پاک نفس ہو۔ نبوت جو اللہ کا سب سے بڑا عطیہ ہے اور خاص الخاص رحمت و عنایت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ہی اپنے ہمہ گیر علم کی مناسبت سے موزوں ترین شخصیت کو اس منصب پر مامور فرماتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت تو خیر بہت ہی بڑی چیز ہے۔ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے جو عام ذرائع۔ سامان زندگی اور مال و دولت کی تقسیم ہے وہ بھی کسی اور کے حوالہ یا اور کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا گیا۔ اس کا انتظام اور تقسیم بھی قدرت نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ کسی کو مال دار بنایا تو کسی کو غریب رکھا۔ کسی کو خوبصورت بنایا تو کسی کو بدصورت بنایا۔ کسی کو قوت و طاقت دے کر قوی ہیکل بنایا تو کسی کو ناداری اور کمزوری دے کر کمزور و ضعیف بنایا۔ کسی کو صحیح و سالم اعضاء دیئے تو کسی کو اپاہج۔ لولا۔ لنگڑا گونگا بہرا بنایا کوئی امیر زادہ ہے تو کوئی فقیر زادہ۔ کوئی حاکم ہے تو کوئی محکوم۔ کوئی آقا ہے تو کوئی خدمت گار۔ غرض کہ فرق و تفاوت کے ساتھ انسانوں کو معاشی حیثیت سے مختلف درجات کا رکھا اور جس کو جتنا اور جو چاہا عطا کیا اور جس سے جو اور جب چاہا چھین لیا اس طرح ایک کو دوسرے پر رفعت دی اور حکمت اس میں یہ ہے کہ عالم کا انتظام قائم رہے اور ایک دوسرے کا کام کرتا رہے۔ الغرض کہ دنیوی معیشت اور سامان زندگی کی تقسیم بھی حق تعالیٰ نے اپنی ہی قدرت میں رکھی ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کہہ سکے کہ فلاں کو اتنا کیوں دیا اور فلاں کو اتنا کیوں نہ دیا پس اسی طرح رسالت کے باب میں یہ حق نہیں ہوسکتا کہ کوئی یوں کہے کہ فلاں کو پیغمبری کیوں دی اور فلاں کو کیوں نہ دی۔ جب اللہ نے دنیا کی روزی۔ اور دنیا کا مال و جاہ اور ساز و سامان کسی کی تجویز پر نہیں بانٹا۔ تو نبوت و رسالت کا شرف تو کہیں اعلیٰ ہے اس میں کسی کے اختیار کو کیا دخل ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی حکمت و دانائی سے جانتے ہیں کہ ان بستیوں میں کون ایسے مرتبہ والا شخص ہے کہ جسے رسالت کا عہدہ دیا جاسکے۔ آگے دنیا کے مال و دولت اور مادّی ساز و سامان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بے وقعت اور حقیر ہونا بیان فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی وقعت و قدر نہیں نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب الٰہی کی دلیل ہے یہ تو عند اللہ ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں یہ مال و دولت کافروں کو اتنا دے دیتا کہ ان کے پاس سونے اور چاندی کا انبار لگا دیتا۔ ان کے مکان کی چھتیں۔ دروازہ اور چوکھٹ اور تخت اور چوکیاں سب سونے اور چاندی کی بنا دیتا مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے۔ عموماً لوگ کفر کا راستہ اختیار کر لیتے اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ سرد پانی کا نہ دیتا۔ آگے اس دنیا کے مال و دولت کے حقیر ہونے کی ایک وجہ۔ جو نہایت ظاہر ہے وہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ سب دنیا کا ساز سامان جس کا ذکر ہوا یہ صرف دنیا کی چند روزہ زندگی کی بہار کے لئے ہے۔ پھر فنا اور آخر فنا ہے۔ قابل قدر اور قابل طلب تو صرف آخرت ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور جو تقویٰ یعنی ایمان اور عمل صالحہ سے حاصل ہوتی ہے۔ آخرت کی بھلائیاں انہی کے لئے ہیں جو دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں اور ڈر ڈر کر زندگی گذارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے متقی بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔آمین۔اب ان آیات سے بعض امور خاص طور پر ظاہر ہوتے ہیں:۔

ایک تو یہ کہ دنیا میں معاشی تقسیم یونہی اللٹپ اور انکل پچو نہیں۔ بلکہ ایک خاص نظام تکوینی اور مشیت الٰہی کے ماتحت چل رہی ہے۔

دوسرے معاشی حیثیت سے بھی مراتب و درجات کا فرق بالکل طبعی وفطری ہے کوئی دولت مند ہوگا کوئی نادار۔کوئی حاکم ہوگا کوئی محکوم۔کوئی افسرو آقا ہوگا تو کوئی ماتحت اور خادم۔

تیسرے یہ کہ دنیا اور اس کا سارا ساز و سامان اللہ کے ہاں نہایت حقیر اور بے وقعت ہے اور مال و زر کی افراط و کثرت اکثر و بیشتر نقصان اور حرمان آخرت ہی کا باعث ہوتی ہے۔

چوتھے چاندی اور سونے کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے کہ جو چیز دنیا میں کافروں کے لئے سزاوار ہے وہ مومن کی پسند نہ ہونا چاہئے۔چنانچہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پیو۔اور نہ ان کی رکابیوں میں کھاؤ۔اس لئے کہ یہ دنیا میں کفار کا سامان ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہے ان آیات سے قوم کے ان نام نہاد ''مصلحین'' اور بہی خواہان ترقی کے دل دادوں کی روش پر بھی روشنی پڑ گئی جو دن رات اپنی تحریر و تقریر میں اٹھتے اور بیٹھتے یورپ اور امریکہ کے مال و دولت اور ساز سامان زندگی کا ذکر للچائی ہوئی زبان میں کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس طرح ترغیب دیتے رہتے ہیں کہ جیسے زرداری ہی ترقی کی معراج ہے۔ان کے عیش و آرام اور ان کی دولت مندی کو دیکھ کر للچانا اور اس کی حرص کرنا یہ ایک مسلمان کے لئے حقیقت شناسی سے بہت بعید بات ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر آپ لیٹے ہوئے ہیں۔اور اس کے اور آپ کے جسم مبارک کے درمیان کوئی بستر نہیں ہے۔اور چٹائی کی بناوٹ نے آپ کے پہلوئے مبارک پر گہرے نشانات ڈال دیئے ہیں۔اور سرہانے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔یہ حالت دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ حضور! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت کو فراخی اور خوش حالی عطا فرمائے۔روم اور فارس والوں کو بھی اللہ نے فراخی دی ہے۔حالانکہ وہ تو خدا پرست بھی نہیں ہیں۔آپ نے فرمایا اے ابن خطاب! تم ابھی اس حال میں اور اس خیال میں ہو! یہ سب تو وہ لوگ ہیں (جو اپنی خدا فراموشی اور کافرانہ زندگی کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم و بےنصیب کئے گئے ہیں۔اور اس لئے ان کی وہ لذتیں جو اللہ ان کو دینا چاہتا تھا اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہیں۔اور ایک روایت میں حضورؐ کا جواب اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے عمرؓ تم اس پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا کا عیش ہو۔اور ہمارے لئے آخرت کا عیش۔(بخاری ومسلم)

معلوم ہوا مسلمان کو تو فکر وطلب بس آخرت کی ہونی چاہئے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔یہ دنیا تو بس چندروزہ قیام کی سرائے ہے کیا یہاں کی تکلیف اور کیا یہاں کا عیش وآرام۔مگر یہ تو اسی کی سمجھ میں بات آسکتی ہے جو دین وآخرت کو اپنا مقصد زندگی سمجھتا ہو۔اور جس نے مقصد زندگی روٹی کپڑا مکان بنالیا وہ تو ان آخرت کے متوالوں کو احمق اور دیوانہ ہی کہے گا۔لیکن ان دنیا کے پرستاروں کا انجام اگلی آیات میں کھول کر بیان فرمایا گیا ہے جو ہوش کے کانوں سے سننے کے قابل ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ

اور جو شخص اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جاوے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ ان کو راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں،

عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ

اور یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ (راست) پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا تو (اس شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں

بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ

مشرق و مغرب کے برابر فاصلہ ہوتا کہ تو بُرا ساتھی تھا۔ اور جب کہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آوے گی کہ تم سب عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾

شریک ہو۔ سو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ

پس اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھا لیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (بھی) دکھلا دیں تب بھی ہم کو ان پر

مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْٓ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ

ہر طرح کی قدرت ہے۔ تو آپ اس قرآن پر قائم رہئے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے، آپ بیشک سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور یہ قرآن آپ کیلئے اور آپ کی

وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ۠ اَجَعَلْنَا

قوم کیلئے بیشک بڑے شرف کی چیز ہے، اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے۔ اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کیا ہم نے

مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جاوے۔

وَمَنْ اور جو	يَعْشُ شب کوری کرے	عَنْ سے	ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کی یاد	نُقَيِّضْ ہم مقرر (مسلط) کر دیتے ہیں	لَهٗ اس کیلئے		
شَيْطٰنًا ایک شیطان	فَهُوَ تو وہ	لَهٗ اس کا	قَرِيْنٌ ساتھی	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَيَصُدُّوْنَهُمْ البتہ وہ روکتے ہیں انہیں	عَنِ السَّبِيْلِ راستہ سے	
وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ گمان کرتے ہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	مُّهْتَدُوْنَ ہدایت یافتہ	حَتّٰى یہاں تک	اِذَا جب	جَآءَنَا وہ آئیں گے ہمارے پاس	قَالَ وہ کہے گا	
يٰلَيْتَ اے کاش	بَيْنِيْ میرے درمیان	وَبَيْنَكَ اور تیرے درمیان	بُعْدَ دوری	الْمَشْرِقَيْنِ مشرق و مغرب	فَبِئْسَ تو بُرا	الْقَرِيْنُ ساتھی	
وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ اور ہرگز نفع نہ دیگا تمہیں	الْيَوْمَ آج	اِذْ ظَّلَمْتُمْ جب ظلم کیا تم نے	اَنَّكُمْ یہ کہ	تم فِى الْعَذَابِ عذاب میں	مُشْتَرِكُوْنَ مشترک ہو		
اَفَاَنْتَ تو کیا آپ	تُسْمِعُ سنائیں گے	الصُّمَّ بہروں	اَوْ تَهْدِى یا راہ دکھائیں گے	الْعُمْىَ اندھوں	وَمَنْ كَانَ اور جو ہو	فِىْ میں	
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ صریح گمراہی	فَاِمَّا پھر اگر	نَذْهَبَنَّ لے جائیں	بِكَ آپ کو	فَاِنَّا تو بیشک ہم	مِنْهُمْ ان سے	مُّنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے	

اَوْ نُرِيَنَّكَ یا ہم دکھادیں تمہیں	الَّذِيْ وہ جو	وَعَدْنٰهُمْ ہم نے وعدہ کیا ان سے	فَاِنَّا تو بیشک ہم	عَلَيْهِمْ ان پر	مُّقْتَدِرُوْنَ قدرت رکھنے		
والے (قادر) ہیں	فَاسْتَمْسِكْ پس آپ مضبوطی سے تھام لیں	بِالَّذِيْ وہ جو	اُوْحِيَ وحی کیا گیا	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اِنَّكَ بیشک آپ	عَلٰي پر	
صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَذِكْرٌ نصیحت (نامہ)	لَّكَ آپ کیلئے	وَلِقَوْمِكَ اور آپ کی قوم کیلئے	وَسَوْفَ اور عنقریب	
تُسْـَٔلُوْنَ تم سے پوچھا جائیگا	وَسْـَٔلْ اور پوچھ لیں	مَنْ جو	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	مِنْ رُّسُلِنَآ ہمارے رسولوں میں سے		
اَجَعَلْنَا کیا ہم نے مقرر کئے	مِنْ سے	دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کے سوا	اٰلِهَةً کوئی معبود	يُّعْبَدُوْنَ اُن کی عبادت کی جائے			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کا تذکرہ ہوا تھا جن کے نزدیک دنیوی مال و دولت ہی عزت و افتخار کی چیز ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ مال ودولت ایک بے حقیقت اور حقیر چیز ہے جو دنیا میں اللہ کے نہ ماننے والوں کوافراط کے ساتھ مل جاتی ہے اور جتنا اب اللہ نے کافروں کو دنیا میں دے رکھا ہے اس سے بھی زیادہ زرو دولت کی بارش کافروں پر کردی جاتی حتیٰ کہ ان کے گھر چھتیں اور دروازہ اور دوسرا ساز و سامان سونے چاندی کا بنادیا جاتا مگر اس لئے ایسا نہیں کیا گیا کہ پھر اکثر لوگ مال و دولت کے لالچ میں کفر ہی کو اختیار کرنے لگتے۔ نیز بتلایا گیا تھا کہ نادانو یہ دنیوی ساز وسامان فقط دنیا ہی میں گزارے کے لئے ہے اور آخرت کی زندگی اصل ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور وہاں کا آرام و راحت انہی کو نصیب ہوگا جو دنیا میں تقویٰ یعنی پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جانا اور آخرت اور اللہ کی طرف سے اندھے بن جانا یہ گمراہی کی جڑ اور انتہا ہے۔ چنانچہ خدا کی یاد اور اس کی نصیحتوں سے غفلت کا قانونی انجام یہ بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص بھی سچی نصیحت اور یاد الٰہی سے اعراض کرتا رہتا ہے تو اس پر ایک شیطان خصوصی طور سے مسلط کردیا جاتا ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے اس کے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور راہ حق سے روکتا رہتا ہے اور یہ شیطان پھر جہنم تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شیاطین ان نادانوں کو نیکی اور حق کی راہ سے روکتے رہتے ہیں مگر ان کی عقلیں ایسی مسخ ہوجاتی ہیں کہ اسی کو ٹھیک راستہ سمجھتے ہیں اور نیکی و بدی کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ ایسے غافل لوگوں پر شیطان ایسا قابو کرلیتا ہے اور ان کے دل میں ایسا خیال جما دیتا ہے کہ وہ باوجود راہ حق سے دور ہونے کے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری روش بہت اچھی ہے اور ہم صحیح راہ پر قائم ہیں اور راہ راست پر چل رہے ہیں ایسے غافل اور نادانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ خدا کے ہاں پہنچ کر قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے حاضری ہوگی تو وہاں معاملہ کھل جائے گا اور اس وقت اپنی غلطی معلوم ہوجائے گی کہ دنیا میں وہ شیطان جو اس کا ہر وقت کا ساتھی تھا اس وقت حسرت اور ندامت سے یہ نادان غافل کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا۔ یعنی بے انتہا دوری ہوتی میں دنیا میں تیری کوئی بات نہ سنتا اور ایک لمحہ تیری صحبت میں نہ گزرتا۔ یعنی دنیا میں تو غافل انسان شیطان کے مشورہ پر چلتا ہے اور قیامت میں اس کی صحبت اور رفاقت سے پچھتائے گا آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں تو یہ حال ہے کہ جس مصیبت میں سب چھوٹے بڑے شریک ہوں تو وہ مصیبت کچھ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے جیسا کہ ایک ضرب المثل ''مرگ انبوہ جشن دارد'' مشہور ہے مگر جہنم میں تمام شیاطین الانس والجن اور تابع ومتبوع اور چھوٹے بڑے سب کا جمع ہونا اور عذاب میں شریک ہونا کسی کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ہر ایک کے لئے عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ کسی کو اپنے لئے کوئی تسلی اور تخفیف کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ کسی کو کسی کی طرف التفات بھی نہ ہوگا۔ ہر شخص اپنے حال میں مبتلا ہوگا اور اپنے ہی کو سب سے زیادہ مبتلائے عذاب سمجھے گا تو منکرین کے اس کفر وضلالت سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو جو حزن و ملال ہوتا تھا اس کے ازالہ اور آپ کی تسلی کے لئے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو مثل بہرے اور اندھوں کے ہیں تو ایسے اندھوں کو راہ حق دکھلا دینا اور ایسے بہروں کو حق کی آواز سنا دینا جو صریح غلطی اور گمراہی میں پڑے بھٹک رہے ہوں اور ان کو تاریکی سے نکال کر سچائی کی صاف سڑک پر چلا دینا یہ آپ کے اختیار سے خارج ہے۔ جب ان کی ہدایت آپ کے اختیار سے خارج ہے تو آپ اس غم میں نہ رہیئے کہ یہ سب لوگ حق اور ہدایت کو قبول کیوں نہیں کرتے اور کیونکر اپنا انجام خراب کر رہے ہیں؟ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے اور ان کے غم میں اپنی جان کو نہ گھلایئے کہ یہ کیوں راہ راست پر نہیں آتے؟ اللہ ان کے اعمال کی سزا ان کو دے گا۔ ان کا یہ عصیان اور طغیان خالی جانے والا نہیں ان کو اس پر ضرور سزا ہونے والی ہے خواہ آپ کی حیات میں ہو خواہ آپ کی وفات کے بعد۔ بہرصورت نہ یہ خدا کے قابو سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ نہ خدا انہیں بدوں سزا دیئے چھوڑیں گے۔ تو جب یہ صورت ہے تو آپ تسلی رکھیئے اور اطمینان سے اس قرآن پر قائم رہیئے جو آپ پر نازل کیا جا رہا ہے اور جو حکم ربانی آئے اس پر مضبوطی سے جے رہیئے اور اپنا فرض برابر ادا کئے جایئے۔ کیونکہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے۔ آپ اللہ کے فضل سے سیدھی راہ پر ہیں جس سے ایک قدم ادھر ادھر ہٹنے کی ضرورت نہیں۔ نہ کسی ہوا پرست کی خواہش و آرزو کی طرف التفات کرنے کی حاجت ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن کریم آپ کے اور آپ کی قوم کے لئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اور ساری دنیا کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل آپ پر نازل ہوا۔ آپ کی زبان میں اترا۔ اور آپ کی قوم کے لوگ اس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں اور قرآن جو ان سب کے لئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے اس کی ہدایت پر چل کر سب سے پہلے دنیوی و اخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔ اور عنقریب قیامت کے روز پوچھ ہوگی کہ اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر کی تھی اور اس فضل و شرف کا کیا شکر ادا کیا تھا؟ آگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا راستہ وہی ہے جو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ یعنی توحید کا۔ شرک کی تعلیم کبھی کسی نبی نے نہیں دی نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین حق میں اس بات کو کبھی جائز رکھا کہ اس کے سوا دوسروں کی پرستش کی جائے۔ یہ خطاب گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر سنانا اوروں کو مقصود ہے کہ جس کا جی چاہے تحقیق کر لے کسی پیغمبر نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی بندگی کے لائق ہے۔

ان آیات سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ کی یاد اور اس کے ذکر و فکر سے اعراض کی اتنی سزا تو دنیا ہی میں مل جاتی ہے کہ انسان خراب صحبت میں گرفتار ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں شیاطین خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے اس کو بھلائیوں اور نیکیوں سے دور اور برائیوں سے قریب کرتے رہتے ہیں اور اس شیطانی تسلط کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کام تو ایسا انسان سارے گمراہی اور بدی کے کرتا رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بہت اچھا کر رہا ہے یہ تو ہوئی اللہ کے ذکر سے اعراض کی سزا دنیا میں اور مرنے کے بعد عالم برزخ میں اور آخرت کی سزا وہ الگ رہی جس کا اعلان ۲۹ویں پارہ سورہ جن میں اس طرح فرمایا ہے۔ **ومن یعرض عن ذکر ربه یسلکه عذاباً صعدًا** ط اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔ یا جیسا سولھویں پارہ سورہ کہف میں فرمایا **وعرضنا جهنم یومئذ للکافرین عرضا ن الذین کانت اعینهم فی غطآء عن ذکری**۔ اور ہم دوزخ کو اس روز یعنی قیامت کے دن کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہمارے ذکر یعنی ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

الغرض یہ تو بیان ہوا ذکر اللہ سے اعراض کا جس کا نتیجہ دنیا

میں شیاطین کا تسلط ہونا بتلایا گیا اور آخرت میں نار جہنم کی سزا۔ اسی سے اس کی ضد بھی سمجھی جاسکتی ہے یعنی ذکر اللہ کی پابندی شیاطین سے دوری کا باعث ہے اب یہاں ذکر اللہ کے معنی اور مطلب بھی سمجھ لئے جائیں۔ ذکر کے لفظی معنی یاد کے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا نام ذکر اللہ ہے اور یاد کا اصل تعلق انسان کے دل سے پھر زبان سے ہے اور افضل یہ ہے کہ اللہ کا ذکر دل اور زبان دونوں سے کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی ذکر کی فضیلت کو زیادہ بیان فرمایا ہے جس میں دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو۔ علمائے محققین و محدثین ومفسرین کا کہنا ہے کہ ذکر اللہ صرف تسبیح وتہلیل اور زبانی ذکر پر منحصر نہیں بلکہ ہر عمل جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کیا جائے۔ وہ بھی ذکر اللہ میں داخل ہے بشرطیکہ نیت اطاعت کی ہو اس طرح دنیا کے تمام کاروبار بھی ذکر اللہ میں داخل ہیں اگر ان میں شرعی حدود کی پابندی کا دھیان رہے کہ جہاں تک جائز ہے کیا جائے اور جس حد پر پہنچ کر ممنوع ہے اس کو چھوڑ دیا جائے تو یہ سارے اعمال بظاہر دنیوی کام ہیں وہ بھی ذکر اللہ میں شمار ہوں گے اس طرح جس مجلس میں احکام شرعیہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تحقیق وتعلیم و بحث ہو وہ بھی مجالس ذکر ہیں (ذکر اللہ از حضرت مفتی صاحبؒ)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ذکر فکر کی توفیق دائمی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض کفار مکہ کا شبہ اور اعتراض کہ جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر آپ کے مال دار اور صاحب جاہ وریاست نہ ہونے کی بنا پر کرتے تھے اس کا پوری طرح رد فرمایا گیا۔ اسی سلسلہ میں آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ان کی نبوت پر بھی فرعون نے یہی اعتراض کیا تھا کہ میں ملک مصر کا مالک ہوں میرے محلات کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہیں نبوت کیونکر مل سکتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نفس وشیطان کی گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

اور اپنے ذکر وفکر کی دائمی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ قیامت کی حسرت وندامت سے ہم سب کو محفوظ فرمایئے اور اپنے عذابوں سے دونوں جہاں میں محفوظ اور مامون فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرما۔ اور تازندگی اسی پر قائم رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے جو یہ قرآن پاک کی نعمت ہم کو بخشی ہے تو اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس نعمت کی حقیقی شکرگزاری کی بھی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا سو انہوں نے فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے ہوں۔ پھر جب

جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا٘

موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ یکا یک (ان) پر لگے ہنسنے۔ اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی،

وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج

اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا، تا کہ وہ باز آجاویں۔ اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے،

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

ہم ضرور راہ پر آجاویں گے۔ پھر جب ہم نے وہ عذاب اُن سے ہٹا دیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجا	مُوْسٰی موسیٰ	بِاٰیٰتِنَآ اپنی نشانیوں کے ساتھ	اِلٰی طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَا۠ئِهٖ اور اس کے سردار	فَقَالَ تو اس نے کہا	
اِنِّیْ رَسُوْلُ بیشک میں رسول	رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کا پروردگار	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ وہ آیا	بِاٰیٰتِنَآ ہماری نشانیوں کیساتھ	اِذَا نا گہاں	هُمْ وہ	
مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ اس سے (اُن نشانیوں پر) ہنسنے لگے	وَمَا نُرِیْهِمْ اور ہم انہیں دکھاتے تھے	مِّنْ اٰیَةٍ کوئی نشانی	اِلَّا هِیَ مگر وہ	اَكْبَرُ بڑی	مِنْ سے		
اُخْتِهَا اُس کی بہن دوسری نشانی اور	اَخَذْنٰهُمْ ہم نے گرفتار کیا انہیں	بِالْعَذَابِ عذاب میں	لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ	یَرْجِعُوْنَ وہ رجوع کریں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا		
یٰٓاَیُّهَ اے	السّٰحِرُ جادوگر	ادْعُ دعا کر	لَنَا ہمارے لئے	رَبَّكَ اپنا رب	بِمَا عَهِدَ اس عہد کے سبب جو	عِنْدَكَ تیرے پاس	اِنَّنَا بیشک ہم
لَمُهْتَدُوْنَ البتہ ہدایت پانے والے	فَلَمَّا پھر جب	كَشَفْنَا ہم نے کھولا (ہٹا دیا)	عَنْهُمُ اُن سے	الْعَذَابَ عذاب	اِذَا هُمْ نا گہاں وہ	یَنْكُثُوْنَ عہد توڑ گئے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ وہی ہے جو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ سارے ہی پیغمبروں نے دین حق کی تبلیغ کی اور توحید کی دعوت دی۔ شرک کی تعلیم کبھی کسی نبی نے نہیں دی اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین حق میں کبھی اس بات کو جائز رکھا کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی پرستش کی جائے۔ تو تحقیق وتفتیش کے جو ذرائع ہو سکتے ہیں ان کو استعمال میں لانے سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ کسی آسمانی دین میں کبھی شرک کی اجازت نہیں ہوئی۔ اسی کی تائید میں اب یہاں سے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے جو کئی وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات وحالات سے مناسبت رکھتا تھا جس طرح کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دنیوی مال ودولت ووجاہت نہ ہونے سے اعتراض اور طعن کیا تھا اسی طرح فرعون نے باوجود معجزات دیکھنے کے ایسا ہی طعن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیا تھا کہ یہ ذلیل وحقیر ہیں (معاذ اللہ) اور ان کے پاس سونے کے کنگن پہننے کو نہیں جو تاجداری اور سرداری کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا قصہ یہاں بیان فرما کر اہل عرب کو یہ بھی جتلا دیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم میں اپنا نبی بھیج کر انہیں موقع عطا فرماتا ہے کہ سعادت اخروی حاصل کریں اور قوم نبی کی قدر کرنے اور اس کی ذات سے فائدہ اٹھانے کی بجائے نبی کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے جیسا کہ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا تو پھر اس کا نہایت عبرتناک انجام ہوتا ہے جیسا کہ فرعونیوں کا حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں ہوا۔ اس قصہ سے کفار مکہ

کو یہ بھی جتلایا گیا کہ جس طرح تم اپنے سرداروں اور دولت مندوں کے مقابلہ میں اللہ کے رسول کو حقیر سمجھ رہے ہو ایسا ہی فرعون نے بھی اپنی بادشاہی شان وشوکت اور مال ودولت پر فخر کر کے موسیٰ علیہ السلام کو حقیر سمجھا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ اصل میں حقیر وذلیل کون تھا اور کس کا کیا انجام ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ میں کفار مکہ کے لئے یہ بھی تنبیہ موجود تھی کہ تم جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تکبر اور ہیکڑی برت رہے ہو تو یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اس کا وہی خمیازہ تم بھگت کر رہو گے جس کی مثال حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصہ میں موجود ہے۔

الغرض ان متعدد مقاصد کے ماتحت ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری تعالیٰ نے اپنا رسول و نبی بنا کر فرعون اور اس کے امرا اور اس کی رعایا کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں توحید الٰہی کا سبق دیں اور شرک وکفر سے منع کریں۔ منصب نبوت کے ثبوت میں آپ کو بڑے بڑے معجزات بھی عطا فرمائے گئے جیسے ہاتھ کا روشن ہو جانا۔ اور لاٹھی کا اژدھا بن جانا وغیرہ لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی بلکہ الٹا تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عرصہ تک دین کی دعوت دیتے رہے مگر فرعونیوں نے مان کر نہ دیا تو پھر متعدد بار ان پر اللہ کے عذاب آئے تا کہ انہیں عبرت بھی ہو اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی حقانیت پر دلیل بھی ہو۔ وہ متعدد قسم کے عذاب جو فرعونیوں پر آئے تھے ان کا ذکر سورہ اعراف نویں پارہ میں آ چکا ہے۔ کبھی ان پر ہولناک بارش اور سیلاب کا طوفان آیا۔ کبھی ٹڈی دلوں کا خوف اور تباہ کن حملہ ہوا۔ کبھی چیچڑیاں۔ جوئیں یا سرسلیوں کے پھیلنے کی وبا آئی۔ کبھی مینڈکوں کا سیلاب امنڈ آیا جس سے فرعونیوں کا کھانا پینا حتیٰ کہ بولنا چالنا اور رہنا سہنا دوبھر ہو گیا۔ کبھی خون کا عذاب رونما ہوا کہ فرعونیوں کے تمام نہر۔ کنوئیں چشمے۔ تالاب۔ حوض۔ دریا سب خون میں تبدیل ہو گئے کہ جس سے صاف پانی کو ترس گئے۔ جب کوئی عذاب آتا تو فرعونی تلملا اٹھتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کرتے۔ انہیں رضامند کرتے ان سے قول وقرار کرتے اور عذاب کے دفع ہونے کی دعا کراتے جب آپ کی دعا پر عذاب ہٹ جاتا تو پھر سرکشی پر اتر آتے اور وعدہ سے مکر جاتے۔ پھر عذاب آتا۔ پھر یہی ہوتا۔ یہاں ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ فرعونی جب دفع عذاب کی درخواست موسیٰ علیہ السلام سے کرتے تو آپ کو یا یھا السحر اے جادوگر کہہ کر خطاب کرتے۔ اس پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ "ساحر" ان کے محاورات میں "عالم" کو کہتے تھے کیونکہ بڑا علم ان کے نزدیک یہی سحر تھا۔ تو شاید اس خوشامد ولجاجت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہو اور خبث باطن سے اشارہ اس طرف بھی ہو کہ ہم تم کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے صرف ایک ماہر جادوگر سمجھتے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے۔ ان کے زمانہ کے علما کا یہی لقب تھا اور انہی لوگوں میں علم تھا اور یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو "اے ساحر" کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا۔ اعتراض کے طور پر نہ تھا کیونکہ اس وقت تو انہیں اپنا کام نکالنا تھا۔ تو جب کوئی عذاب فرعونیوں پر آتا اور وہ زچ ہوتے اور موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے اور کہتے کہ تمہارے رب نے جو طریقہ دعا کا بتلایا ہے اور جو کچھ آپ سے عہد کر رکھا ہے اس کے موافق ہمارے حق میں دعا کرو کہ یہ عذاب ہم سے دفع ہو۔ اگر تمہاری دعا سے ایسا ہو گیا تو ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے یعنی تمہارا بتلایا ہوا دین قبول کر لیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر اس قول وقرار کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جب عذاب ہٹ جاتا اور مصیبت ختم ہوتی تو ایک دم اپنے قول وقرار سے پھر جاتے جیسے کوئی وعدہ کیا ہی نہ تھا۔

ابھی آگے فرعون کے کبر وغرور۔ اپنے کو بڑا سمجھنا اور موسیٰ علیہ السلام کی تحقیر کرنا۔ بالآخر فرعونیوں کی شرارت سے حق تعالیٰ کا غصہ بھڑکنا اور ان سے انتقام لیا جانا اور فرعونیوں کو غرق کر کے ہلاک کر دینا اور اس واقعہ کو آگے آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمونہ بنا دینا اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے (محل کے) پائیں میں بہ رہی ہیں،

تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَا

کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے۔ اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا۔ تو اس کے

اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ

سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پرا باندھ کر آئے ہوتے غرض اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آ گئے

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾

وہ لوگ شرارت کے بھرے تھے۔ پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾

اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کیلئے خاص طور پر متقدمین اور نمونہ (عبرت) بنا دیا۔

وَنَادٰی اور پکارا	فِرْعَوْنُ فرعون	فِیْ میں	قَوْمِهٖ اپنی قوم	قَالَ یٰقَوْمِ اس نے کہا اے میری قوم	اَلَیْسَ لِیْ کیا نہیں میرے لئے	مُلْكُ مِصْرَ مصر کی بادشاہت	
وَهٰذِهِ اور یہ	الْاَنْهٰرُ نہریں	تَجْرِیْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِیْ میرے نیچے سے	اَفَلَا تو کیا نہیں	تُبْصِرُوْنَ دیکھتے تم	اَمْ اَنَا کیا۔ بلکہ میں	خَیْرٌ بہتر
مِنْ هٰذَا اس سے	الَّذِیْ وہ جو	هُوَ وہ	مَهِیْنٌ کم قدر	وَلَا یَكَادُ اور وہ معلوم نہیں ہوتا	یُبِیْنُ صاف گفتگو کرتا	فَلَوْ تو کیوں	لَا اُلْقِیَ نہ ڈالے گئے
عَلَیْهِ اس پر	اَسْوِرَةٌ کنگن	مِنْ ذَهَبٍ سونے کے	اَوْ جَآءَ یا آئے	مَعَهُ اسکے ساتھ	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	مُقْتَرِنِیْنَ پرا باندھ کر	
فَاسْتَخَفَّ پس اس نے بے عقل کردیا	قَوْمَهٗ اپنی قوم	فَاَطَاعُوْهُ تو انہوں نے اسکی اطاعت کی	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَوْمًا لوگ	فٰسِقِیْنَ نافرمان	
فَلَمَّا پھر جب	اٰسَفُوْنَا انہوں نے غصہ دلایا ہمیں	انْتَقَمْنَا ہم نے انتقام لیا	مِنْهُمْ اس سے	فَاَغْرَقْنٰهُمْ پس ہم نے غرق کردیا انہیں			
اَجْمَعِیْنَ سب	فَجَعَلْنٰهُمْ تو ہم نے کردیا انہیں	سَلَفًا وَّمَثَلًا پیش رو (گئے گزرے) اور مثال (داستان)	لِلْاٰخِرِیْنَ بعد میں آنے والے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے تذکرہ میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا اور موسیٰ علیہ السلام نے ثبوت نبوت میں فرعونیوں کو معجزہ دکھلائے مگر وہ موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہی کرتے رہے۔ بالآخر ان کی تنبیہ کے لئے متعدد قسم کے عذاب فرعونیوں پر نازل ہوئے۔ جب وہ مصیبت میں گرفتار ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور درخواست عذاب کے دفعیہ کی کرتے اور وعدہ کرتے کہ اگر آپ کی دعا سے یہ عذاب دور ہو گیا تو ہم پھر آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ جب موسیٰ کی دعا سے عذاب ہٹ جاتا تو فرعونی پھر اپنے قول وقرار سے ہٹ جاتے۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ فرعون نے یہ سوچ کر کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر عام فرعونی ان پر ایمان نہ لے آویں اور موسیٰ علیہ السلام کے پیرو نہ بن جائیں تو روک تھام کے لئے اس نے اپنے ملک میں ساری قوم میں منادی کرائی اور ایک اعلان کرایا اور اس اعلان میں یہ قوم سے کہا کہ کیا میں تنہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات ومحلات میں نہریں جاری نہیں؟

کیا تم میری عظمت وسلطنت اور دبدبہ کو دیکھ نہیں رہے ہو؟ پھر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو کہ نہ ان کے پاس ملک نہ مال نہ دولت نہ ثروت نہ حکومت تو ہم ایک معمولی حیثیت والے شخص کے سامنے کیسے گردن جھکا دیں جس کے پاس نہ کوئی ظاہری کمال ہے۔ نہ حکومت وسلطنت ہے نہ ملک ومال ہے حتیٰ کہ بات کرتے ہوئے بھی پوری طرح زبان صاف نہیں چلتی۔ اور یہ فرعون نے اس وجہ سے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں کچھ لکنت تھی اور یہ لکنت ممکن ہے کہ پیدائشی ہو یا ممکن ہے کہ بچپن میں فرعون کے ہاں آگ کا انگارا منہ میں رکھ لینے سے پیدا ہوئی ہو جیسا کہ اکثر مفسرین میں مشہور ہے۔ تو فرعون نے قوم سے کہا کہ میں ان سے ہر طرح بہتر واعلیٰ ہوں اور یہ بالکل بے وقعت شخص ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں تمام دنیا کے مالک وحاکم کا ایلچی اور پیغامبر ہوں اگر ایسا تھا تو اس پر سونے کے کنگن آسمان سے کیوں نہ اتارے گئے۔ لکھا ہے کہ فرعون خود جواہرات کے کنگن پہنتا تھا اور جس امیر وزیر پر مہربان ہوتا اسے سونے کے کنگن پہنا تا اور فرعون کے سامنے فوج صف باندھ کر کھڑی ہوتی تھی تو اس نے قوم کو یہ سمجھایا کہ جب ہم کسی کو عزت دیتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں تو اگر اس کا خدا ایسا ہی رعب داب اور شان وشوکت والا ہے جیسا کہ یہ کہتا ہے تو پھر اس کا ایلچی ہونے کے باعث اس کے ہاتھ میں کنگن پڑے ہوتے اور اس کے ساتھ فرشتوں کے پرے کے پرے ہوتے اور یہ ان کے بیچ میں بڑی شان وشوکت سے آتے اور اس کا پیغام پہنچاتے۔ تو فرعون نے ان ابلہ فریب باتوں سے قوم کو الو بنالیا اور سب احمق اسی کی بات ماننے لگے اور اسی کا کلمہ پڑھنے لگے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ فرعونی اصل میں تھے ہی بدکار اور ان کی طبیعتوں میں خدا کی نافرمانی وسرکشی پہلے سے رچی ہوئی تھی۔ اس لئے فرعون کی باتوں نے اور ان پر رنگ چڑھا دیا اور ان کو بیوقوف بنالیا۔ پھر جب فرعون اور اس کی قوم نے ان کاموں پر اصرار کیا جن پر عادۃً خدا کا غضب نازل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور سب کو سمندر میں ڈبو کر ہلاک کر دیا اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرت کا نمونہ بن گئے اور ان کا قصہ ایک عبرتناک نظیر کے طور پر بیان ہوتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے کو کوئی نعمت دے اور بندہ گناہ اور نافرمانی کرتا جاوے تو یہ خدا تعالیٰ کا اس کے لئے داؤ ہے کہ خدا نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت فرمائی۔ **فلما اسفونا انتقمنا منهم فاغرقنهم اجمعين**۔ (پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ ختم فرما کر آگے اصل مقصود توحید کی تائید اور ابطال شرک کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مال ودولت کے اور جاہ وسطوت کے فتنہ سے ہماری حفاظت فرمائیں اور مال ودولت کی وجہ سے جو تکبر پیدا ہوتا ہے اس سے ہمیں بچائیں۔ یا اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمایئے اور ہر طرح کی گمراہی اور بے دینی سے ہم کو بچایئے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جن سے آپ راضی ہو جائیں اور ان بداعمالیوں سے بچا لیجئے کہ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ یا اللہ! ہم کو ایسے مخلص۔ دین دار صاحب حکومت عطا فرما جو خود بھی دین پر چلنے والے ہوں اور اپنے محکوموں اور رعایا کو بھی دین پر چلانے والے ہوں، جن کا اعزاز واکرام ہم کریں۔ یا اللہ! ہماری تقصیرات پر گرفت نہ فرما۔ ہمیں اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں اپنا تابعدار بندہ بن کر زندہ رہنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝٥٧ وَقَالُوٓا ءَأَٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ

اور جب عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو یکا یک آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ،

مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝٥٨ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَٰهُ

ان لوگوں نے جو یہ آپ سے بیان کیا ہے تو محض جھگڑنے کی غرض سے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو عیسیٰ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو

مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ۝٥٩ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝٦٠ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ

بنی اسرائیل کیلئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے۔ اور وہ

لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝٦١ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَٰنُ ۖ

(یعنی عیسیٰ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں تو تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پائے

إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝٦٢

وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے۔

وَلَمَّا اور جب	ضُرِبَ بیان کی گئی	ابْنُ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم	مَثَلًا مثال	إِذَا یکا یک	قَوْمُكَ تمہاری قوم مِنْهُ يَصِدُّونَ اس سے (خوشی سے) چلانے لگتے ہیں		
وَقَالُوٓا اور وہ بولے	ءَأَٰلِهَتُنَا کیا ہمارے معبود	خَيْرٌ بہتر	أَمْ یا	هُوَ وہ	مَا ضَرَبُوهُ نہیں وہ بیان کرتے اسکو	لَكَ تمہارے لئے	
إِلَّا جَدَلًا مگر (صرف) جھگڑنے کو	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	خَصِمُونَ جھگڑالو	إِنْ نہیں	هُوَ وہ (عیسیٰ)	إِلَّا صرف	عَبْدٌ ایک بندہ
أَنْعَمْنَا ہم نے انعام کیا	عَلَيْهِ اس پر	وَجَعَلْنَٰهُ اور ہم نے بنایا اس کو	مَثَلًا ایک مثال	لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ بنی اسرائیل کیلئے	وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہتے		
لَجَعَلْنَا البتہ ہم کرتے	مِنكُم تم میں سے	مَّلَٰٓئِكَةً فرشتے	فِى الْأَرْضِ زمین میں	يَخْلُفُونَ (وہ تمہارے) جانشین ہوتے	وَإِنَّهُۥ اور بیشک وہ		
لَعِلْمٌ ایک نشانی	لِّلسَّاعَةِ قیامت کی	فَلَا تَمْتَرُنَّ تو ہرگز شک نہ کرو تم	بِهَا اس میں	وَاتَّبِعُونِ اور میری پیروی کرو	هَٰذَا یہ		
صِرَٰطٌ راستہ	مُّسْتَقِيمٌ سیدھا	وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ اور روک نہ دے تمہیں	الشَّيْطَٰنُ شیطان	إِنَّهُۥ بیشک وہ	لَكُمْ تمہارے لئے	عَدُوٌّ مُّبِينٌ دشمن کھلا	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات سے مضمون جابجا اثبات توحید اور ابطال شرک کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اسی کی تائید میں گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا گیا تھا اسی سلسلہ میں اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔ ان آیات کی ابتداء اس طرح فرمائی گئی کہ ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک مضمون بیان کیا گیا تو یکا یک آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے۔ تو یہاں مضمون بیان کرنے والے کا نام ظاہر نہیں فرمایا گیا مگر اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ مشرکین میں سے عبداللہ بن زبعری تھا جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے پاس تشریف فرما تھے کہ مشرکین میں سے نضر بن حارث بھی آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ باتیں کرنے لگا جس میں وہ لاجواب ہو گیا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ انبیاء سترھویں پارہ کی آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جهنم پڑھ کر سنائی۔ یعنی تم اور تمہارے معبود جن کو تم پوجتے ہو سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں سے تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر میں عبداللہ بن زبعری آیا تو اس سے کہا گیا کہ نضر بن حارث تو ابن عبدالمطلب سے ہار گیا اور بالآخر وہ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن کہتے ہوئے چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو انہیں لاجواب کر دیتا۔ جاؤ ذرا ان سے پوچھو تو کہ جب ہم اور ہمارے معبود جہنمی ہیں تو لازم آیا کہ سارے فرشتے اور حضرت عزیر اور حضرت مسیح بھی جہنم میں جائیں (معاذ اللہ معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد) کیونکہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں۔ یہود عزیرؑ کی پرستش کرتے ہیں۔ اور نصاریٰ عیسیٰؑ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر مجلس کے کفار بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہاں یہ جواب بہت ٹھیک ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور ہر وہ شخص جو اپنی عبادت اپنی خوشی کرائے یہ دونوں عابد و معبود جہنمی ہیں۔ فرشتوں یا نبیوں نے نہ اپنی عبادت کا حکم دیا نہ وہ اس سے خوش۔ ان کے نام سے دراصل یہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں وہی انہیں شرک کا حکم دیتا ہے اور یہ بجالاتے ہیں۔ اس پر قرآن پاک کی کئی آیات نازل ہوئیں (جو دوسری سورتوں میں ہیں) اور ان کے یعنی مشرکین کے عقائد کی تردید کی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں مشرکین میں سے عبداللہ بن زبعری نے جو جواب دیا تھا جس کا ذکر اوپر ہوا اور جس پر مشرکین بڑے خوش ہوئے تھے یہ اس سے متعلق آیات زیر تفسیر نازل ہوئیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ آپ کے اس قول کو سنتے ہی کہ معبودان باطل بھی اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے ان مشرکین نے جھٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش کر دیا اور مارے خوشی کے آپ کی قوم کے مشرک اچھل پڑے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگے۔ اس سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک بار ابطال شرک کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لیس احد یعبد من دون اللہ فیہ خیر** کسی معبود غیر اللہ میں کچھ خیر نہیں تو کفار قریش کہنے لگے کیا مسیح میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں حالانکہ آپ ان کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے اور عبد صالح تھے اور ظاہر ہے کہ نصاریٰ نے ان کی عبادت کی ہے پس اگر آپ کا یہ کہنا کہ کسی معبود غیر اللہ میں کچھ خیر نہیں قول صادق ہے تو اس عموم میں عیسیٰ (علیہ السلام) بھی داخل ہیں۔ تو وہ بھی مثل الٰہ مشرکین کے ہوئے۔ غرض حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا ذکر آتا تو عرب کے مشرکین خوب شور مچاتے اور قسم قسم کی آوازیں اٹھاتے تھے۔ تو معترضین کو پہلے تو اجمالاً جواب دیا جاتا ہے اور پھر تفصیلاً۔ اجمالاً جواب یہ کہ ان لوگوں نے جو یہ مضمون عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ سے بیان کیا تو ان کا منشا محض جھگڑنا ہے اور کٹ حجتی کر کے حق کو دبانا ہے اور ان لوگوں کا جھگڑنا کچھ مخصوص اسی مضمون کے ساتھ نہیں بلکہ یہ لوگ اپنی عادت ہی سے جھگڑالو ہیں۔ سیدھی اور صاف بات بھی ان کے دماغوں میں نہیں اترتی۔ یونہی مہمل بحثیں اور دور از کار جھگڑے نکالتے رہتے ہیں اور تفصیلاً جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے مقبول بندے ہیں جن پر اللہ نے خاص فضل فرمایا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے واسطے کھڑا کیا جن کو اپنے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور جو اپنی امت کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے تو کیا اس مقبول بندہ کو العیاذ باللہ **حصب جہنم** کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ تو پتھر کی وہ مورتیاں جن کو مشرکین دیوتا اور معبود بنا کر پوجتے ہیں اپنے پوجنے والوں کے ساتھ جہنم میں ڈالی جائیں گی۔ قرآن کریم کسی بندہ کو بھی خدائی کا درجہ نہیں دیتا اس کا تو سارا جہاد ہی اس مضمون کے خلاف ہے ہاں یہ بھی نہیں کر سکتا کہ محض احمقوں کے خدا بنا لینے سے ایک مقرب اور مقبول بندہ کو پتھروں اور شریروں کے برابر کر دے آگے بتلایا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام محض اس بنا پر کہ وہ بغیر باپ کے عام عادت کے خلاف پیدا ہوئے لائق عبادت نہیں ہو سکتے۔ ان کی ولادت اس طرح بغیر باپ کے یہ تو

اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی کہ جس سے حق تعالیٰ کی قدرت پر استدلال ہو کہ خدا سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب امور پر قادر ہیں۔ چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو انسانوں سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے اور وہ زمین پر مثل انسانوں کے رہا کرتے یا انسانوں کی جگہ آسمان سے فرشتے ہی لا کر زمین پر آباد کر دیتے۔ یہ سب قدرت ان کو حاصل ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اول مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بدوں باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ دنیا میں آنا قرب قیامت کا نشان ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگ معلوم کرلیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ گئی ہے اب چونکہ مشرکین خود توحید کی طرح قیامت میں بھی کلام رکھتے تھے اس لئے مناسبت مضمون سے قیامت کی صحت پر بھی بطور جملہ معترضہ کے ذکر فرمایا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کا خطاب تمام انسانوں سے ہوتا ہے کہ اے لوگو تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور جو سیدھی راہ ایمان و توحید کی بتلائی جا رہی ہے اس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستہ سے روک دے۔

اب دیکھ لیجئے کہ باوجود حق تعالیٰ کی اس کھلی ہوئی تنبیہ و دعوت کے تم قیامت میں شک مت کرو آج ہمارے یقین آخرت کے متعلق کس درجہ میں ہیں اور شب و روز ہم اس کا کتنا اہتمام اور فکر کر رہے ہیں اور اس دعوت الٰہی کے جواب میں کہ تم لوگ میرا اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے آج کتنے نفوس صدق دل سے یہ اعلان کرنے کو تیار ہیں کہ ہم دل و جان سے۔ عقائد میں۔ افعال میں اعمال میں۔ اخلاق میں خصائل میں۔ معاملات میں غرض ہر چیز میں اتباع حکم الٰہیہ کے لئے تیار ہیں۔ پھر اس تنبیہ الٰہیہ کے باوجود کہ دیکھو شیطان تمہارا صریح دشمن ہے وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے سے روکنے نہ پاوے آج کتنے ہیں جو شیطان کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس کے دھوکہ میں نہیں آتے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے ہمارے دین ایمان کی حفاظت فرمائیں اور اس پرفتن زمانہ میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ آمین۔

اب چونکہ یہاں اثبات توحید اور ابطال شرک کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آ گیا تھا۔ آگے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی کہا تھا اور اللہ ہی کی عبادت کا حکم لوگوں کو دیا تھا اور اللہ کی توحید ہی کی طرف سب کو بلایا تھا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے فضل و کرم سے توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور قیامت و آخرت پر یقین کامل عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کا فکر اور وہاں کا اہتمام نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر کام میں ہر عمل میں اور ہر آن میں اپنے احکام پر عمل پیرا ہونے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور شیطان کے مکر و فریب اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ

اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں اور تا کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کر دوں،

فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾

تو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ

سو مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈال لیا۔ سو ان ظالموں کیلئے ایک پردرد دن کے عذاب سے بڑی خرابی ہے۔ یہ لوگ بس

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ

قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعتہً آپڑے اور اُن کو خبر بھی نہ ہو۔ تمام دوست اس روز

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾

ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے۔

وَلَمَّا اور جب	جَآءَ آئے	عِيسٰى عیسیٰ	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کیساتھ	قَالَ انہوں نے کہا	قَدْ جِئْتُكُمْ تحقیق میں آیا ہوں تمہارے پاس	بِالْحِكْمَةِ حکمت کیساتھ
وَلِاُبَيِّنَ اور اسلئے کہ بیان کردوں	لَكُمْ تمہارے لئے	بَعْضَ بعض	الَّذِىْ وہ جو کہ	تَخْتَلِفُوْنَ تم اختلاف کرتے ہو	فِيْهِ اس میں	فَاتَّقُوا اللّٰهَ سو ڈرو اللہ سے
وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ	رَبِّىْ میرا رب	وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب	فَاعْبُدُوْهُ سو تم اس کی عبادت کرو	هٰذَا یہ
صِرَاطٌ راستہ	مُّسْتَقِيْمٌ سیدھا	فَاخْتَلَفَ پھر اختلاف ڈال لیا	الْاَحْزَابُ گروہ (جمع)	مِنْ بَيْنِهِمْ آپس میں	فَوَيْلٌ سو خرابی	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے
ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا	مِنْ عَذَابِ عذاب	يَوْمٍ اَلِيْمٍ دن دُکھ دینے والا	هَلْ کیا	يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں	اِلَّا صرف	السَّاعَةَ قیامت
اَنْ کہ	تَاْتِيَهُمْ وہ ان پر آجائے	بَغْتَةً اچانک	وَهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہ رکھتے ہوں	اَلْاَخِلَّآءُ تمام دوست	يَوْمَئِذٍ اس دن
بَعْضُهُمْ ان کے بعض	لِبَعْضٍ بعض (دوسرے) سے	عَدُوٌّ ایک دشمن	اِلَّا سوا	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید باری تعالیٰ کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محض ایک بندے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت اور کمالات نبوت سے سرفراز فرمایا تھا یعنی (معاذ اللہ) نہ وہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے جیسا کہ جاہلوں نے ان کو بے باپ کی پیدائش کی بنا پر سمجھ لیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت دکھلانا تھی کہ وہ اس پر بھی قادر ہے اس کے بعد ان آیات میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی بتلایا تھا اور خدا پرستی ہی کا حکم دیا تھا اور اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا تھا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھلے کھلے معجزات لے کر بنی اسرائیل کی طرف آئے اور لوگوں کو اپنی نبوت کی نشانیاں دکھائیں اور آپ نے لوگوں سے کہا کہ میں تمہیں علم وحکمت اور دانائی وسمجھ کی باتیں بتانے آیا ہوں تا کہ تم اپنے عقیدہ کو ان کی روشنی میں صحیح ودرست کرو۔ نیز اس لئے آیا ہوں کہ میں تمہیں احکام الٰہیہ بتاؤں کہ جن کی بابت تمہارے اندر اختلاف پڑ چکا ہے اور

اس لئے حلال وحرام کی تمیز مشکل ہوگئی ہے۔ میں تمہیں صاف صاف بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ کیا حلال ہے اور کیا حرام۔ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ پس تمہیں چاہئے کہ اللہ کا خوف دل میں پیدا کرو جس نے مجھے اپنا رسول بنا کر تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے اور جس طرح میں چلاؤں اسی طرح چلو۔ میرا ہی کہنا مانو اور میرے حکم کے خلاف یا اس سے انحراف نہ کرو۔ سب سے پہلے میں تمہیں دین کی بنیادی بات بتلاتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو اور توحید کا یہی سیدھا راستہ ہے۔ تو یہ تھی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ دیکھو کیسی صفائی سے خدائے واحد کی ربوبیت اور معبودیت کو بیان فرمایا اور اسی توحید کو صراط مستقیم قرار دیا۔ تو اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بالکل صاف تھی اور انہوں نے برملا کہہ دیا تھا کہ میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ایک اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر اتنی صاف اور کھلی بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت آپس میں مختلف فرقے بن گئے۔ یہود نے تو صاف انکار کر دیا کہ ہم انہیں رسول ہی نہیں مانتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں اس قدر بڑھ گئے کہ آپ پر ناجائز ولادت کی تہمت لگائی اور اپنے گمان کے موافق آپ کو سولی پر چڑھا کر چھوڑا۔ نصاریٰ نے آپ کو مانا لیکن آگے چل کر عقیدت میں بے انتہا غلو کیا اور کسی نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلایا تو کسی نے ان کو تین خداؤں میں کا ایک کہا اور کسی نے کہا کہ وہ ایک راز ہیں جن کا سمجھنا آسان نہیں مگر خدائی میں حصہ دار ضرور ہیں۔ الغرض کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ تو ایسے ایسے کھلے بیانات اور واضح ہدایات کے باوجود بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانتے تو ایسے ظالموں کے لئے قیامت کے دن جو بڑا ہولناک دن ہے بری گت بنے گی اور عذاب الیم سے واسطہ پڑے گا یہ سب بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اب بھی اگر یہ لوگ نہ

مانیں تو ان کے احوال کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ بس قیامت ہی ایک دم ان کے سر پر آ کھڑی ہو تب مانیں گے حالانکہ اس وقت کا ماننا کچھ کام نہ دے گا اس دن کا تو یہ حال ہوگا کہ دوست دوست سے بھاگے گا کہ اس کے سبب سے کہیں میں نہ پکڑا جاؤں۔ دنیا کی سب دوستیاں اور محبتیں منقطع ہو جائیں گی اور آدمی پچھتائے گا کہ فلاں شریر سے دوستی کیوں کی تھی اس کی رفاقت سے میں بھی گرفتار مصیبت ہوا۔ ہاں البتہ جن کی محبت و دوستی دنیا میں اللہ کے واسطے تھی اور اللہ کے تعلق پر مبنی تھی وہ کام آئے گی علامہ ابن کثیرؒ نے اس موقع پر ایک روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا۔ بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز خدا سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ تو اسے راہ حق پر ثابت رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی تو اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو تو بہت خوش ہوتا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا ان کے خلاف دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے بھی اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور

تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا برائیوں کی رغبت دلاتا تھا پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرتا کہ وہ بھی وہی دیکھے جو میں نے دیکھا اور اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضبناک ہوا۔ پھر جب دوسرا مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔ تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو۔ تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔ الغرض قیامت کے دن تمام دنیوی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز اہل ایمان متقین کے۔

یہاں آخری آیت **الاخلآء یومئذ بعضهم لبعض عدو الاالمتقين** تمام دنیا کے دوست اس روز یعنی قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے یعنی اہل ایمان متقین کے تو اس میں اس امر کی صاف تصریح ہے اور یہ بات کھول کر بتا دی گئی کہ یہ دنیا کے دوستانہ تعلقات جن پر آج انسان ناز کرتا ہے اور جن کی خاطر حلال و حرام ایک کر ڈالتا ہے قیامت کے روز نہ صرف یہ کہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ ان کی دوستی الٹی دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس لئے دنیا و آخرت دونوں کے لحاظ سے بہترین دوستی وہ ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ اور اللہ کے لئے محبت و دوستی کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سے اس بنا پر تعلق ہو کہ وہ اللہ کے دین کا سچا پیرو ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہے اس طرح علمائے حقانی و ربانی۔ مشائخ طریقت۔ بزرگان دین اور اہل اللہ نیز عالم اسلام کے تمام مسلمانوں سے بے لوث محبت جو صرف دین کے تعلق سے ہے وہ سب اللہ کے لئے محبت میں داخل ہے اور اللہ کے لئے محبت کے بڑے فضائل اور درجات احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ آواز دیں گے کہ کہاں ہیں وہ جو خاص میرے واسطے محبت باہم رکھتے تھے۔ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہیں ہے میں ان کو اپنے سایہ میں لوں گا (تبلیغ دین بحوالہ مسلم) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ عرش کے گرد نور کے ممبر ہیں جن پر ایک جماعت بیٹھے گی جن کے لباس اور چہرے سرتاپا نور ہوں گے اور وہ لوگ نہ نبی ہیں نہ شہید۔ مگر انبیاء و شہداء ان کی حالت پر رشک کریں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کے وہ مخلص بندے جو باہم اللہ کے واسطے محبت کرتے اور اللہ کے واسطے ایک دوسرے کے پاس اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے ہیں''۔ (تبلیغ دین بحوالہ سنن اکبری نسائی) بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات گروہوں کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے جس دن اس سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ وہ سات گروہ یہ ہوں گے۔

ایک عادل بادشاہ

دوسرے وہ نوجوان جو اپنی جوانی خدا کی عبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں گزارے۔

تیسرے وہ دو شخص جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھیں اسی پر جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں۔

چوتھے وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے نکلنے کے وقت سے مسجد میں پھر جانے کے وقت تک۔

پانچویں وہ شخص جو خلوت اور تنہائی میں اللہ کا ذکر کر کے رو دے۔

چھٹے وہ شخص جسے کوئی منصب اور جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

ساتویں وہ شخص جو اپنا صدقہ اس قدر چھپا کر دے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر تک نہ ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد اللہ کے واسطے کی محبت کا مرتبہ ہے اور اس میں بھی دو درجہ ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ تم کو کسی شخص سے اس بنا پر محبت ہو کہ دنیا میں تم کو اس کے ذریعہ سے ایسی چیز حاصل ہوئی ہے جو آخرت میں مفید ہے مثلاً شاگرد کو اپنے استاد کے ساتھ علم دین حاصل کرنے کے سبب محبت ہے اور مرید کو اپنے مرشد سے راہ طریقت معلوم کرنے کی وجہ سے محبت ہے پس یہ سب اللہ ہی کے واسطے کی محبت ہے کیونکہ کوئی دنیاوی غرض اس محبت سے مقصود نہیں مگر پھر بھی چونکہ خاص اللہ تعالیٰ کی ذات مطلوب نہیں اس لئے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی اللہ کے پیارے اور نیک بندے سے بغیر کسی دینی غرض کے صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ یہ شخص حق تعالیٰ کا محبوب ہے...... بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں حق تعالیٰ سے محبت ہو اور اس کے محبوب بندوں سے محبت نہ ہو؟...... جس مسلمان کو اپنے مولا سے اتنی بھی محبت نہیں جس کا یہ اثر ہو کہ اللہ کے محبوب بندے اس کے محبوب بن جائیں اور یہ خدا کے دشمنوں کو وہ اپنا دشمن سمجھے تو سمجھنا چاہئے کہ اس شخص کے ایمان میں ضعف ہے اور اس کو اپنے خدا کی محبت نہیں ہے۔ (تبلیغ دین)

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ومقبول بندوں کی سچی محبت اور اپنے دشمنوں کی دشمنی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

اب آگے متقین اہل ایمان کو جو جزا قیامت کے روز ملے گی اس کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہمارے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حکمت کی باتیں ہمارے طرف لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کا پورا اتباع نصیب فرمائیں اور دین میں بیجا اور ناحق اختلافات سے ہم کو بچائیں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے صالح ومتقی اہل ایمان کی رفاقت ودوستی دنیا میں نصیب فرمائیں تاکہ وہ آخرت میں کام آئے۔ اور بے دینوں کی رفاقت ودوستی سے ہم کو بچائیں تاکہ ہمارا دین ایمان محفوظ رہے۔

یا اللہ! اختلاف اور افتراق کی وبا اور بیماری اب اہل اسلام میں بھی گھس آئی ہے جس کے بدنتائج ہم دیکھ رہے ہیں۔

یا اللہ اس لعنت کو امت مسلمہ میں سے دور فرمادے اور ان کو آپس میں اتحاد اتفاق کے ساتھ رہنا نصیب فرمادے۔

یا اللہ ہمارے اختلافات سے دشمنان دین فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں یا اللہ ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات اپنا لینے کی توفیق عطا فرما تاکہ اختلاف کی لعنت ہم میں سے دور ہو اور آپس کے اتفاق واتحاد کی برکت و سعادت نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو اپنی محبت۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اپنے اولیاء کی محبت نصیب فرما اور اسی محبت کو ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ﴿۶۹﴾ 4

(اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے۔ یعنی وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور فرمانبردار تھے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَکْوَابٍ

تم اور تمہاری بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہوجاؤ۔ ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جاویں گے اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی

وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ

جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی۔ اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَکُمْ فِیْهَا فَاکِهَةٌ کَثِیْرَةٌ مِّنْهَا تَاْکُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

بنادئے گئے ہو اپنے اعمال کے عوض میں۔ تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھارہے ہو۔

یٰعِبَادِ اے میرے بندو	لَا خَوْفٌ کوئی خوف نہیں	عَلَیْکُمُ تم پر	الْیَوْمَ آج	وَلَآ اَنْتُمْ اور نہ تم	تَحْزَنُوْنَ غمگین ہوگے	اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے
بِاٰیٰتِنَا ہماری آیات پر	وَکَانُوْا اور وہ تھے	مُسْلِمِیْنَ (جمع) مُسلم	اُدْخُلُوا تم داخل ہوجاؤ	الْجَنَّةَ جنت	اَنْتُمْ تم	وَاَزْوَاجُکُمْ اور تمہاری بیویاں
تُحْبَرُوْنَ تم خوش بخت کیے جاؤگے	یُطَافُ لے پھریں گے	عَلَیْهِمْ ان پر	بِصِحَافٍ رکابیاں	مِّنْ ذَهَبٍ سونے کی	وَّاَکْوَابٍ اور آبخورے	
وَفِیْهَا اور اس میں	مَا تَشْتَهِیْهِ وہ جو چاہیں گے	الْاَنْفُسُ جی (جمع)	وَتَلَذُّ اور لذت ہوگی	الْاَعْیُنُ آنکھوں	وَاَنْتُمْ اور تم	فِیْهَا اس میں
خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہوگے	وَتِلْكَ اور یہ	الْجَنَّةُ جنت	الَّتِیْٓ وہ جس	اُوْرِثْتُمُوْهَا تم وارث بنائے گئے اس کے	بِمَا اس کے بدلے	
کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے	لَکُمْ تمہارے لئے	فِیْهَا اس میں	فَاکِهَةٌ میوے	کَثِیْرَةٌ بہت	مِنْهَا اس سے	تَاْکُلُوْنَ تم کھاتے ہو

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں قیامت کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ دوست دوست سے بھاگے گا اور افراتفری پڑی ہوگی اور ایک دوسرے کا دشمن ہوجائے گا۔ بجز خدا سے ڈرنے والے اہل ایمان کے کہ جن کا تعلق اور دوستی دنیا میں اللہ کے واسطے تھی۔ ان کو دوستی کا نفع و ثواب محسوس ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان اہل ایمان متقین کو قیامت کے دن حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی اور اس طرح خطاب فرمایا جائے گا کہ اے میرے بندو آج تمہارے لئے نہ آئندہ کا ڈر ہے نہ پچھلی باتوں کا غم۔ تم غم و ہراس سے دور رہو۔ اور تمہارے لئے ہر طرح امن و چین ہوگا۔ یہ خطاب کن سے ہوگا؟ یہ ان لوگوں سے کہا جائے گا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے اور اس کے احکام بجالانے پر کمر بستہ رہتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جبکہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے کھڑے کئے جائیں گے تو سب کے سب گھبراہٹ اور بے چینی میں ہوں گے۔ اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے بندو! آج کے دن تم پر نہ خوف ہے نہ ہراس سارے کے سارے اسے عام اعلان سمجھ کر خوش ہوجائیں گے تو منادی اسی وقت کہے گا وہ بندے جو دل سے ایمان لائے تھے اور جسم سے نیک کام کئے تھے۔ اس وقت سوائے سچے اور پکے مسلمانوں کے باقی سب مایوس ہوجائیں گے۔ تو مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے میدان حشر میں ندا دی جائے گی

اور یعباد اے میرے بندو کے لقب سے خطاب فرمایا جائے گا اور بشارت سنائی جائے گی کہ نہ تم آئندہ کی کسی تکلیف کا اندیشہ کرو اور نہ اب ماضی کے متعلق کوئی غم وفکر رکھو۔

اب یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ بشارت جن کو سنائی جائے گی ان کی دو صفات بیان کی گئی ہیں ایک الذین ا منوا باٰیٰتنا جو دنیا میں ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے۔ جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے تھے۔ دوسری صفت فرمائی و کانو ا مسلمین اور وہ علماً وعملاً ہمارے فرمانبردار تھے۔ حکم بردار تھے یہیں سے ایمان اور اسلام کا فرق بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور یہ مژدہ اور بشارت انہی کو سنایا جائے گا جو ایمان بھی رکھتے ہوں گے اور اسلام بھی رکھتے ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ فلاح ونجات آخرت کے لئے جیسا ایمان ضروری ہے ایسا ہی اسلام بھی ضروری ہے اور دونوں کے مجموعہ ہی پر یہ بشارت سنائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں ایمان صادق کے ساتھ اسلام کامل بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔ تو میدان حشر میں پہلے تو اے میرے بندو کے پیارے لقب سے بشارت سنائی جائے گی پھر اس کے بعد حکم فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہاری ایماندار بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی مومن و مسلم نہیں ہو سکتا ان ہی میں سے جنت وجہنم بھی ہیں اور یہی دونوں مقام انسانوں کا آخری اور پھر ابدی ٹھکانہ ہیں۔ جنت کیا ہے؟ اللہ کے انعام اور رضا کی جگہ جہنم کیا ہے؟ اللہ کے غصہ اور ناراضگی کی جگہ۔ قرآن وحدیث میں جو جنت وجہنم کا ذکر بکثرت فرمایا گیا ہے اس سے مقصد یہی ہے کہ انسانوں میں جہنم اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو جہنم میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی بہاروں اور لذتوں کا شوق ابھرے تا کہ وہ اچھے اعمال اختیار کریں جو جنت میں پہنچانے والے ہیں اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق بنانے والے ہیں۔ تو ایسی آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کا اصلی حق یہی ہے کہ ان کو پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی کیفیتیں پیدا ہوں جن سے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں مدد ملے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا عزم و ہمت پیدا ہو۔ اہل ایمان کو میدان حشر میں حکم ہو گا کہ تم اور تمہاری بیبیاں جنت میں جاؤ۔ اب آگے ان اہل ایمان کے جنت میں جانے کے بعد کیا ہوگا کچھ تھوڑا سا اس کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے پر ان اہل ایمان کے پاس سونے کی رکابیاں کھانوں سے بھری ہوئی اور سونے کے گلاس مشروبات سے بھرے ہوئے لائے جاویں گے۔ گویا ہر چہار طرف سے ان کے سامنے طرح طرح کے ملذز خوش ذائقہ مرغوب کھانوں کی کشتیاں۔ رکابیاں اور قابیں پیش ہوں گی اور غلمان خوش رو اور نوعمر خادم کی حیثیت سے سونے کی پلیٹیں اور گلاس لئے ادھر ادھر ارد گرد گھوم رہے ہوں گے۔ غلمان جنت میں حوروں کی طرح ایک جدا مخلوق ہیں۔ وہ ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف اہل جنت کی خدمت کرتے پھریں گے اور صرف کھانے پینے ہی کی نہیں بلکہ ان اہل جنت کو وہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کو راحت اور سرور حاصل ہو گا پھر مزید براں ان سے یہ کہا جاوے گا کہ اب تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے یعنی یہ راحت و آرام اور نعمتیں عارضی نہیں ہیں بلکہ دائمی اور ابدی ہیں اور بطور اعزاز و اکرام کے یہ بھی کہا جاوے گا کہ یہ جنت تمہارے باپ آدم کی میراث تم کو واپس مل گئی۔ تمہارے اعمال کے سبب سے اور اللہ کے فضل سے۔ اللہ

تعالیٰ یہ جنت کی نعمتیں اپنے فضل سے مجھ کو اور آپ کو بھی اپنی رحمت سے عطا فرمائیں۔ آمین۔

جس جنت کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے اس کی بابت کچھ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جان لیجئے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سب سے نیچے درجہ کا جنتی جو سب سے آخر جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جاتی ہوگی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے خیمے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پر ہوں گے۔ صبح و شام ستر ستر ہزار رکابیا لے الگ الگ وضع کے کھانے سے پر اس کے سامنے ر نائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابز اور اول سے آخر تک اس کی اشتہا برابر اور یکساں رہے گی۔ اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کر دے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا تو اچھا ہوتا چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں۔ پس کافر۔ مومن کی جہنم کی جگہ کا وارث ہوگا اور مومن۔ کافر کی جنت کی جگہ کا وارث ہوگا۔ جہنمی اپنی جنت کی جگہ جہنم میں سے دیکھیں گے اور حسرت و افسوس سے کہیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت کرتا تو میں بھی متقیوں میں ہوتا اور ہر ایک جنتی بھی اپنی جہنم کی جگہ جنت میں سے دیکھے گا اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہے گا کہ ہم خود اپنے طور پر راہ راست کے حاصل کرنے پر قادر نہ تھے اگر اللہ تعالیٰ خود ہماری رہنمائی نہ فرماتا۔ غرض کہ یہاں آیت میں جنت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہاں قیمتی سے قیمتی اور اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے پینے کے برتن ہوں گے۔ اور خادم کھانے پینے کی چیزیں لئے حسب منشا ان کے سامنے حاضر رہیں گے اور جو دل میں آرزو اور چاہت پیدا ہوگی وہ پوری ہوگی اور جو چاہیں گے وہ فوراً ملے گا اور پھر یہ حالت کبھی ختم نہ ہونے والی ہوگی۔

یہ تو حال اہل ایمان کا بیان ہوا ان کے مقابلہ میں آگے مجرموں اور نافرمانوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالیں جن کو میدان حشر میں کسی خوف اور غم نہ ہونے کی بشارت دی جائے گی۔ یا اللہ آپ نے جہاں اس دنیا میں اپنے فضل سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے وہیں ہم کو کامل طور پر اسلام اور فرمانبرداری کی دولت بھی نصیب فرمایئے۔ یا اللہ اپنی دائمی جنتوں میں ہم کو بھی بے حساب داخل ہونا نصیب فرمایئے۔ اور وہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرمایئے۔ یا اللہ ساتھ ہی ہمارے اہل و عیال کو بھی جنت نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا

بیشک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔وہ (عذاب) ان سے ہلکا نہ کیا جاوے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے۔اور ہم نے

ظَلَمْنَٰهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّٰلِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَٰمَٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم

ان پر ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم تھے۔اور پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار (ہم کو موت دیکر) ہمارا کام ہی تمام کردے وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں

مَّٰكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَٰكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَٰرِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوٓا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾

رہو گے۔ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں اکثر آدمی سچے دین سے نفرت رکھتے ہیں۔ہاں کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے۔

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾

ہاں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی چپکی چپکی باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے، ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں۔

إِنَّ بیشک	الْمُجْرِمِينَ مجرم (جمع)	فِي میں	عَذَابِ جَهَنَّمَ عذاب جہنم	خَٰلِدُونَ ہمیشہ رہیں گے	لَا يُفَتَّرُ ہلکا نہ کیا جائے گا	عَنْهُمْ ان سے
وَهُمْ فِيهِ اور وہ اس میں	مُبْلِسُونَ ناامید پڑے رہیں گے	وَمَا ظَلَمْنَٰهُمْ اور ہم نے ظلم نہیں کیا اُن پر	وَلَٰكِن اور لیکن (بلکہ)	كَانُوا وہ تھے		
هُمْ وہ	الظَّٰلِمِينَ ظالم (جمع)	وَنَادَوْا اور وہ پکاریں گے	يَٰمَٰلِكُ اے مالک	لِيَقْضِ عَلَيْنَا اچھا ہو کہ موت کا فیصلہ کردے ہم پر (ہماری)		
رَبُّكَ تیرا رب	قَالَ وہ کہے گا	إِنَّكُمْ بیشک تم	مَّٰكِثُونَ ہمیشہ رہنے والے	لَقَدْ جِئْنَٰكُم تحقیق ہم آئے تمہارے پاس	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	
وَلَٰكِنَّ لیکن	أَكْثَرَكُمْ تم میں سے اکثر	لِلْحَقِّ حق سے۔کو	كَٰرِهُونَ ناپسند کرنے والے	أَمْ کیا	أَبْرَمُوٓا انہوں نے ٹھہرالی	أَمْرًا کوئی بات
فَإِنَّا تو بیشک ہم	مُبْرِمُونَ ٹھہرانے والے	أَمْ يَحْسَبُونَ کیا وہ گمان کرتے ہیں	أَنَّا کہ ہم	لَا نَسْمَعُ ہم نہیں سنتے	سِرَّهُمْ ان کی پوشیدہ باتیں	
وَنَجْوَىٰهُم اور انکی سرگوشیاں	بَلَىٰ ہاں	وَرُسُلُنَا اور ہمارے فرشتے	لَدَيْهِمْ ان کے پاس	يَكْتُبُونَ لکھتے ہیں		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کی جزاء کا بیان ہوا تھا کہ قیامت میں اہل ایمان متقین کو خطاب ہوگا کہ اے میرے بندو آج تم کو نہ خوف ہے نہ غم۔تم خوش خوش اپنی جنتی بیبیوں کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔چنانچہ جب وہ جنت میں چلے جائیں گے تو ان کے سامنے کھانے پینے کا دور ہوگا۔اور ان کو ہر وہ چیز جس کا دل چاہے وہ ان کو ملے گی اور پھر یہ بھی بتلا دیا جاوے گا کہ یہ جنت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ابدالآباد تک کے لئے ہیں۔نیکوکار اہل ایمان کی جزا بیان کردینے کے بعد آگے ان آیات میں بدکار کافروں اور مجرموں کی سزا کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کفار مجرمین جہنم میں جائیں گے اور اسی میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔اور ان پر سے عذاب جہنم ذرا بھی نہ ہٹایا جائے گا۔نہ کم کیا جائے گا۔اور وہ اسی عذاب میں مایوس پڑے رہیں گے اور ناامید ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں۔یہاں آیت میں لفظ مجرمین کا آیا ہے جس سے مراد مشرک وکافر ہیں کیونکہ دوسری آیات اور بکثرت احادیث اس کی دلالت کررہی ہیں کہ عاصی اور گناہ گار مومن اگر بغیر توبہ کے بھی مرجائیں اور ان کے گناہوں کی مغفرت بھی نہ ہو تب بھی وہ گناہوں کی سزا پانے کے بعد کبھی نہ کبھی جنت میں چلے ہی جائیں گے اور یہاں آیت میں دوامی عذاب میں مبتلا ہونے اور رہائی بلکہ تخفیف عذاب سے بھی ناامید ہو جانے کی صراحت

موجود ہے اس لئے یہاں مجرمین سے مقصود صرف کفار ہی ہیں ۔آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کفار کو جہنم رسید کر کے ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوا کہ ناحق عذاب دیا گیا ہو بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے کہ کفروشرک کر کے اپنا نقصان کرلیا۔ان کو دنیا میں بھلائی برائی کے سب پہلو سمجھا دیئے گئے تھے اور پیغمبروں کو بھیج کر حجت تمام کردی تھی ۔کوئی معقول عذر ان کے لئے باقی نہ چھوڑا تھا۔اس پر بھی نہ مانے اور اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے ۔ پھر ایسوں کو سزا دی جائے تو اسے ظلم کون کہہ سکتا ہے؟ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے فائدہ اندوز ہونے کے باوجود اس کو معبود یکتا نہ مانا اور اس کے احکام کی تعمیل نہ کی پھر خداداد قوتوں کا غلط استعمال کیا۔علمی اور عملی طاقت کا بے محل استعمال کیا۔فکر و اعتقاد کو غلط رو بنایا۔یہی زندگی کا غلط استعمال اور بے راہ روی دوامی جہنم کی شکل میں ان کے سامنے آئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ مجرمین نجات سے بالکل مایوس ہو جاویں گے تو اس وقت موت کی تمنا کریں گے اور جہنم کے داروغہ مالک نامی فرشتے کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم نہ یہاں سے چھوٹتے ہیں ۔اور نہ مرتے ہی ہیں۔اپنے رب سے تم ہی دعاء کرو کہ تمہارا پروردگار ہم کو موت دے کر ہمارا کام تمام کر دے ۔لکھا ہے کہ جہنمی ہزار برس چلائیں گے تب مالک فرشتہ جواب دے گا کہ چلانے سے کچھ فائدہ نہیں تم کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہے یعنی کبھی نہ مرو گے کہ عذاب سے نجات مل جائے نہ یہاں سے نکلو گے ۔اہل جہنم کی یہ حالت بیان کر کے آگے کفار مشرکین سے خطاب ہوتا ہے کہ ہم نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہے اور سچی باتیں بتادی ہیں لیکن تم میں سے بہت سوں کو سچ سے تو نفرت ہے ۔اس کو قبول کرنا تو در کنار اسے سننا بھی پسند نہیں کرتے پھر انہیں کفار مشرکین کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار نے اللہ کے رسول کے مقابلہ میں طرح طرح کے خفیہ منصوبے گانٹھتے اور پوشیدہ تدبیریں کرتے ہیں مگر اللہ کی خفیہ تدبیریں ان کے سب منصوبوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔انہوں نے اسلام سے لوگوں کو روکنے کا پکا ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ارادہ کرلیا ہے کہ اسلام دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا اور ان کی سب تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی۔ پھر کفار مکہ نے آپس میں مشورہ سے یہ بھی طے کیا تھا کہ ہم میں جو اسلام قبول کر چکا ہے اگر وہ آزاد ہے تو اس کے ساتھی اور رشتہ دار اور اگر وہ غلام ہے تو اس کا آقا اور مالک اس پر سختی کرے۔اسے ڈانٹے ڈپٹے۔مارے پیٹے ۔سزائیں دے تاکہ وہ دق ہو کر اور تنگ ہو کر اسلام چھوڑ دے اور باہر سے آنے والوں کو مکہ میں داخل ہونے سے پہلے اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ ایک شخص جو نئے دین کی دعوت اور تعلیم پیش کرتا ہے اس کے پاس بھی نہ پھٹکنا ورنہ تم (نعوذ باللہ) گمراہ ہو جاؤ گے اور ان کی باتوں میں جادو کا اثر ہے چنانچہ ان کفار مکہ نے قول و قرار کیا کہ ہم ایسا ہی کریں گے اور اس پر عمل بھی شروع کر دیا۔اسی کے متعلق یہاں اشارہ ہے کہ اللہ نے بھی پکا فیصلہ کرلیا ہے کہ کفار مکہ کی یہ ساری تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی اور اسلام کا بول بالا اس سرزمین پر ہو کر رہے گا چنانچہ الحمدللہ یہ قرآنی پیشین گوئی اسی طرح ثابت ہوئی آگے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ کفار جو ہمارے رسول اور ہمارے دین اسلام کو مٹانے اور نقصان پہنچانے کی خفیہ تدبیریں کر رہے ہیں تو کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی چپکی چپکی کہی ہوئی باتوں اور ان کے خفیہ مشوروں کو نہیں سنتے ۔ہم ضرور سنتے ہیں اور ان کے دلوں کے بھید تک ہم جانتے ہیں اور انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے فرشتے کراماً کاتبین ان کے سب اعمال و افعال لکھتے جاتے ہیں۔ان کا سارا کچا چٹھا قیامت میں پیش ہوگا۔

اب آگے مشرکین کے اس عقیدہ شرکیہ کے متعلق کہ (نعوذ باللہ) اللہ اولاد رکھتا ہے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی پاکی بڑائی وعظمت وشان بیان فرما کر خاتمہ سورة پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ ان منکرین سے جو توحید و رسالت کا محض عناد و ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار کر رہے ہیں ان سے اعراض فرمالیا جائے جس کا بیان انشاء اللہ خاتمہ کی اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝۸۱ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ

آپ کہیئے اگر خدائے رحمٰن کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔ آسمانوں اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۸۲ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۸۳

ان باتوں سے منزہ ہے جو یہ (مشرک) لوگ بیان کررہے ہیں۔ تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝۸۴ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ

اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے، اور وہی بڑی حکمت والا اور بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس کیلئے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۵ وَلَا يَمْلِكُ

آسمانوں اور زمین کی اور جو مخلوق اس کے درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے، اور اس کو قیامت کی (بھی) خبر ہے، اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور خدا کے سوا

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۸۶ وَلَئِنْ

جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش (تک) کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جن لوگوں نے حق بات کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۸۷ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸

کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے سو یہ لوگ کدھر الٹے جاتے ہیں۔ اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۸۹

تو آپ ان سے بے رخ رہیئے اور یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں، سو ان کو ابھی معلوم ہو جاوے گا۔

قُلْ فرما دیں	اِنْ كَانَ اگر ہوتا	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کا	وَلَدٌ کوئی بیٹا	فَاَنَا تو میں	اَوَّلُ پہلا	الْعٰبِدِيْنَ عبادت کرنیوالا	سُبْحٰنَ پاک ہے	
رَبِّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب	وَالْاَرْضِ اور زمین	رَبِّ الْعَرْشِ عرش کا رب	عَمَّا اس سے جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دیں انکو			
يَخُوْضُوْا وہ بیہودہ باتیں کریں	وَيَلْعَبُوْا اور کھیلیں	حَتّٰى یہاں تک	يُلٰقُوْا وہ پالیں	يَوْمَهُمُ اس دن کو	الَّذِيْ وہ جس	يُوْعَدُوْنَ ان کو وعدہ کیا جاتا ہے		
وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ وہ جو	فِي السَّمَآءِ آسمانوں میں	اِلٰهٌ معبود	وَفِي الْاَرْضِ اور زمین میں	اِلٰهٌ معبود	وَهُوَ اور وہی	الْحَكِيْمُ حکمت والا	الْعَلِيْمُ علم والا
وَ اور	تَبٰرَكَ بڑی برکت والا	الَّذِيْ وہ جو	لَهٗ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	
وَعِنْدَهٗ اور اسکے پاس	عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم	وَاِلَيْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے	وَلَا يَمْلِكُ اور اختیار نہیں رکھتے	الَّذِيْنَ وہ جن کو			
يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهِ اسکے سوا	الشَّفَاعَةَ شفاعت	اِلَّا سوائے	مَنْ شَهِدَ جس نے گواہی دی	بِالْحَقِّ حق کی	وَهُمْ اور وہ	يَعْلَمُوْنَ جانتے ہیں	
وَلَئِنْ اور اگر	سَاَلْتَهُمْ آپ ان سے پوچھیں	مَنْ کس	خَلَقَهُمْ پیدا کیا انہیں	لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	فَاَنّٰى تو کدھر		
يُؤْفَكُوْنَ وہ الٹے پھرے جاتے ہیں	وَقِيْلِهٖ قسم اس کے کہنے کی	يٰرَبِّ اے میرے رب	اِنَّ بیشک	هٰٓؤُلَآءِ یہ	قَوْمٌ لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لائیں گے		
فَاصْفَحْ تو آپ منہ پھیرلیں	عَنْهُمْ ان سے	وَقُلْ اور کہیں	سَلٰمٌ سلام	فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس جلد انہیں معلوم ہوجائے گا				

تفسیر وتشریح

یہ سورہ زخرف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ کفار ومشرکین کے انہی مظالم کے سلسلہ میں گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا گیا تھا کہ "ہم نے ان پر ذرا ظلم نہیں کیا کہ ناحق عذاب دیا ہو لیکن یہ خود ہی ظالم تھے"۔ اس ارشاد کے بعد کفار ومشرکین کے ظلم کی چند مثالیں بیان فرمائی گئی تھیں۔ پہلی بات تو ان کفار و مشرکین کے ظلم کی یہ تھی کہ اللہ نے سچا دین ان کے پاس پہنچایا لیکن اکثر کفار نے اس سچے دین سے نفرت ہی کی۔ کفار کے دوسرے مظالم یہ تھے کہ وہ اللہ کے سچے رسول اور اللہ کے سچے دین کے نقصان کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورہ کرتے تھے جس پر انہیں تنبیہ کی گئی تھی کہ اللہ کو ان کی خفیہ تدبیروں اور مشوروں کا سب علم ہے اور اس کے فرشتے ان کے یہ سب اعمال و افعال لکھتے جارہے ہیں جس کا حال ان پر قیامت میں سب کھل جائے گا۔ اسی سلسلہ میں کفار ومشرکین کا ایک اور ظلم ان آیات میں بیان کر کے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ ان کفار ومشرکین نے اللہ کے لئے (نعوذ باللہ) بیٹے اور بیٹیاں تجویز کی ہیں۔ اس عقیدہ کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ مشرکین کے اس عقیدہ کے رد میں یوں کہیں کہ تم جو حق تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہو تو اگر بالفرض محال ایسا ہوتا یعنی نعوذ باللہ خدائے رحمٰن کے اولاد ہوتی تو سب سے اول اس بات کو تسلیم کرنے والا میں ہوتا یعنی مجھ کو تمہاری طرح حق بات کے ماننے سے انکار اور ضد نہیں۔ میں جس بنا پر اس سے انکار کرتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ حقیقت میں خدا کا کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے اور تمہارا یہ عقیدہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے ورنہ میں تو اللہ تعالیٰ کا ایسا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہوں کہ اگر بالفرض یہ حقیقت ہوتی تو میں تم سے پہلے اس معاملہ میں بندگی میں سر جھکا دیتا اور اس کے اولاد کی ویسی ہی عزت اور عبادت کرتا جیسے کہ ان کے شایان شان ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بابت جو غلط بیانیاں تم کرتے ہو وہ ان سے بالکل پاک ہے۔ وہ تو آسمانوں اور زمین اور عرش عظیم کا مالک ومختار ہے۔ اس اکیلے کا حکم سب پر چلتا ہے۔ اسے نہ اولاد کی ضرورت نہ مددگار کی حاجت۔ وہ تنہا سب پر حاوی اور قابض ہے اور جو ہے اس کا بندہ اور مملوک ہے تو اس کی ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ وہ کسی کا باپ بنے یا اس کا کوئی بیٹا بنے۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ یہ منکرین جہل وغفلت کے نشہ میں جو کچھ بکتے ہیں بکنے دیجئے۔ یہ لوگ اور چند روز دنیا کے کھیل تماشہ میں گزار لیں آخر وہ یوم موعود یعنی روز قیامت آنا ہے جس میں ایک ایک کر کے ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔ خدا تو وہی ایک اکیلا خدا ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ ساری خلقت زمین سے آسمان تک اس کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے اور اس کے سامنے پست و عاجز ہے۔ زمین و آسمان میں ہر جگہ وہی اکیلا معبود ہونے کا حق دار ہے اور کوئی نہیں کیونکہ فقط وہی کامل حکمت والا اور علم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ ذات بابرکات ہے جو ساری خوبیوں کا سرچشمہ اور جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے سب کی بادشاہت ہے۔ فرش سے عرش تک اسی کا راج ہے اور یہ بھی اسی کو خبر ہے کہ قیامت آئے گی جس دن سارے مردے زندہ کر کے کھڑے کئے جاویں گے اور سب اسی کی طرف لوٹ کر جاویں گے اور ہر ایک کے عملوں کے مطابق فیصلہ فرمایا جائے گا۔ اور یہ جو کفار ومشرکین نے غلط خیال قائم کر رکھا ہے کہ ان کے معبودان باطل جن کی یہ پرستش کرتے ہیں یہ اللہ

سے ان کی سفارش کر کے دنیا میں جو چاہیں دلوا دیں گے اور قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے عذاب سے بچالیں گے تو یہ سب بالکل بے بنیاد خیال ہیں وہ بالکل بے اختیار ہیں وہ سفارش کا کوئی اختیار نہ رکھیں گے ہاں البتہ جن لوگوں نے دنیا میں کلمہ حق یعنی ایمان کا اقرار کیا تھا اور وہ دل سے تصدیق بھی کیا کرتے تھے جیسے انبیاء۔اولیاء۔صلحاء مومنین وہ باذن الٰہی اہل ایمان کی سفارش کرسکیں گے مگر اس سے کفار کو کیا فائدہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ان مشرکین سے پوچھا جائے کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ نے مشرکین عرب کو نزول قرآن کے زمانہ میں یہ اقرار تھا کہ تمام انسانوں کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔تو جب یہ مشرکین کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ خالق اور ان کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے تو پھر عبادت اور بندگی کا مستحق کوئی دوسرا کیونکر ہو گیا۔ان کی جہالت اور حماقت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور بلکہ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے۔عجیب بات ہے کہ مقدمات کو تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ سے انکار۔ان کی مت کیسی اوندھی ہو رہی ہے۔تو اس سے ان کا جرم صاف ظاہر ہے کہ ان کا یہ انکار محض عناد سے ہے اور ظاہر ہے کہ معاند زیادہ مجرم ہوتا ہے۔پھر ان کا جرم اللہ کے رسول کی فریاد اور نالش سے اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اس قدر رڈھٹائی اور بے پروائی اختیار کی کہ ہمارے رسول کو ہماری جناب میں کہنا پڑا کہ اے میرے رب میں نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا غرض ہر طرح سے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن باوجود میری اس درجہ فہمائش کے یہ ایمان نہیں لاتے اور میری بات نہیں مانتے تو ہم نے اپنے رسول کی یہ فریاد سن لی ہے پس ایسی حالت میں ان سرکشوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ کیسا سخت عذاب ہوگا۔سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان معاندین سے درگذر کریئے اور اگر وہ آپ سے مخالفت اور جہالت اور شر کی باتیں کریں تو آپ رفع شر کے لئے یوں کہہ دیجئے کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں اور کچھ نہیں کہتا۔آپ چندے صبر کیجئے۔عنقریب ان کو پتہ لگ جائے گا اور مرتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔

اب یہاں یہ امر قابل غور وفکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار ومشرکین کے ایمان نہ لانے اور کفر وشرک پر اصرار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد و نالش کرنا پڑی تو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اور آپ کا کلمہ پڑھتے ہوئے اسلام سے در پردہ بغاوت پر کمربستہ ہیں۔حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے کے درپے ہیں جو احکام الٰہیہ کے مقابلہ میں یورپ اور امریکہ کے بے دینوں کے قانون کو ترجیح دیتے ہیں۔جو قرآنی قوانین کو ۱۴۰۰ سال پرانے اور اس ترقی کے زمانہ میں نہ چل سکنے کا الزام لگاتے ہیں جو قرآن میں اپنے اقتصادی مسائل کا حل نہیں پاتے۔جو رسول اللہ کی سنتوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو مغرب کے بے دینوں اور یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جو دین پر چلنے کو دقیانوسیت خیال کرتے ہیں۔جو اس سائنس اور ٹیکنالوجی کے زمانہ میں قرآن وحدیث کی بات کرنا جرم سمجھتے ہیں۔جو دین اور مذہب اور اللہ ورسول سے آزاد ہو کر ترقی کی رٹ لگاتے ہیں۔اور جو اس کے خلاف زبان کھولے اس کو ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے والا اور زمانہ سے ناواقف گردانتے ہیں تو کیا ایسوں کے خلاف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی جناب میں شکایت کی نوبت نہ آئے گی؟ پھر جب شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین ہی شکایت فرمائیں تو

پھر ٹھکانہ کہاں اور کیا انجام ہونا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقل سلام کی جو تلقین فرمائی گئی اور یہ جو فرمایا کہ کہہ دیجئے کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں تو اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ ان معاند کفار ومشرکین کو "السلام علیکم" کے الفاظ کہیں جائیں کیونکہ کسی غیر مسلم کو ان الفاظ سے سلام کرنا جائز نہیں۔ بلکہ یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کسی شخص سے قطع تعلق کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ میری طرف سے سلام ہے۔ یا تمہیں سلام کرتا ہوں۔ اس سے حقیقی طور پر سلام کرنا مقصود نہیں ہوتا جو ایک دعائیہ کلمہ ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں خوبصورتی کے ساتھ تم سے قطع تعلق کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم سے کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتا۔ (معارف القرآن جلد ۷)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقی اسلام اور کامل ایمان نصیب فرمائیں اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور آپ کے ارشاد کی تعمیل نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی اور اسلامی حکومت نصیب فرمائیں۔ اور اس کی برکات سے دین ودنیا دونوں جہان میں مالا مال فرمائیں۔

یا اللہ! اس پرفتن دور میں ہم ان کفار ومشرکین کی کیا شکایت کریں کہ جنہوں نے اس آسمانی کتاب رحمت کی قدر نہ کی اور اس پر ایمان لانے کی سعادت حاصل نہ کی۔ ہمیں تو رونا ان اہل اسلام ہی کے لئے ہے کہ جو اس قرآن کریم پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر نہ صرف اس کی تعلیمات سے انحراف اور تغافل برت رہے ہیں بلکہ اب تو اس سے بغاوت تک کی نوبت دیکھنے اور سننے میں آرہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور اس ملک پر جو اسلام کے نام سے دنیا کے نقشہ میں نمودار ہوا تھا ہم کو اسلام کی سچی وقعت وعظمت عطا فرمائیں یا اللہ! ہماری آنکھیں قرآن کریم کے حقوق کی طرف سے کھول دے اور اس کی سچی عظمت کے ساتھ اس کا اتباع بھی نصیب فرمادے۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو اس سلسلہ میں تقصیرات سرزد ہوچکی ہیں ان کے تدارک کی اور اس جرم عظیم سے توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّخَمْسُونَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ

حٰم۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے۔ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾

حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے، ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے، بیشک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

حٰمٓ حٰم	وَالْكِتٰبِ قسم۔ کتاب	الْمُبِيْنِ واضح	اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بیشک ہم نے نازل کیا اسے	فِيْ میں	لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ایک مبارک رات	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم میں	
مُنْذِرِيْنَ ڈرانے والے	فِيْهَا اس میں	يُفْرَقُ فیصل کیا جاتا ہے	كُلُّ اَمْرٍ ہر امر	حَكِيْمٍ حکمت والا	اَمْرًا حکم ہو کر	مِّنْ عِنْدِنَا ہمارے پاس سے	
اِنَّا كُنَّا بیشک ہم ہیں	مُرْسِلِيْنَ بھیجنے والے	رَحْمَةً رحمت	مِّنْ سے	رَّبِّكَ تمہارا رب	اِنَّهٗ هُوَ بیشک وہی	السَّمِيْعُ سننے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا

تفسیر و تشریح: بفضلہ تعالیٰ اب ۲۵ویں پارہ کی سورہ دخان کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ اس کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی دسویں آیت میں لفظ دخان آیا ہے۔ دخان کے لفظی معنی ہیں دھواں۔ جس دخان یعنی دھویں کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اس کی تفصیل و تشریح انشاء اللہ آئندہ درس میں آئے گی۔ بہر حال جس دخان کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اس سے مراد ایک خاص دھواں ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام ہی دخان مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول بھی وہی دور ہے جبکہ کفار مکہ کی مخالفت نہایت شدید ہو گئی تھی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے دعا کی تھی کہ اللہ یوسفؑ کے قحط جیسے ایک قحط سے میری مدد فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اس خیال سے کی تھی کہ جب ان کفار پر مصیبت پڑے گی تو ان کی اکڑی ہوئی گردنیں ڈھیلی پڑ جائیں گی اور ان کے دل نصیحت قبول کرنے کے لئے نرم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور مکہ کے علاقہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ اہل مکہ بلبلا اٹھے اور بڑے بڑے ہیکڑ دشمنان حق اور سرداران قریش جن میں اس وقت ابو سفیان بھی شامل تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے درخواست کی کہ اپنی قوم کو اس بلا سے نجات دلانے کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ نیز انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ یہ عذاب قحط پروردگار ہم پر سے ٹال دے تو ہم ایمان لے آویں گے۔ یہی موقع ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ مکہ میں نازل فرمائی۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حم سے شروع ہوتی ہیں۔ پانچویں سورۃ ہے اور حم سے شروع ہونے والی سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں اور جہنم کے بھی ۷ دروازے ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہو گی اور کہے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ نیز اس سورۃ کی فضیلت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھ لے تو صبح کو اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۴ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۵۳ ہے یعنی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۵۲ سورتیں اس سورہ دخان سے

قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۶۱ سورتیں اس سورت کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورت میں ۵۹ آیات۔تین ۳ رکوعات ۳۴۹ کلمات اور ۱۴۹۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔چونکہ یہ سورۃ بھی مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔مثلاً اثبات توحید و رسالت۔منکرین پر وعید۔اور تاکید۔وعید کے لئے بعض اقوام سابقہ کے واقعات۔قیامت اور حشر نشر کا ہونا۔اور اپنے اعمال کی جزا وسزا میں بالآخر جنت یا جہنم میں جانا اور وہاں کے عیش وآرام یا دکھ وآزار کا بیان۔سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے تذکرہ سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ تو ایک بہت ہی صاف اور واضح کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی برکت والی رات میں نازل کیا جس رات میں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہے کیونکہ اس کی رحمت انسان کو دنیا میں بے یار و مددگار کیسے چھوڑ سکتی تھی۔اللہ تعالیٰ ہی آسمان زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کا خالق ہے اور وہی سب کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے اور زندگی و موت دینا بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔پھر ان منکرین کو جو دین حق کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور کھیل کود میں پھنسے ہوئے ہیں انہیں تنبیہ کی گئی اور بتلایا گیا کہ اس وقت کا انتظار کرو جب دھواں ہی دھواں آسمان پر ہوگا اور لوگ سخت دکھ اور تکلیف میں ہوں گے اور گھبرا کر کہیں گے کہ اے رب اس عذاب کو ہم سے دور کر دے ہم ایمان لے آئیں گے۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بھلا وہ کب ایمان لانے والے ہیں۔ان کے پاس اللہ کے سچے رسول کھلی اور واضح باتیں لے کر آئے لیکن انہوں نے انہیں جھٹلا دیا۔اچھا کچھ مدت کے لئے عذاب روک دیتے ہیں لیکن یہ پھر وہی کریں گے جو پہلے کیا تھا۔اس لئے تنبیہ کی گئی کہ یاد رکھو قیامت کے دن بڑی سخت پکڑ ہوگی اور تمہاری ڈھٹائی کا بدلہ دیا جائے گا۔پھر مثال کے لئے فرعون کا قصہ سنایا گیا کہ فرعون نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بڑے مکرم رسول تھے جھٹلایا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھلائے اور اللہ کی نشانیاں پیش کیں مگر فرعون نے ان کی کوئی بات نہ مانی۔آخر فرعونیوں پر طرح طرح کے عذاب آئے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ عذاب آتا تو کہتے کہ اے موسیٰ! اس عذاب کو اپنے رب سے دعا مانگ کر دور کرا دو تو ہم تمہاری بات ماننے کو تیار ہیں لیکن جب عذاب ہٹ جاتا تو پھر ویسے ہی ڈھیٹ بن جاتے۔آخر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے جانے کا حکم ملا تو فرعون نے لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا جس کے نتیجہ میں فرعونی سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے اور بنی اسرائیل کو ان کے ظلم وستم سے نجات ملی اور قیامت میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔تو عرب کے یہ مشرک بھی ان ہی مغروروں کی چال چل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا۔بس مر گئے سو مر گئے اور کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کو مانتے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ہم زبانی دعوے کو تو ہرگز نہیں مانتے۔اس پر منکرین سے کہا گیا کہ نادانو! تم کیا ہو۔تم سے پہلے تم سے زبردست لوگوں کو ہلاک کیا جا چکا ہے اس لئے سمجھ سے کام لو۔یہ دنیا۔یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے یہ یونہی کوئی کھیل تو نہیں بنایا۔اس کا بڑا زبردست نتیجہ نکلنا ہے جو قیامت کو معلوم ہوگا پھر سمجھایا گیا کہ لوگو قیامت میں شک مت کرو۔یہ دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ یہ ایک دن فنا ہو کر رہے گی اور سارے انسان اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے ان کے عملوں کا حساب ہوگا۔اچھے عمل والے جنت میں جائیں گے جہاں راحت ہی راحت ہے اور برے عمل والے جہنم میں جائیں گے جہاں دکھ ہی دکھ ہے۔اب اگر تمہیں یہ نصیحت ماننی ہے تو مانو ورنہ وقت آنے پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں آئیں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی۔جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے حروف مقطعات اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کے صحیح مطلب و معانی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔حروف مقطعات کے متعلق یہی عقیدہ

رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد مضمون قرآن مجید کی تعظیم سے شروع ہوتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ قسم ہے اس کتاب مبین کی کہ ہم نے اس کو ایک خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں برکت والی رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ تیسویں پارہ سورہ قدر میں فرمایا گیا انا انزلنه فی لیلة القدر ہم نے اس کو یعنی قرآن کریم کو اتارا لیلۃ القدر میں۔ دوسری جگہ سورہ بقرہ میں فرمایا گیا شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن۔ رمضان کے مہینہ میں قرآن نازل کیا گیا۔ اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں ابتدائے دنیا سے آخر تک اپنے انبیا علیہم السلام پر نازل فرمائیں وہ سب کی سب ماہ رمضان المبارک ہی کی مختلف تاریخوں میں نازل ہوئی ہیں۔

اب یہاں ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ باتفاق مورخین قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یک بارگی نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا مکہ اور مدینہ میں ۲۳ برس کے عرصہ میں نازل ہوا پھر یہ کیسے فرمایا جاتا ہے کہ قرآن کریم ایک برکت والی رات میں نازل ہوا تو علما نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ پورا قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل ہوا جو رمضان کے مہینہ میں واقع ہوئی تھی یا ہمیشہ رمضان ہی میں واقع ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا حسب حاجت دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا شروع ہوا۔ اس لئے آیت انا انزلنه فی لیلة مبارکة کا ترجمہ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہم نے اس کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں اتارا ہے۔

اب یہ کتاب کیوں اتاری گئی اس کے متعلق فرمایا انا کنا منذرین یعنی ہم کو منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو مضرت اور نقصان سے بچانے کے لئے خیر و شر اور نیک و بد کی اطلاع کر دیں تو مقصد نزول بندوں کو خبردار اور ہوشیار کر دینا اور ان کے اعمال بد کی سزا سے آگاہ کر دینا مقصود تھا۔ اس کے بعد لیلۃ المبارکۃ یعنی برکت والی رات کی عظمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ اس رات میں سال بھر کے معاملات جس طور پر حق تعالیٰ کو کرنا منظور ہے اس طور کو متعین کر کے ان کی اطلاع کارکن ملائکہ کو کر دی جاتی ہے۔ یعنی سال بھر کے متعلق قضا و قدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کئے جاتے ہیں۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ بوجہ اپنی رحمت کے جو اس کو اپنے بندوں پر ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنانے والے تھے تا کہ آپ کی معرفت بندوں کو آگاہ و خبردار کر دیں۔

اب آگے توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن کریم عطا فرمایا۔

یا اللہ اپنی اس کتاب کے انوار سے ہمارے قلوب کو منور فرما اس کے اتباع کی سعادت نصیب فرما۔ اور اس کے اتباع کی برکت سے دین و دنیا کی بھلائی نصیب فرما۔ یا اللہ شب قدر کی برکت و فضیلت ہم کو بھی زندگی میں بار بار نصیب فرما۔ نیز اس سورۃ کو شب جمعہ میں تلاوت کی سعادت اور توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝٧ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ

جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان ہے اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے وہ تمہارا پروردگار ہے

اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝٩ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠ۙ

اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے۔ بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں۔ سو آپ اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو۔

يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١١ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝١٢ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى

جو ان سب لوگوں پر عام ہو جائے، یہ (بھی) ایک دردناک سزا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے۔ ان کو کب نصیحت ہوتی ہے

وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝١٣ۙ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝١٤ۘ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ

حالانکہ ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا۔ پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی کا) سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے۔ ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے،

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ۝١٥ۘ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝١٦

تم پھر اپنی اُسی حالت پر آجاؤ گے۔ جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے، (اس روز) ہم بدلہ لے لیں گے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ رب ہے آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	مُّوْقِنِيْنَ یقین کرنے والے		
لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وہ جان ڈالتا ہے اور جان نکالتا ہے	رَبُّكُمْ تمہارا رب	وَرَبُّ اور رب	اٰبَاۗىِٕكُمُ تمہارے باپ دادا	
الْاَوَّلِيْنَ پہلے	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	فِيْ شَكٍّ شک میں	يَّلْعَبُوْنَ کھیلتے ہیں	فَارْتَقِبْ تو تم انتظار کرو	يَوْمَ اس دن	تَاْتِي السَّمَاۗءُ آسمان لائے	
بِدُخَانٍ دھواں	مُّبِيْنٍ ظاہر	يَّغْشَى وہ ڈھانپ لے گا	النَّاسَ لوگوں	هٰذَا یہ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دردناک	رَبَّنَا اے ہمارے رب	
اكْشِفْ کھول (دور) کردے	عَنَّا ہم سے	الْعَذَابَ عذاب	اِنَّا بیشک ہم	مُؤْمِنُوْنَ ایمان لے آئیں گے	اَنّٰى کہاں	لَهُمُ ان کو	الذِّكْرٰى نصیحت
وَقَدْ جَاۗءَهُمْ اور تحقیق آچکا انکے پاس	رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ رسول کھول کھول کر بیان کرنیوالا	ثُمَّ پھر	تَوَلَّوْا وہ پھر گئے	عَنْهُ اس سے	وَقَالُوْا اور کہنے لگے		
مُعَلَّمٌ سکھایا ہوا	مَّجْنُوْنٌ دیوانہ	اِنَّا بیشک ہم	كَاشِفُوا کھولنے والے	الْعَذَابِ عذاب	قَلِيْلًا تھوڑا	اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ تم بیشک واصل حالت پر لوٹ آنے والے ہو	
	يَوْمَ جس دن	نَبْطِشُ ہم پکڑیں گے	الْبَطْشَةَ پکڑ	الْكُبْرٰى بڑی سخت	اِنَّا بیشک ہم	مُنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اس کتاب واضح یعنی قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرمایا اور پھر وہاں سے بتدریج ۲۳ سال میں حسب ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا اور یہ لیلۃ المبارکہ یعنی برکت والی رات ایسی عظمت والی ہے کہ اسی عظیم الشان رات میں ایک سال کے متعلق قضا وقدر کے فیصلہ لوح محفوظ سے نقل کر کے ملائکہ کے حوالہ کئے جاتے ہیں نیز یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا تا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے بندوں کو خیر وشر کی اطلاع کر دیں تا کہ وہ شر سے بچ سکیں اور خیر حاصل کر سکیں۔ اب آگے اس کے بعد چند اوصاف الٰہی کا بیان ہوتا ہے تا کہ اس کا معبود حقیقی ہونا ذہن نشین ہو کر اس

کی طرف بندے رجوع کریں اور اس کی وحدانیت والوہیت اور معبودیت کو تسلیم کریں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس قرآن کریم کو اتارنے والا اور رسولوں کو بھیجنے والا وہ خدا ہے جو آسمان زمین اور اس کے درمیان کی کل چیزوں کا خالق و مالک ہے انسان میں اگر کسی چیز پر یقین کرنے کی صلاحیت ہے تو سب سے پہلی چیز یقین رکھنے کے قابل اللہ کی ربوبیت عامہ ہے جس کے آثار کائنات میں روشن ہیں پھر معبود برحق بھی وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر ہر ایک کی موت وزیست اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور سب اولین و آخرین کا پالنے پوسنے والا وہی ہے تو جس کے قبضہ میں پیدا کرنا' مارنا جلانا اور سب کو روزی دینا اور ان کی پرورش کرنا ہو۔ کیا اس کے سوا کسی دوسرے کی بندگی و عبادت جائز ہو سکتی ہے؟ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ تو ان واضح نشانات اور قطعی دلائل کا اقتضا تو یہ تھا کہ یہ منکرین توحید الٰہی کو تسلیم کر لیتے مگر وہ پھر بھی نہیں مانتے اور توحید وغیرہ دین حق کی طرف سے شک میں پڑے ہیں اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اور اس میں غور وفکر سے کام لیں۔ یہ اسی دھوکہ میں ہیں کہ ہمیشہ یونہی رہنا ہے خدا کے سامنے کبھی پیشی نہ ہو گی۔ اس لئے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اڑا دیتے ہیں۔ اس کے بعد مشرکین و منکرین کو ایک دنیاوی مصیبت کے پیش آنے کی خبر دے کر متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو لوگ غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں یہ تو جب ہی چونکیں گے جب وہ آفت بھرا دن آئے گا جبکہ ہر طرف آسمان پر دھواں چھا جائے گا اور وہ دھواں لوگوں کو گھیر لے گا اور وہ بڑا دکھ بھرا عذاب ہو گا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں ''دھویں'' سے کیا مراد ہے؟ اس میں سلف کے دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ کے نزول اور ان کے ۴۰ سالہ قیام پھر انتقال فرما جانے کے بعد اور آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے اس زمانہ میں ایک زبردست دھواں نمودار ہو گا جو تمام زمین پر چھا جائے گا اور تمام لوگوں کو گھیر لے گا جس سے آدمی تنگ آ جائیں گے نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا جس سے مسلمان کو ایک زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اور کافر و منافق کے دماغ میں دھواں گھس کر بیہوش کر دے گا۔ بعض ایک دن میں بعض دو دن میں اور بعض تین دن میں ہوشیار ہوں گے اور یہ دھواں ۴۰ روز تک مسلسل رہے گا پھر مطلع صاف ہو جائے گا تو حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کے مطابق یہ قیامت کے قریب والا دھواں یہاں آیت میں مذکور ہے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد وہ دھواں نہیں جو علامات قیامت میں سے ہے بلکہ قریش مکہ کی مخالفت اور ایذا دہی سے تنگ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ ان پر بھی ایسا شدید قحط مسلط کر دے جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط ہوا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار اور چمڑے ہڈیاں تک کھانے کی نوبت آ گئی۔ غرض اہل مکہ بھوکوں مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ شدت کی بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں فضا یعنی زمین و آسمان کے درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش بند رہنے سے گرد وغبار وغیرہ آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے اس کو یہاں آیت میں دخان سے تعبیر فرمایا ہے۔ سلف اور متقدمین کے اختلاف کی بنا پر علمائے متاخرین میں بھی دخان کی تفسیر میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر قریش مکہ کے قحط سے متعلق اختیار کی ہے اوران کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر صاحب محدث ومفسرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول اختیار کیا ہے اور قیامت کے قریب جودھواں ظاہر ہوگا وہ مرادلیا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**
حضرت تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں دخان کو اہل مکہ کے قحط سے متعلق ہونا بیان فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ جب اہل مکہ اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور لگے عاجزی کرنے اسی کو آیت میں آگے بطور پیشین گوئی کے فرمایا گیا کہ یہ اس وقت جناب باری میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کودور کردیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ابوسفیان اور دیگر قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا بھی اور آئے بھی کہ آپ دعا کریں اور بعض مفسرین نے ابوسفیان کا وعدہ ایمان بھی نقل کیا ہے تو اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان باتوں سے ماننے والے کہاں ہیں۔ جو چیز بالکل کھلی ہوئی آفتاب سے زیادہ روشن تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اسی کو نہ مانا اور سرتابی کرتے رہے۔کوئی آپ کو مجنون بتلانے لگا۔کوئی کہنے لگا کہ یہ کسی دوسرے کے سکھائے ہوئے ہیں۔ پس جب اتنے عظیم الشان رسول کے آنے پر کہ جس کے دلائل رسالت میں کوئی تاویل ہی نہیں ہوسکتی۔ یہ معاندین لوگ ایمان نہ لائے تو قحط کے ہونے نہ ہونے پر کب امید ایمان لانے کی ہے یہ ان کا کہنا محض دفع الوقتی ہے کہ کسی طرح کام نکل جائے اور مصیبت ٹل جائے۔مگر خیر حجت تمام کرنے کے لئے چندے اس عذاب کو ہٹا دیا جائے گا مگر یہ پھر اپنی اسی پہلی حالت پر آجاویں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی اسی طرح پوری ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش وغیرہ ہوئی اور غلہ بھی آنے لگا اور اہل مکہ کو فارغ البالی میسر ہوئی مگر ایمان تو کیا لاتے وہ نرمی اور شکستگی بھی جاتی رہی پھر وہی زور اور وہی شور اور وہی عناد ومخالفت۔ آگے فرمایا گیا کہ آخرت میں ان کی بڑی سخت پکڑ ہوگی اور اس روز ان سے پورا بدلہ لے لیا جائے گا یعنی پوری سزا ملے گی۔
اب یہ وعید جو منکرین کو سنائی گئی اس وعید کی تائید میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا قصہ سنایا جاتا ہے کہ تکذیب نبی کی وجہ سے اس قوم کا کیا انجام ہوا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں اور توحید کی حقیقت ہم پر منکشف فرمائیں کہ حق تعالیٰ ہی کو ہم اپنا معبود حقیقی اور کارساز سمجھیں۔
اللہ تعالیٰ دنیا میں لہو ولعب کی مشغولیت سے ہم سب کو بچائیں اور دین ودنیا کے عذابوں سے ہمیں محفوظ رکھیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کے ساتھ ہم کو آپ کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی ظاہر وباطن میں اخلاص کے ساتھ پابندی نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾ أَنْ أَدُّوٓا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ

اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا کہ ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے۔ کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالہ کردو، میں تمہاری طرف

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ وَأَن لَّا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّيٓ ءَاتِيكُم بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ﴿١٩﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي

(خدا کا) فرستادہ (ہو کر آیا) ہوں، دیانتدار ہوں، اور یہ (بھی فرمایا) کہ تم خدا سے سرکشی مت کرو۔ میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور میں اپنے پروردگار

وَرَبِّكُمْ أَن تَرْجُمُونِ ﴿٢٠﴾ وَإِن لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهُۥٓ أَنَّ هَٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ

اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر سے قتل کرو۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو۔ تب موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ

مُّجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُندٌ مُّغْرَقُونَ ﴿٢٤﴾

بڑے سخت مجرم لوگ ہیں۔ تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ، تم لوگوں کا تعاقب ہوگا۔ اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا، ان کا سارا لشکر ڈبو دیا جاوے گا۔

كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَٰكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَٰلِكَ

وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں خوش رہا کرتے تھے، چھوڑ گئے۔ (یہ قصہ) اسی طرح ہوا

وَأَوْرَثْنَٰهَا قَوْمًا ءَاخَرِينَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ﴿٢٩﴾

اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنا دیا۔ سو نہ تو ان پر آسمان اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا اور ہم آزما چکے ہیں	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمَ فِرْعَوْنَ قوم فرعون	وَجَآءَهُمْ اور آیا انکے پاس	رَسُوْلٌ ایک رسول	كَرِيْمٌ کریم (عالی قدر)		
اَنْ اَدُّوْا کہ سپرد کردو	اِلَیَّ میرے	عِبَادَ اللّٰهِ بندے اللہ کے	اِنِّیْ بیشک میں	لَکُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ایک رسول امین	وَاَنْ اور یہ کہ	
لَا تَعْلُوْا تم سرکشی نہ کرو	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر۔ مقابل	اِنِّیْ بیشک میں	اٰتِیْکُمْ آیا ہوں تمہارے پاس	بِسُلْطٰنٍ دلیل کیساتھ	مُّبِیْنٍ واضح		
وَاِنِّیْ اور بیشک میں	عُذْتُ پناہ چاہتا ہوں	بِرَبِّیْ اپنے رب کی	وَرَبِّکُمْ اور تمہارا رب	اَنْ کہ	تَرْجُمُوْنِ تم مجھے سنگسار کردو	وَاِنْ اور اگر	
لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لاتے	لِیْ مجھ پر	فَاعْتَزِلُوْنِ تو ایک کنارے ہو جاؤ مجھ سے	فَدَعَا رَبَّهٗ تو اس نے دعا کی اپنے رب سے	اَنَّ کہ	هٰٓؤُلَآءِ یہ		
قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ مجرم لوگ	فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ تو تُو لے جا میرے بندوں کو	لَیْلًا رات میں	اِنَّکُمْ بیشک تم	مُّتَّبَعُوْنَ پیچھا کئے جاؤ گے (تعاقب ہوگا)			
وَاتْرُكِ اور چھوڑ جاؤ	الْبَحْرَ دریا	رَهْوًا ٹھہرا ہوا	اِنَّهُمْ بیشک وہ	جُنْدٌ ایک لشکر	مُّغْرَقُوْنَ ڈوبنے والے	كَمْ تَرَكُوْا وہ کتنے (ہی) چھوڑ گئے	مِنْ سے
جَنّٰتٍ باغات	وَّعُیُوْنٍ اور چشمے	وَّزُرُوْعٍ اور کھیتیاں	وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور مکان نفیس	وَّنَعْمَةٍ اور نعمتیں	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهَا اس میں	
فٰكِهِيْنَ مزے اڑاتے	كَذٰلِكَ اسی طرح	وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا انکا	قَوْمًا قوم	اٰخَرِيْنَ دوسرے	فَمَا بَكَتْ سو نہ روئے	عَلَيْهِمُ ان پر	
السَّمَآءُ آسمان	وَالْاَرْضُ اور زمین	وَمَا كَانُوْا اور نہ ہوئے وہ	مُنْظَرِيْنَ ڈھیل دیے گئے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا تھا کہ یہ معاندین کفار مکہ قحط جیسی مصیبت سے کہاں سبق لینے والے ہیں۔ انہوں نے جب اللہ کے رسول کی طرف سے منہ موڑ لیا جبکہ ان کی زندگی سے ان کے کردار واخلاق سے ان کے

41 کام اور کلام سے یہ صاف صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ یقیناً اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں تو اب محض ایک قحط ان کی غفلت کیسے دور کر دے گا دوسری طرف کفار سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا تھا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ عذاب قحط تم سے ٹال دیا جائے تو تم ایمان لے آؤ گے تو تم ماننے والے تو ہو نہیں لیکن حجت پوری کرنے کے لئے ہم اس عذاب قحط کو ہٹائے دیتے ہیں اور ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ تم اپنے قول و قرار میں کتنے سچے ہو۔ مصیبت ہٹنے پر تم پھر وہی کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو بھی ٹھیک یہی آزمائش پیش آئی تھی جس آزمائش میں کہ اب کفار قریش پڑے ہیں۔ فرعونیوں کے پاس بھی ایک معزز رسول آئے تھے اور باوجود کھلے ہوئے نشانیاں اور معجزات کے وہ فرعونی اپنی ضد و عناد سے باز نہ آئے حتیٰ کہ اپنے رسول کی جان کے دشمن بن گئے پھر اس کا جو نتیجہ دیکھا وہ ہمیشہ کے لئے سامان عبرت بن گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ پہلے قوم فرعون کی بھی آزمائش ہو چکی ہے اور وہ آزمائش یہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام آئے تھے اور پیغمبر کے آنے سے امتحان و آزمائش یہ ہوتی ہے کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون نہیں لاتا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور قوم فرعون کے پاس پہنچے تو ان سے فرمایا کہ تم نے ان اللہ کے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو جو غلامی میں پھانس رکھا ہے اور طرح طرح کی تکالیف میں گرفتار کر رکھا ہے تو ان کو آزاد کرو اور میرے حوالہ کرو میں جہاں اور جس طرح مناسب ہوگا ان کو آزاد کر کے رکھوں گا پھر یہ بھی فرمایا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور بحیثیت ایک امین اور دیانت دار رسول کے میں تم سے کوئی بات وحی الٰہی سے کم و بیش نہیں کرتا ہوں۔ جو حکم الٰہی ہوتا ہے وہی پہنچاتا ہوں۔ پس تم کو میری اطاعت کرنا چاہئے اور کہنا ماننا چاہئے اور خدا کے احکام سے سرکشی مت کرو اور میں اپنی نبوت پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔ مراد اس سے معجزات "عصا" و "ید بیضا" وغیرہ تھے کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات قرآن پاک میں متعدد سورتوں میں بیان فرمائے گئے ہیں کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً۔ ہر جگہ موقع کی مناسبت سے واقعہ کی جزئیات بیان فرمائی گئی ہیں۔ یہاں ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب ایک عرصہ تک موسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کا فرعونیوں پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ الٹا آپ کے قتل کا مشورہ طے پایا اور آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرعونیوں سے فرمایا کہ میں تمہارے ظلم اور ایذا سے خدا کی پناہ لیتا ہوں۔ یعنی اس کی حفاظت و حمایت پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ تم اگر میری بات نہیں مانتے تو کم از کم مجھے ایذا دے کر اپنے جرم کو سنگین تو مت کرو۔ مگر ان مجرمین کی سمجھ میں موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی کی بات کہاں آنے والی تھی اور وہ کب باز آنے والے تھے۔ آخر میں مجبور ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ یہ لوگ اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں۔ اب آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ وہاں کیا دیر تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فرعونیوں کو اطلاع کئے بدوں بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے چلے جایئے اور دن ہونے پر جب انہیں اطلاع ہوگی اس وقت تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن آپ کے راستہ میں سمندر پڑے گا۔ اس پر عصا مارنے سے پانی ادھر ادھر ہٹ جائے گا اور درمیان میں خشک راستہ نکل آئے گا۔ اسی راستہ سے بنی اسرائیل کو لے کر گذر جائیں اور پار ہو جانے کے بعد اس کی فکر مت کرنا کہ سمندر میں جو راستہ بن گیا تھا وہ باقی نہ رہے۔ اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیں۔ اس راستہ ہی کو دیکھ کر فرعونی اس میں گھسنے کی ہمت کریں گے اور جب وہ اس میں داخل ہو جائیں گے تو پھر

خدا کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے مل جائے گا اور فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سب غرق ہو کر ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ بالکل اسی طرح ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پار ہو گئے اور فرعونی غرق ہوئے اور وہ باغات، چشمے، نہریں، کھیتیاں، مکانات اور عیش وآرام کے ساز وسامان سب چھوڑ گئے اور پھر دوسری قوم کو اس کا مالک بنا دیا گیا اور فرعونیوں کی اس ہلاکت پر نہ تو آسمان و زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو عذاب سے مہلت دی گئی۔

یہاں یہ جو فرمایا گیا کہ ان فرعونیوں کی ہلاکت پر نہ تو آسمان کو رونا آیا نہ زمین کو تو حدیث میں مومن کے اوپر آسمان اور زمین کا رونا بتلایا گیا ہے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب مر جاتا ہے تو آسمان کا ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کا عمل اوپر چڑھتا تھا اور ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کے رزق کا نزول ہوتا تھا اس پر روتے ہیں اور اس کے بعد آپ نے یہی آیت پڑھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین مومن کے مرنے پر چالیس دن تک روتی ہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب مومن مرتا ہے تو زمین اس کے نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان میں اس کے عمل اوپر چڑھنے کی جگہ اس پر روتی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر شے احساس وشعور کسی نہ کسی درجہ میں ضرور رکھتی ہے۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں بھی ان کے مرتبہ کے لائق شعور موجود ہے جس کی وجہ سے وہ مومن کے مرتبہ کا ادراک کر کے غمگین ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ آسمان وزمین کا رونا ویسا ہی ہو جیسے انسانوں کا رونا ہوتا ہے۔ ان کے رونے کی کیفیت یقیناً مختلف ہوگی جس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں اور چونکہ کافر کے پاس عمل صالح کا سوال ہی نہیں اس لئے آسمان یا زمین اس پر کیوں روئیں بلکہ شاید خوش ہوتے ہوں گے کہ چلو پاپ کٹا ''خس کم جہاں پاک'' تو یہ اثر تھا ان فرعونیوں کی کمال مبغوضیت کا کہ زمین وآسمان کسی کو ان پر رونا نہ آیا اور ساتھ ہی کمال مغضوبیت کا اثر یہ تھا کہ ان کی جب پکڑ ہوئی تو پھر ذرا بھی مہلت نہ پائی۔

ابھی آگے فرعون اور بنی اسرائیل کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں اپنی آزمائشوں میں نہ ڈالیں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور استقامت بخشیں۔

یا اللہ ہم کو جب اشرف الانبیاء اور سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہونا نصیب فرمایا تو ہم کو آپ کا مطیع اور فرمانبردار امتی بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ نے جس طرح اپنے مقبولین کی حمایت ونصرت فرمائی اسی طرح آج بھی امت مسلمہ کی حمایت ونصرت فرمادیں اور کفار ومشرکین پر غلبہ ونصرت عطا فرمائیں۔

یا اللہ کفار ومشرکین میں جن کے لئے ہدایت مقدر ہے ان کو نور ایمان سے منور فرمادے اور جن کفار ومشرکین کو ان کی شرارت اور دین حق سے عداوت کی بنا پر گمراہی میں گرفتار رہنا مقدر ہے ان پر اپنا غیبی عذاب مسلط فرمادے کہ جن کی ہلاکت پر نہ آسمان کو رونا آئے نہ زمین کو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذِلّت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم وستم) سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا۔

الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَـٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَـٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَءَاتَيْنَـٰهُم مِّنَ الْءَايَـٰتِ مَا فِيهِ بَلَـٰٓؤٌا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا۔

مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾ إِنَّ هَـٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے۔ سو اے مسلمانو! اگر تم سچے ہو تو

بِـَٔابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَـٰهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا

ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) لاموجود کرو۔ یہ لوگ (قوت وشوکت میں) زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (شاہ یمن) کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے ہو گذری ہیں، ہم نے ان کو بھی ہلاک کر ڈالا

مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَـٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَـٰعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَـٰهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَـٰكِنَّ

وہ نافرمان تھے۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَـٰتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى

اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ بیشک فیصلہ کا دن ان کا سب کا وقت مقرر ہے۔ جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقہ والے کے ذرا کام نہ آوے گا

شَيْـًٔا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾

اور نہ اُن کی کچھ حمایت کی جاوے گی۔ ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے، وہ (اللہ) زبردست ہے مہربان ہے۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا اور تحقیق ہم نے نجات دی	بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ بنی اسرائیل	مِنَ سے	الْعَذَابِ الْمُهِينِ عذاب ذلت والا	مِنْ سے	فِرْعَوْنَ فرعون		
إِنَّهُ بیشک وہ	كَانَ تھا	عَالِيًا سرکش	مِنَ الْمُسْرِفِينَ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے	وَلَقَدِ اخْتَرْنَـٰهُمْ اور البتہ ہم نے انہیں پسند کیا	عَلَىٰ عِلْمٍ دانستہ		
عَلَى الْعَـٰلَمِينَ تمام جہان والوں پر	وَ اور	ءَاتَيْنَـٰهُم ہم نے انہیں دیں	مِنَ الْءَايَـٰتِ نشانیاں	مَا فِيهِ وہ جن میں	بَلَـٰٓؤٌا آزمائش	مُّبِينٌ کھلی	إِنَّ بیشک
هَـٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	لَيَقُولُونَ البتہ کہتے ہیں	إِنْ هِيَ نہیں یہ	إِلَّا مگر۔صرف	مَوْتَتُنَا ہمارا مرنا	الْأُولَىٰ پہلی (ایک ہی بار)	وَمَا نَحْنُ اور ہم نہیں	
بِمُنشَرِينَ دوبارہ اٹھائے جانےوالے	فَأْتُوا تو لے آؤ	بِـَٔابَآئِنَآ ہمارے باپ دادا	إِن كُنتُمْ اگر تم ہو	صَـٰدِقِينَ سچے	أَهُمْ کیا وہ	خَيْرٌ بہتر	أَمْ یا
قَوْمُ تُبَّعٍ قوم تبع	وَالَّذِينَ اور جو لوگ	مِن قَبْلِهِمْ ان سے قبل	أَهْلَكْنَـٰهُمْ ہم نے ہلاک کیا انہیں	إِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوا تھے	مُجْرِمِينَ مجرم (جمع)	
وَمَا اور نہیں	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	السَّمَـٰوَٰتِ آسمانوں	وَالْأَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	لَـٰعِبِينَ کھیلتے ہوئے		
مَا خَلَقْنَـٰهُمَآ ہم نے نہیں پیدا کیا انہیں	إِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کیساتھ ٹھیک طور پر	وَلَـٰكِنَّ اور لیکن	أَكْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر	لَا يَعْلَمُونَ نہیں جانتے		
إِنَّ بیشک	يَوْمَ الْفَصْلِ فیصلہ کا دن	مِيقَـٰتُهُمْ ان سب کا وقت مقرر	أَجْمَعِينَ سب	يَوْمَ جس دن	لَا يُغْنِي نہ کام آئے گا	مَوْلًى کوئی ساتھی	

عَنْ مَّوْلًى کسی ساتھی کے	شَيْئًا کچھ	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں گے	اِلَّا مگر	مَنْ جس	رَّحِمَ اللّٰهُ رحم کیا اللہ نے
اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ الْعَزِيْزُ وہ غالب	الرَّحِيْمُ رحم کرنیوالا				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جب فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کیا اور نہ آپ کی بات کو مانا تو بالآخران کی سزا کا وقت آیا۔اوراس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی بنی اسرائیل کوراتوں رات مصر سے لے کر نکل گئے۔صبح کو جب فرعونیوں کومعلوم ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے اللہ کے حکم سے سمندر میں ۱۲ راستہ پیدا ہوگئے تھے اور وہ ان پر چل کر پار ہوگئے۔فرعون اور اس کے لشکر نے بھی چاہا کہ انہی راستوں پر چل کر بنی اسرائیل کوگرفتار کریں مگر جب وہ بیچ سمندر میں تھے تو سمندر کا پانی چاروں طرف سے مل گیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہوگیا نتیجہ تھا فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی کا۔آگے اسی سلسلہ میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے متکبر۔ظالم اور سرکش کے عذابوں سے بنی اسرائیل کونجات دی۔فرعون نے بنی اسرائیل کو پست وخوار کر رکھا تھا۔ذلیل خدمتیں ان سے لیتا تھا اور سخت بیگاری کے کام بغیر معاوضہ کے ان سے کراتا تھا۔خدا کی زمین میں سرکشی کئے ہوئے تھا اوران بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی۔ایک نعمت اور احسان بنی اسرائیل پر یہ جتلایا گیا کہ ان کو اللہ نے فرعون جیسے موذی سے نجات بخشی۔ دوسرا احسان بنی اسرائیل پر یہ تھا کہ اس زمانہ کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔تیسرا احسان یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں یعنی معجزات وکرامات وغیرہ عطا فرمائے تھے۔جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ''من وسلویٰ'' کا اتارنا۔بادل کا سایہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر تھا۔اب یہاں سے آگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کا تذکرہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ قیامت کی وعیدیں سن کر قیامت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم دنیا میں مرگئے تو بس فنا ہوجائیں گے اس کے بعد پھر کوئی زندگی نہیں۔بس آخری حالت یہی دنیا کی موت ہے اس کے بعد سب قصہ ختم' آگے نہ حشر نشر' نہ حساب کتاب۔یہ منکرین قیامت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو کر مرنے کے بعد سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو اچھا ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کوزندہ کر کے دکھاؤ۔تب ہمیں زندگی بعد موت کا یقین آجائے گا۔کفار کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے۔ پہلا جواب یہ دیا گیا کہ انکار آخرت وہ جرم ہے کہ جس قوم نے بھی اسے اختیار کیا وہ آخر کار تباہ ہوکر رہی۔مثال کے طور پر دیکھو تبع کی قوم۔تبع لقب تھا یمن کے بادشاہ کا اور اس سے پہلے قوم سبا اور قوم فرعون کیسی خوشحالی اور شان وشوکت کو پہنچی ہوئی تھیں۔ان سب کو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے چھوڑا۔تو یہ کفار مکہ تو اس خوش حالی اور شان وشوکت کو پہنچ بھی نہ سکے یہ کیسے ہلاکت سے بچ جائیں گے؟ دوسرا جواب منکرین کو یہ دیا گیا کہ یہ کارخانہ عالم یعنی زمین آسمان اوران کے درمیان کی چیزیں یہ اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشہ نہیں کہ یونہی فعل عبث کے طور پر کھڑا کر دیا گیا ہو کہ انسان دنیا میں جیسا جی چاہے زندگی گذار کر مٹی میں رل مل جائے اور اس کے کسی اچھے یا برے کام کا کوئی نتیجہ نہ نکلے تو ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ نے یہ کارخانہ عالم بڑی حکمت سے دارالامتحان بنایا ہے جس کا نتیجہ ایک دن ضرور نکل کر رہے گا اور وہی نتیجہ آخرت ہے۔تیسرا جواب کفار کے اس مطالبہ

کا ''کہ مسلمان اگر دعوئے آخرت میں سچے ہیں تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لاکھڑا کریں'' یہ دیا گیا کہ اس کے لئے تو رب العالمین نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جبکہ تمام اوّلین وآخرین کو وہ دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت میں جمع کرے گا اور سب کے مقدمات کا فیصلہ بصورت جزا یا سزا صادر فرمائے گا۔ منکرین خواہ اسے مانیں یا نہ مانیں یہ کام بہر حال اپنے وقت مقرر ہی پر ہو کر رہے گا۔ اگر یہ مانیں گے تو اپنا ہی بھلا کریں گے کیونکہ اس طرح قبل از وقت اس عدالت سے کامیاب نکلنے کی تیاری کر سکیں گے۔ نہ مانیں گے تو اپنا ہی نقصان کریں گے کیونکہ اس صورت میں یہ اپنی ساری زندگی بس اسی دنیا کی بھلائی برائی دوڑ دھوپ میں کھپا دیں گے کہ آگے تو کوئی عدالت ہی نہیں کہ دنیا کے اچھے برے کا کوئی نتیجہ نکلے اس لئے وہاں کی کامیابی کی کوئی فکر ہی نہ کریں گے۔ بہر حال ان سب کے لئے ایک فیصلہ کا دن مقرر ہے۔ آگے اس فیصلہ کے دن کی کچھ کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ اس فیصلہ کے دن کیا رنگ ہوگا۔ تو بتلایا جاتا ہے کہ اس دن ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتہ دار رشتہ دار کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ کوئی دوست اپنے دوست کی پریشان حالی میں اس کا کچھ حال نہ پوچھ سکے گا۔ اس دن کسی کی مدد یا حمایت کسی مجرم کو نہ چھڑا سکے گی نہ کسی کے لئے کوئی بیرونی مدد آئے گی۔ اس روز کلی اختیارات بس اس حاکم اور مالک حقیقی کے ہاتھ میں ہوں گے جس کے فیصلے کے نافذ ہونے کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ الغرض کسی کو کسی سے کوئی مدد نہ مل سکے گی ہاں جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس کا بیڑا پار ہے۔ جس پر اللہ کی رحمت وہاں ہو جائے گی وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اخیر میں فرمایا گیا **انه هو العزيز الرحيم** وہ اللہ زبردست ہے کافروں سے انتقام لے گا اور وہ مہربان ہے اہل ایمان پر رحمت فرمائے گا۔

اب آگے اس فیصلہ کے دن اس عدالت میں جو لوگ مجرم ثابت ہوں گے ان کا کیا انجام ہوگا اور جن لوگوں کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ دنیا میں خدا سے ڈر کر نافرمانیوں سے پرہیز کرتے تھے ان کو کن انعامات سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ اس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں اس فیصلہ کے دن کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دن میں اپنے کرم و رحم سے ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں اور ہمارا حساب آسان فرمائیں

یا اللہ گذشتہ نافرمان قوموں کی تباہی و ہلاکت سے ہم کو سبق عبرت و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمادے اور ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کفار و مشرکین اور بے دینوں کے ہاتھوں ظلم و ستم اٹھا رہے ہیں۔

یا اللہ مظلوم اہل اسلام کی حمایت و نصرت فرمادے اور ان کو کفار کے مظالم سے نجات عطا فرمادے اور اسلام کو غلبہ و شوکت نصیب فرمادے اور اعدائے دین کو ہلاک و برباد فرمادے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾

بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ

(اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ۔ پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو۔ لے چکھ تو

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

بڑا معزز و مکرم ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اِنَّ بیشک	شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ درخت تھوہر	طَعَامُ الْاَثِيْمِ کھانا گنہگاروں کا	كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح	يَغْلِيْ کھولتا ہے	فِي الْبُطُوْنِ پیٹوں میں		
كَغَلْيِ جیسے کھولتا ہوا	الْحَمِيْمِ گرم پانی	خُذُوْهُ تم پکڑلو اسے	فَاعْتِلُوْهُ پھر کھینچو اسے	اِلٰى تک	سَوَآءِ الْجَحِيْمِ بیچوں بیچ جہنم	ثُمَّ صُبُّوْا پھر ڈالو	
فَوْقَ پر۔اوپر	رَاْسِهٖ اس کا سر	مِنْ سے	عَذَابِ الْحَمِيْمِ عذاب کھولتا ہوا پانی	ذُقْ چکھ	اِنَّكَ بیشک تو	اَنْتَ تو	الْعَزِيْزُ زورآور
	الْكَرِيْمُ عزت والا	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	مَا كُنْتُمْ جو تم تھے	بِهٖ اس میں	تَمْتَرُوْنَ شک کرتے		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین کے شبہات آخرت کے جواب میں بتلایا گیا تھا کہ رب العالمین نے قیامت حشر و نشر کا ایک وقت معین و مقرر فرمایا ہے جبکہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک تمام انسانوں کو وہ دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت میں جمع فرمائے گا اور سب اولین و آخرین کے مقدمات کا فیصلہ بصورت جزا یا سزا صادر فرمائے گا اور وہ فیصلہ کا دن ایسا ہوگا کہ کوئی کسی کی مدد یا حمایت نہ کر سکے گا ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس کی ہر طرح کی نصرت و حمایت ہوگی اور اعزاز و اکرام ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں اس فیصلہ کے دن کی عدالت میں جو مجرم ثابت ہوں گے ان کا کیا انجام و حشر ہوگا یہ بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ بڑے مجرموں یعنی کفار و مشرکین کا کھانا زقوم کا درخت ہوگا جو کہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند یا تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا جو کھانے کے بعد وہ ان کے پیٹ میں یوں جوش کھائے گا اور ایسا کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتوں کو جو تعذیب مجرمین پر مامور ہیں حکم ہوگا کہ ان مجرمین کو پکڑو اور پھر گھسیٹتے ہوئے آتش سوزاں کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ اور پھر اس کے سر کے اوپر تیز گرم پانی چھوڑو جس کا یہ اثر لکھا ہے کہ وہ گرم پانی دماغ سے اتر کر نیچے آنتوں تک پہنچے گا اور آنتوں کو کاٹتا ہوا باہر نکل آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے بڑے عذاب سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔ پھر انہیں شرم سار اور زیادہ پشیمان کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ تو وہی تو ہے جو دنیا میں بڑا معزز و مکرم سمجھا جاتا تھا اور اپنے کو سردار ثابت کیا کرتا تھا۔ جیسا تو دنیا میں اپنے کو مکرم و معظم سمجھ کر ہمارے احکام سے عار کیا کرتا تھا آج ویسی ہی تیری تعظیم ہو رہی ہے تم کو کہاں یقین تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا نصیب ہوگا۔ اسی دھوکہ میں تھے کہ بس یونہی کھیلتے کودتے گذر جائے گی۔ آخر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے۔ آگے کچھ بھی نہیں۔ اب دیکھ لیا کہ وہ باتیں سب سچی تھیں جو پیغمبروں نے بیان کی تھیں۔ جس چیز میں تم شک اور انکار کرتے تھے وہی سب سامنے آیا یا نہیں۔

علاوہ اس مقام کے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں جہنم کے دردناک عذاب کی اس سے بہت زیادہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر بیان ہو چکیں۔ یا انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔ پھر علاوہ قرآن کریم کے احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جہنم کے

عذابوں کے متعلق بھی بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ یہاں موقع کی مناسبت سے چند ارشادات احادیث نبوی سے نقل کئے جاتے ہیں:۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ زقوم (جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا) اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو یہاں کی تمام چیزیں اس کی بدبو اور گندگی اور زہریلے پن سے متاثر ہو جائیں اور ہمارے کھانے پینے کی ساری چیزیں خراب ہو جائیں۔ پس سوچنے کی بات ہے کہ یہ زقوم جس کو کھانا پڑے اس پر کیا گذرے گی۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمہ آگ کے ہوں گے۔ ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولھے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے اور وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا سمجھے گا حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں میں سے جو اپنے کفر وشرک یا فسق وفجور کی وجہ سے جہنم میں جانے والے ہوں گے۔ ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے اپنی دنیا کی زندگی نہایت عیش وآرام کے ساتھ گذاری ہوگی اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں ایک غوطہ دلایا جائے گا (یعنی جس طرح کپڑے کو رنگتے وقت رنگ میں ڈال کر ایک ڈوب دے کر نکال لیتے ہیں) اسی طرح اس شخص کو جہنم کی آگ میں ڈال کر فوراً نکال لیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے فرزند کیا تو نے کبھی خیریت اور اچھی حالت بھی دیکھی ہے۔ اور کیا کبھی عیش وآرام کا کوئی دور تجھ پر گذرا ہے؟ وہ کہے گا خدا کی قسم اے پروردگار کبھی نہیں۔ مطلب یہ کہ جہنم کا عذاب اتنا سخت ہے کہ اس کا ایک لمحہ عمر بھر کے عیش وراحت کو یکسر بھلا دے گا۔ اے اللہ آپ ہم کو اور سب ایمان والوں کو جہنم کے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

عزیزو! قرآن وحدیث میں قیامت۔ حشر ونشر۔ جزا وسزا۔ جنت وجہنم کا ذکر اتنی کثرت سے بار بار اسی لئے کیا گیا ہے کہ ہم جہنم کے عذاب اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے بچنے کی فکر آج اس دنیا میں کرلیں۔ یہ دنیا بہرحال چند روزہ ہے ایک نہ ایک دن ہم سب کو یقیناً اس جہان سے گذرنا ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اور ہم سب کو اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے میدان حشر میں کھڑا ہونا ہے اور پھر اس کے بعد ہر کسی کا دائمی ٹھکانہ جنت یا جہنم بننا ہے۔ ابھی وقت ہے اور موقع ہے کہ ہم آخرت کی فکر کرلیں اور جہنم سے بچنے کی کوشش کرلیں اور مولائے کریم کو راضی کرنے کی سعی کرلیں۔ اگر خدانخواستہ زندگی یونہی غفلت اور معاصی میں گذر گئی تو مرنے کے بعد حسرت وندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

یہاں ان آیات میں مجرموں یعنی کفار ومشرکین کا ذکر ہوا اور ان کا انجام بد بتلایا گیا۔ آگے اہل ایمان کا ذکر ہے کہ ان کا ٹھکانہ آخرت میں کیسا ہوگا۔ ان کا لباس اور ان کے ساز وسامان راحت کے کیسے ہوں گے اور کن نعمتوں سے ان کو سرفراز فرمایا جائے گا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو آخرت کا فکر نصیب فرمائیں اور اس دنیا میں اس طرح زندگی گذارنا نصیب فرمائیں کہ ہمیں آخرت میں دائمی راحتیں اور نعمتیں نصیب ہوں۔ اور قیامت کی ذلت ورسوائیوں سے ہم کو واسطہ نہ پڑے۔

یا اللہ میدان حشر کی ہولناکیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب جہنم سے اپنی پناہ میں رکھئے۔

یا اللہ! آخرت کی طرف سے ہم جو غافل ہیں ہماری غفلت کو دور فرما دیجئے اور ہمہ وقت آخرت کی درستگی کا فکر نصیب فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿۵۱﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۵۲﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ

بے شک خدا سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے یعنی باغوں میں اور نہروں میں۔ وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے

مُّتَقَابِلِينَ ﴿۵۳﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿۵۵﴾ لَا

بیٹھے ہوں گے۔ یہ بات اسی طرح ہے، اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے۔ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے۔

يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ

وہاں وہ بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا،

ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۵۷﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿۵۹﴾

بڑی کامیابی یہی ہے۔ سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان کردیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔ تو (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) آپ منتظر رہیے یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

إِنَّ بیشک	الْمُتَّقِينَ متقی (جمع)	فِي میں	مَقَامٍ أَمِينٍ امن کا مقام	فِي میں	جَنَّاتٍ باغات	وَعُيُونٍ اور چشمے	يَلْبَسُونَ پہنے ہوئے	مِنْ سے۔کے
سُندُسٍ باریک ریشم	وَإِسْتَبْرَقٍ اور دبیز ریشم	مُتَقَابِلِينَ ایکدوسرے کے آمنے سامنے	كَذَٰلِكَ اسی طرح	وَزَوَّجْنَاهُم اور ہم جوڑے بنادینگے انکے				
بِحُورٍ عِينٍ خوبرو بڑی بڑی آنکھوں والیاں	يَدْعُونَ وہ مانگیں گے	فِيهَا اس میں	بِكُلِّ فَاكِهَةٍ ہر قسم کا میوہ	آمِنِينَ اطمینان سے	لَا يَذُوقُونَ وہ نہ چکھیں گے			
فِيهَا وہاں	الْمَوْتَ موت	إِلَّا سوائے	الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ پہلی موت	وَ اور	وَقَاهُمْ اس اللہ نے بچالیا انہیں	عَذَابَ الْجَحِيمِ جہنم کا عذاب		
فَضْلًا فضل سے	مِنْ سے۔کے	رَبِّكَ تمہارا رب	ذَٰلِكَ یہ	هُوَ یہی	الْفَوْزُ الْعَظِيمُ کامیابی بڑی	فَإِنَّمَا اس کے سوا نہیں	يَسَّرْنَاهُ ہم نے اسے آسان کردیا	
بِلِسَانِكَ آپ کی زبان پر	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَتَذَكَّرُونَ نصیحت پکڑیں	فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں	إِنَّهُمْ بیشک وہ	مُرْتَقِبُونَ انتظار میں ہیں			

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورہ دخان کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اس فیصلہ کے دن کی عدالت میں جو مجرم ثابت ہوں گے ان کا انجام یہ ہوگا کہ زقوم کا درخت ان کو کھانے کو ملے گا اور وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتے گھسیٹتے ہوئے لے جا کر انہیں جہنم میں پھینکیں گے جہاں انہیں طرح طرح کے عذاب ہوں گے اور ان کو مزید پشیمان کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز تو ہے جس میں تم دنیا میں شک وانکار کیا کرتے تھے۔ یہ تو کفار مشرکین جہنمیوں کا حال بتلایا گیا اب آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان اور متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو اللہ سے ڈرتے رہے یعنی اس کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گذاری۔ اس کی نافرمانی سے بچے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلے وہ وہاں یعنی آخرت میں نہایت امن چین سے ہوں گے۔ کسی طرح کا رنج وغم پاس نہ آئے گا یعنی نہ مشکلات تکالیف اور مشقت سے واسطہ پڑے گا۔ نہ درد ودکھ رنج وغم پہنچے گا۔ نہ کسی آفت ومصیبت کا خوف ہوگا۔ نہ شیطان اور اس کے مکر سے بچنے کی فکر ہوگی۔ نہ رب کی ناراضگی کا اندیشہ ہوگا۔ غرضیکہ تمام باتوں سے نڈر۔ بے فکر۔ مطمئن اور بے اندیشہ ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو

گے۔ ہمیشہ خوشحال رہو گے کبھی خستہ حال نہ ہو گے۔ ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے (مسلم شریف) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس امن وچین کی جگہ جانا نصیب فرمائیں۔آمین۔

غرض کہ متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے پہلی بشارت مقام امین کی دی گئی یعنی ایسی جگہ جو ہر طرح کی مصیبت ۔دکھ درد اور ناخوشگواری سے محفوظ ہو۔اب آگے اسی مقام امین کی کچھ تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔اول فرمایا فی جنت و عیون یعنی عالیشان باغات جن میں نہریں وچشمے بہتے ہوں گے۔پھر لباس کے متعلق فرمایا کہ ان کی پوشاک باریک اور دبیز ریشم کی ہوگی۔پھر یہ تختوں اور مسہریوں پر بڑے طمطراق سے تکئے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور ان کی بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادیاں ہو جائیں گی جن کے پاک جسموں کو پہلے کسی نے چھوا بھی نہ ہوگا۔حوران بہشت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مخلوق ہے۔جن کے متعلق قرآن کریم اور احادیث نبوی میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔قرآن کریم میں مختلف سورتوں میں حوروں کی صفات حسب ذیل بتلائی گئی ہیں:۔

۱۔شرم وحیاء سے نگاہ نیچی رکھنے والی۔(سورۃ الصّٰفّٰت)
۲۔بڑی آنکھوں والی۔(سورۃ الصّٰفّٰت)
۳۔صاف وشفاف رنگ والی۔(سورۃ الصّٰفّٰت)
۴۔اہل جنت سے پہلے ان کو کسی نے چھوا تک نہیں۔(سورہ رحمٰن)
۵۔وہ ایسی خوش رنگ اور بیش بہا ہیں جیسے یاقوت ومرجان (سورہ رحمٰن)
۶۔وہ اچھے اخلاق کی خوب صورت اور خوب سیرۃ ہیں۔ (سورہ رحمٰن)
۷۔وہ گورے رنگ والیاں خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ (سورہ رحمٰن)

احادیث میں آیا ہے کہ اگر ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے۔ایک حدیث میں ہے کہ اگر ان میں سے کوئی زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان روشنی ہی روشنی ہو جائے اور مہک وخوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔الغرض اہل جنت کا بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے نکاح کر دیا جائے گا پھر وہاں کھانے پینے کی چیزوں کا یہ حال ہوگا کہ جس میوے یا پھل کی طلب ہوگی وہ موجود ہوگا۔جو مانگیں گے وہ ملے گا اور اس شان سے ملے گا کہ ادھر ارادہ کیا ادھر وہ چیز موجود۔ادھر خواہش ہوئی ادھر وہ چیز حاضر۔پھر نہایت بے فکری سے سب کچھ ملے گا کہ نہ کمی کا خوف نہ ختم ہو جانے کا کھٹکا۔پھر وہاں انہیں کبھی موت نہ آئے گی۔بس ایک موت جو دنیا میں پہلے آ چکی وہ آ چکی۔آگے کبھی موت وفنا نہیں۔دائماً اسی عیش ونشاط میں رہنا ہے۔نہ ان کو فنا نہ ان کے سامانوں کو فنا۔تو یہاں جنت کی سرمدی اور ابدی نعمتوں کی تقریباً تمام قسموں کو جمع کر دیا گیا ہے کیونکہ انسانی ضروریات کی چیزیں عموماً یہی ہوتی ہیں:۔

۱۔عمدہ مکان۔ ۲۔اچھا لباس۔۳۔بہترین شریک زندگی۔
۴۔بہترین کھانے پینے کی چیزیں۔
۵۔پھر ان نعمتوں کے دائمی اور ابدی ہونے کی ضمانت۔
۶۔اور ہر طرح کے رنج وغم۔دکھ آزار وتکالیف وپریشانی سے بچے رہنے کا یقین۔

تو یہاں ان آیات میں ان تمام باتوں کو اہل جنت کے لئے ثابت کر دیا گیا۔سبحان اللہ! پھر جنت کی نعمتوں کے متعلق احادیث میں بھی بہت کچھ وارد ہوا ہے۔ایک حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے۔نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خطرہ یا خیال ہی گذرا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ

جنتیوں کو جونفیس ولذیذ کھانے ملیں گے اسی طرح پینے کی جو نہایت خوشگوار چیزیں ملیں گی اور پہننے کو جو اعلیٰ درجہ کے خوشنما لباس دیئے جائیں گے اور جو عالیشان خوبصورت محلات اور خوش منظر باغات عطا ہوں گے اور جنت کی جو حسین وجمیل حوریں دی جائیں گی اوران کے سوابھی لذت وراحت اور لطف ومسرت کے جو اور سامان عطا فرمائے جائیں گے تو واقعہ یہ ہے بس اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتے ہیں۔ البتہ ان سب پر ہمارا غائبانہ ایمان ہے۔ اور سب سے بڑی نعمت جو جنت میں پہنچنے کے بعد جنتیوں کو ملے گی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کیا تم چاہتے ہو کہ جونعمتیں تم کو دی گئی ہیں ان سے زائد کوئی اور چیز میں تمہیں عطا کروں۔ وہ عرض کریں گے خداوندا آپ نے ہمارے چہرے روشن کیے۔ ہم کو جہنم سے بچایا اور جنت عطا کی جس میں سب کچھ ہے اب ہم اور کیا مانگیں؟۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر حجاب اٹھا دیا جائے گا اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار بے پردہ کریں گے اور پھر جنت اور اس کی ساری نعمتیں جو اب تک ان کو مل چکی تھیں ان سب سے زیادہ پیاری نعمت ان کے لئے یہ دیدار الٰہی کی نعمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے فضل وکرم سے اپنے دیدار کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان متقین اہل جنت کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جہنم کے عذاب سے بچا دے گا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اب دیکھئے قرآن پاک **فوز العظیم** یعنی بہت بڑی کامیابی انسانوں کے لئے کس چیز کو بتلاتا ہے؟ آخرت میں نجات پا کر اللہ کی رضا وخوشنودی کے مقام یعنی جنت میں داخل ہو جانا اور اس کے غصہ اور غضب کے مقام یعنی جہنم سے بچ جانا یہی انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ مگر آج منکرین اسلام و قرآن نہیں بلکہ اسلام اور ایمان کے دعوے دار مگر دنیا کے دلدادہ اور پرستار اپنی کامیابی کا ہے میں سمجھتے ہیں' بس یہی نا کہ مغرب کے بے دینوں کی طرح بے لگام ہو کر' مذہب سے آزاد' حلال و حرام سے آزاد' دنیوی مال ودولت کی بہتات ہو' عیش وعشرت کی محفلیں ہوں' رقص وسرود اور گانے بجانے کی مجلسیں ہوں' عیاشی کے اڈے ہوں' یہود ونصاریٰ کا تمدن ومعاشرت ہو' اونچی کوٹھی ہو' اعلیٰ سواری ہو' مال وزر کی آمد ہو' ہوا وہوس کے پورے کرنے کے سامان ہوں' بے حیائی' بے شرمی' فسق وفجور میں بے لگام ہوں' بس یہی ہے ان کا معیار کامیابی۔ **استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ لیکن قرآن پاک اسی ایک جگہ نہیں بلکہ مزید ۱۵ جگہ کہیں **فوز العظیم** ۔ کہیں **فوز الکبیر** ۔ کہیں **فوز المبین** صرف آخرت کی کامیابی کو بڑی کامیابی بتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ متقین اہل ایمان کے لئے جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اخیر میں انہیں جہنم سے بچا لینے کا ذکر بھی خاص طور پر الگ فرمایا۔ ورنہ کسی کا جنت میں پہنچ جانا اس سے خود لازم آتا ہے کہ وہ جہنم میں جانے سے بچ گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو انعامات کی پوری قدر اس وقت محسوس ہو سکتی ہے جب اس کے سامنے یہ بات بھی ہو کہ وہ کس برے انجام سے بچ گیا۔ پھر یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے جنت میں پہنچنے اور جہنم سے بچ جانے کو محض اپنے فضل کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آخرت کی کامیابی کسی شخص کو نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اگرچہ اہل ایمان کو انعام اپنے حسن عمل ہی پر ملے گا لیکن اول تو حسن عمل ہی کی توفیق انسان کو اللہ کے فضل سے نصیب ہوتی ہے پھر جو بہتر سے بہتر عمل انسان کر

بھی سکتا ہے وہ بھی اتنا کامل اور اکمل نہیں ہوتا کہ جس کے متعلق دعوے سے یہ کہا جا سکے کہ اس میں نقص کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ پہلو بھی موجود نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے کہ وہ بندے کی کمزوری اور اس کے عمل کی خامی کو نظر انداز کر کے اس کی خدمات کو قبول فرما لے اور اسے انعامات سے سرفراز فرمائے۔ ورنہ اگر گہرائی اور باریک بینی کے ساتھ کسی کا حساب اللہ تعالیٰ لینے پر آ جائیں تو کس کی ہمت ہے کہ وہ اپنے اعمال کے زور پر جنت حاصل کر لینے کا دعویٰ کر سکے۔ یہی بات ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عمل کرو اور اپنی حد استطاعت تک زیادہ سے زیادہ ٹھیک کام کرنے کی کوشش کرو مگر یہ جان لو کہ کسی شخص کو محض اس کا عمل ہی جنت میں نہ داخل کر دے گا اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کا عمل بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی محض اپنے عمل کے زور سے جنت میں نہ پہنچ جاؤں گا الا یہ کہ مجھے میرا رب اپنی رحمت سے ڈھانک لے۔

اخیر میں بطور تمام سورۃ کے خلاصہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ کا کام اتنا ہے کہ آپ ان منکرین کو کہتے رہیئے اور اسی غرض سے یہ قرآن کریم بہت سہل بالکل آسان۔ بہت واضح اور مدلل کر کے آپ کی عربی زبان ہی میں نازل کیا گیا ہے تا کہ یہ لوگ اس کو باسانی سمجھ کر اس سے نصیحت قبول کریں اور اگر اس پر بھی یہ لوگ نہ مانیں تو آپ چندے انتظار کیجئے ان کا بدانجام سامنے آ جائے گا۔ یہ کفار تو منتظر ہیں کہ آپ پر کوئی افتاد پڑے لیکن آپ دیکھتے جایئے کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں تا کہ ہماری زندگی احکام الٰہیہ کے مطابق گزرے۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہم کو قیامت کے دن اپنے متقین بندوں میں شامل فرما لیجئے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر اور جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے۔

یا مولائے کریم اپنے فضل و کرم سے اپنے رضا کی جگہ ہم کو پہنچنا نصیب فرمایئے اور جنت کی دائمی نعمتوں سے ہم کو سرفراز فرمایئے اور جنت کی سب سے اعلیٰ نعمت یعنی اپنے دیدار کی دولت ہم سب کو نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ سَبْعٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾

حٰم۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے۔ آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کیلئے بہت سے دلائل ہیں۔

وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَمَآ اَنْزَلَ

اور خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو زمین میں پھیلا رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں۔ اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں

اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾

اور اس رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس (بارش) سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہواؤں کے بدلنے میں دلائل ہیں اُن لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

حٰمٓ حم	تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ نازل کی ہوئی کتاب	مِنَ اللّٰہِ اللہ کی طرف سے	الْعَزِیْزِ غالب	الْحَکِیْمِ حکمت والا	اِنَّ بیشک	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ اور زمین	لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اہل ایمان کیلئے	وَ اور	فِیْ خَلْقِکُمْ تمہاری پیدائش میں	وَمَا اور جو	یَبُثُّ وہ پھیلاتا ہے
مِنْ دَآبَّۃٍ جو جانور	اٰیٰتٌ نشانیاں	لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ یقین کرنے والے لوگوں کیلئے	وَاخْتِلَافِ اور تبدیلی	الَّیْلِ رات	وَالنَّہَارِ اور دن	وَمَآ اور جو
اَنْزَلَ اللّٰہُ اللہ نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مِنْ رِّزْقٍ رزق	فَاَحْیَا پھر زندہ کیا	بِہٖ اس سے	الْاَرْضَ زمین	
بَعْدَ مَوْتِہَا اس کے مرنے (خشک ہونے) کے بعد	وَتَصْرِیْفِ اور گردش	الرِّیٰحِ ہوائیں	اٰیٰتٌ نشانیاں	لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ عقل (سلیم والوں کیلئے)		

تفسیر وتشریح: بفضلہ تعالیٰ اب ۲۵ ویں پارہ کی آخری سورۃ الجاثیۃ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ ابتدائی آیات کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے آخری رکوع میں اہل باطل اور غیر مقبولین فرقوں کے تذکرہ کے سلسلہ میں لفظ جاثیہ استعمال ہوا ہے۔ جاثیہ کے معنی ہیں خوف سے زانو کے بل گر پڑنا۔ یعنی آخری رکوع میں تمام اہل باطل فرقوں اور امتوں کے بارہ میں بتلایا گیا کہ قیامت میں یہ اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور مارے خوف کے زانو کے بل گر پڑیں گے۔ اسی تذکرہ کی بنا پر سورۃ کا نام ہی جاثیہ قرار پایا۔ حٰم سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے یہ چھٹی سورۃ ہے اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۵ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۷۲ ہے یعنی ۷۱ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۴۲ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۷ آیات۔ ۴ رکوعات۔ ۴۹۲ کلمات۔ اور ۲۱۳۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں اثبات توحید و نبوت و آخرت سورۃ کے مرکزی مضامین ہیں اور دوسرے بعض مضامین ان ہی کی مناسبت سے آ گئے ہیں۔

سورۃ کی ابتدا توحید کے دلائل سے فرمائی گئی ہے اس سلسلے میں انسانوں کو بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں آسمان

زمین اور خود انسانوں اور جانوروں کی پیدائش میں موجود ہیں۔ جن میں عقل وفہم ہے وہ کائنات کے حالات سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کائنات بے خدا نہیں ہے نہ بہت سے خداؤں کی خدائی میں چل رہی ہے۔ بلکہ ایک ہی خدا نے اسے بنایا ہے اور وہی اکیلا اس کا فرمانروا ہے۔ اسی کے مقرر کردہ نظام عالم کے مطابق یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ رات و دن کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا۔ پھر وقت پر بارش ہونا اور مینہ برسنا اور پھر بارش کے ذریعہ مردہ زمین میں تروتازگی پیدا ہو جانا اور اس سے انسانوں اور جانوروں کے کھانے پینے کی چیزوں کا پیدا ہونا۔ یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی توحید کی نشانیاں ہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ قرآن مجید کی آیتوں میں جو سچی باتیں بتائی گئی ہیں وہ حقیقت کو بالکل کھول دیتی ہیں اور ان میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ ان کو نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے۔ پھر تنبیہ فرمائی گئی کہ جنھوں نے یہ آیتیں سن کر ان سے منہ موڑا اور اپنی ہی رائے پر اڑے رہے۔ ان کی شامت آنی یقینی ہے اور نتیجہ میں وہ جہنم میں داخل ہوں گے اس قرآن سے منہ موڑ کر جو کچھ یہ منکرین اس دنیا میں کر رہے ہیں مرنے کے بعد یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ مال و دولت سب یہیں پڑا رہ جائے گا اور یہ خود سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ قرآن مجید سیدھا راستہ بتا رہا ہے جو اس پر نہ چلیں گے وہ دردبھری آفتوں کا شکار ہوں گے۔ پھر انسانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں۔ اپنے اوپر اس کے احسانات دیکھو۔ گہرے سمندر اور دریاؤں میں تمہیں جہاز وکشتیاں چلانے کا سلیقہ عطا کر کے تمہارے لئے راستے کھول دیئے کہ ان کے ذریعہ تجارت وغیرہ کر کے بڑے بڑے فائدہ اٹھاتے ہو اور ایک سمندر ہی کیا آسمان۔ زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے کہ وہ تمہاری خدمت گزاری میں لگی رہیں۔ پس انسانوں کو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ بہرحال ایمان والوں کو ان منکرین کے جال میں نہ پھنسنا چاہئے۔ یہ عمل صالحہ کی کوشش میں لگے رہیں انہیں اس کا بہت بہتر بدلہ ملے گا اور ان نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دے گا۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ تمہارے لئے یہ قرآن کافی ہے اسے چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی جو ہوا ہوس میں گرفتار ہیں ہرگز پیروی مت کرو۔ اچھے اور برے ایک جیسے نہیں ہو سکتے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے نادان اور گمراہ ہیں۔ ان کی نظر آگے نہیں جاتی یہ مرکر جینے کو نہیں مانتے۔ یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ حقیقت یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں ظاہر کر دی ہے اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ سب ہو کر رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا۔

اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح کی جاتی ہے۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی جس کے حقیقی مطلب ومعانی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گا۔ گذشتہ حٰم سے شروع ہونے والی سورتوں کی طرح اس سورۃ کی ابتدا بھی قرآن کریم کے ذکر سے فرمائی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ اس کتاب کا نزول اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ یعنی یہاں دو باتوں سے خبردار کیا گیا ایک تو یہ کہ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں گھڑی ہے جیسا کہ معاذ اللہ کفار الزام لگاتے تھے بلکہ اس کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہا ہے دوسرے یہ کہ اسے وہ خدا

نازل کر رہا ہے جو زبردست بھی ہے اور حکیم بھی ہے اس کے زبردست ہونے سے یہ بات جتلائی جاتی ہے کہ انسان اس کے فرمان سے سرتابی کی جرأت نہ کرے کیونکہ نافرمانی کر کے وہ اس کی سزا سے کسی طرح بچ نہیں سکتا اور اس کے حکیم ہونے سے یہ جتلایا ہے کہ انسان پورے اطمینان کے ساتھ رضا اور رغبت سے اس کی ہدایت اور احکامات کی پیروی کرے کیونکہ اس کی تعلیم و ہدایت میں کسی غلطی یا نامناسب یا نقصان وغیرہ کا کوئی امکان قطعاً نہیں اس تمہیدی مضمون کے بعد اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں۔ پھر اس کا شکر بجالائیں اور انسان اس کی ذات کو پہچاننا چاہے تو اسی آسمان وزمین کی پیدائش اور ان کے محکم نظام میں غور کر کے جان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ہے جس نے کمال حکمت وخوبی سے انہیں بنایا اور لامحدود قدرت سے ان کی حفاظت کی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسان خود اپنی پیدائش اور بناوٹ اور دوسرے حیوانات کی ساخت میں غور کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا یقین دلانے کے لئے ہزار ہا نشانیاں ملیں گی۔ اسی طرح دن رات کے ادلنے بدلنے اور آسمان سے بارش کے برسنے اور پھر خشک زمین کے سرسبز شاداب ہو جانے میں نشانیاں اس کی قدرت اور معرفت کی موجود ہیں۔ تو انسان اگر ذرا بھی سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہو جائے کہ یہ امور بجز اس زبردست قادر وحکیم کے اور کسی کے بس میں نہیں۔

یہ تو مضمون توحید ہوا آگے مضمون نبوت ورسالت بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ تا کہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو توحید کا سبق ملے۔

یا اللہ ہم کو صحیح ایمان یقین کی دولت نصیب فرما اور اسی پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ٹھیک ٹھیک طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں تو پھر اللہ اور اُس کی آیتوں کے بعد اور کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔ بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کیلئے

اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٧﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

جو جھوٹا ہو نا فرمان ہو۔ جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ اُس کے رُو برو پڑھی جاتی ہیں پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اُس نے ان کو سنا ہی نہیں، سو ایسے شخص

اَلِيْمٍ ﴿٨﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩﴾ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ

کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اُڑاتا ہے، ایسے لوگوں کیلئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب ہے۔

جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠﴾

ان کے آگے جہنم ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا کام آویں گی جو (دنیا میں) کما گئے تھے اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا، اور ان کیلئے بڑا عذاب ہوگا۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾

یہ قرآن سر تا سر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں کو نہیں مانتے ان کیلئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا۔

تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ اللّٰهِ اللہ کے احکام	نَتْلُوْهَا ہم وہ پڑھتے ہیں	عَلَيْكَ آپ پر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	فَبِاَيِّ پس کس	حَدِيْثٍ بات	بَعْدَ اللّٰهِ اللہ کے بعد
وَاٰيٰتِهٖ اور اس کی آیات	يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائیں گے	وَيْلٌ خرابی	لِّكُلِّ اَفَّاكٍ ہر جھوٹ باندھنے والے کیلئے	اَثِيْمٍ گنہگار	يَّسْمَعُ وہ سنتا ہے		
اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	تُتْلٰى عَلَيْهِ پڑھی جاتی ہیں اس پر	ثُمَّ يُصِرُّ پھر اڑا رہتا ہے	مُسْتَكْبِرًا تکبر کرتا ہوا	كَاَنْ گویا کہ	لَّمْ يَسْمَعْهَا اس نے نہیں سنا اسے		
فَبَشِّرْهُ پس اسے خوشخبری دو	بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب کی	وَاِذَا اور جب وہ	عَلِمَ واقف ہو	مِنْ اٰيٰتِنَا ہماری آیات میں سے	شَيْـًٔا کسی شے		
اتَّخَذَهَا وہ اس کو پکڑتا ہے	هُزُوًا ہنسی مذاق	اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ مُّهِيْنٌ عذاب رسوا کرنیوالا	مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ ان کے دوسری طرف (آگے)		
جَهَنَّمُ جہنم	وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ اور نہ کام آیگا ان کے	مَا كَسَبُوْا جو انہوں نے کمایا	شَيْـًٔا کچھ	وَلَا مَا اتَّخَذُوْا اور نہ جو انہوں نے ٹھہرایا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا		
اَوْلِيَاۗءَ کارساز	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عَظِيْمٌ بڑا عذاب	هٰذَا هُدًى یہ (قرآن) ہدایت	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے کفر کیا (نہ مانا)			
	بِاٰيٰتِ آیات کو	رَبِّهِمْ اپنا رب	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ ایک عذاب	مِنْ سے	رِّجْزٍ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	

تفسیر و تشریح: اس سورۃ کی گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے پھر عام انسانوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کریں۔ خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں اور اس کو اپنا منعم حقیقی جان کر اس کا شکر بجالائیں۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ انسان اگر ماننا چاہے تو اسی آسمان و زمین کی پیدائش اور جس محکم نظام میں یہ جکڑے ہوئے ہیں ان پر غور کر کے جان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر انسان اپنی پیدائش اور بناوٹ اور دوسرے چوپائے چرند پرند درند کیڑے مکوڑوں کی خلقت میں غور کرے تو اس میں بھی اللہ کی معرفت کی ہزار ہا نشانیاں ملیں گی اور ہر چیز اسی کی توحید کی شہادت دیتی ہوئی نظر آئے گی۔ پھر فرمایا گیا کہ انسان اس دنیا میں جتنی چیزوں سے کام لیتا ہے اور جو لاتعداد اور ان گنت اشیاء اور قوتیں اس کائنات میں انسان کے مفاد کی خدمت کر رہی

ہیں اور جنہیں قدرت نے انسان کے لئے مسخر کر رکھا ہے یہ سب ایک عقل وفہم رکھنے والے انسان کو بتلا رہی ہیں کہ وہی ایک خدا انسانوں کا محسن اور مربی ہے گذشتہ ابتدائی آیات میں توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا تھا۔ اب آگے مضمون نبوت کا بیان ہے چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو صحیح صحیح طور پر آپ کو پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں جن میں غلطی کا کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ تو یہ منکرین اگر اللہ تعالیٰ کی بات نہیں سنتے اور اس کی آیات کو نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے۔

آگے آیات قرآنی سے انحراف وانکار کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو ضد اور غرور کی وجہ سے اللہ کی بات نہیں سنتا ہے اس کی شیخی اور ہیکڑی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی جہالت سے ہٹے۔ حق کو سن کر اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا سنا ہی نہیں تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ ایسوں کے لئے آخرت میں خدا کے ہاں دکھ کی مار ہے اور عذاب الیم تیار ہے اور ایسوں کا طرز عمل یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جائیں تو اس کو مذاق بنا لے اور ان کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت سزا ہے اور آج جس طرح وہ آیات اللہ کے ساتھ اہانت کا معاملہ کر رہا ہے ایسے ہی اہانت وذلت کی سخت سزا بھی اسے آخرت میں ملے گی۔ جس سے اس کی ساری شیخی کر کری ہو جائے گی۔ وہ دنیا میں کیا بڑا بنا پھرتا ہے۔ آخرت میں انہیں سخت ذلت سے واسطہ پڑے گا۔ چنانچہ ان کے سامنے جہنم ہے اور وہ اس میں عنقریب ذلیل ہو کر داخل ہوں گے ایسے سرکش لوگ آخرت میں بالکل خالی ہاتھ ہوں گے۔ دنیا میں اکٹھا کیا ہوا مال و دولت وہاں کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ معبودان باطلہ جن کو انہوں نے خدا کے سوا اپنا سرپرست اور حامی بنا رکھا ہے کچھ کام آئیں گے انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے اور وجہ اس عذاب کی یہ ہے کہ یہ قرآن سرتا سر ہدایت اور واجب التسلیم ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ اب بھی مان لیں ورنہ جو لوگ اب بھی خدا کی آیات کا انکار کریں ان کے لئے ایک سخت مصیبت کا نہایت تکلیف دہ عذاب ہوگا۔

یہاں ان آیات میں قرآن کے منکرین کی دو قسمیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک قسم تو منکر کی وہ بتلائی گئی کہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر پھر بھی اپنے کفر وانکار پر اڑا رہتا ہے جیسا کہ اس نے آیات اللہ کو سنا ہی نہیں اور تکبر کی وجہ سے ان کی کچھ پروا نہ کی۔ دوسری قسم منکرین کی وہ بتلائی کہ جو آیات اللہ کو سن کر صرف انکار ہی نہیں کرتا بلکہ اس پر تمسخر اور مذاق بھی کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جرم پہلے سے زیادہ سخت ہے اس لئے ایسوں کی سزا بھی زیادہ بتلائی گئی۔ پہلی قسم کے منکرین کے لئے صرف **بعذاب الیم** فرمایا گیا جبکہ دوسری قسم کے منکرین کے لئے **عذاب مھین** اور **من و رآئھم جھنم** اور **عذاب عظیم** فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن یا دین کی بات سن کر پھر نہ سننے کے برابر کر دینا یہ منکرین کی خصلت ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور دین کی باتوں کا مذاق اور تمسخر اڑانا یہ اور بھی زیادہ منکرین کی بدترین خصلت و جرم ہے مگر اب اس وقت کفار و منکرین کا تو کیا ذکر اب تو اسلام کا لیبل لگا کر اور ایمان کے دعوے رکھ کر نہ صرف قرآنی تعلیمات اور احکام الٰہیہ سے انحراف ہے بلکہ غضب در غضب یہ کہ قرآن کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا جا رہا ہے اور دین کی باتوں کا اور دین داروں کا مذاق اور تمسخر اڑانا اور ان پر طعن تشنیع کرنا یہ تو ہمارے وقت کے "ترقی یافتہ روشن خیالوں" کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں ان کی نام نہاد ترقی کے راستہ میں سب سے زیادہ رکاوٹ ڈالنے والی چیز "دین" ہی ہے جس کا نام ان متکبرین نے ملا پن رکھا ہے **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ بہر حال ایسے متکبرین کو بدترین انجام سے سابقہ پڑنا ہے جس کے لئے وہ تیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پرفتن وقت میں ہمارے "دین" کی حفاظت کا سامان غیب سے فرمائیں۔

اب آگے پھر مسئلہ توحید پر دلائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ 4

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

اور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو تمہارے لئے اپنی طرف سے مسخر بنایا، بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کیلئے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں

یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا

آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگذر کریں جو خدا کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مومنوں کو) اُن کے عمل کا صلہ دے۔

یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع کیلئے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اس کا وبال اُسی پر پڑتا ہے، پھر تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اَللّٰهُ اللہ	اَلَّذِیْ وہ جس	سَخَّرَ مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْبَحْرَ دریا	لِتَجْرِیَ تاکہ چلیں	الْفُلْكُ کشتیاں	فِیْهِ اس میں	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے
وَلِتَبْتَغُوْا اور تاکہ تم تلاش کرو	مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے	وَلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ شکر کرو	وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے			
مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	جَمِیْعًا سب	مِنْهُ اپنے حکم سے	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰیٰتٍ نشانیاں
لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	یَّتَفَكَّرُوْنَ غور وفکر کرتے ہیں	قُلْ فرمادیں	لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	یَغْفِرُوْا وہ درگزر کریں			
لِلَّذِیْنَ ان لوگوں سے جو	لَا یَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے	اَیَّامَ اللّٰهِ اللہ کے ایام	لِیَجْزِیَ تاکہ وہ بدلہ دے	قَوْمًا ان لوگوں کو	بِمَا اس کا جو			
كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے (اعمال)	مَنْ جس	عَمِلَ صَالِحًا عمل کیا نیک	فَلِنَفْسِهٖ تو اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جس	اَسَآءَ برا کیا			
فَعَلَیْهَا تو اس پر	ثُمَّ پھر	اِلٰى رَبِّكُمْ تم اپنے رب کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں انسانوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں اور خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں اور اس منعم حقیقی کا شکر بجالائیں۔ پھر منکرین اور مخالفین حق کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو آیات اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور تکبر سے اپنے انکار پر اڑے رہتے ہیں اور دین حق کا تمسخر اور مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کا انجام آخرت میں نہایت دردناک ہو گا اور ان کو جہنم کے عذاب بھگتنے ہوں گے۔

اب آگے پھر مسئلہ توحید پر دلائل بیان ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی بعض نعمتیں جتلاتے ہیں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات دیکھ کر اس پر ایمان لائیں چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے سمندر جیسی مخلوق کو ایسا مسخر کر دیا کہ انسان بے تکلف کشتیاں اور جہاز اس میں لئے پھرتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق میلوں گہرے پانی میں سفر طے کرتے ہیں۔ بڑی بڑی کشتیاں و جہاز مال اور سواریوں سے لدے ہوئے ادھر سے ادھر لے جاتے ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ بحری تجارت کرتے ہیں بلکہ سمندر اور دریا میں مچھلیاں شکار کرتے ہیں اور اس کی تہ سے موتی نکالتے ہیں اور بھی سمندر میں بہت سی نفع بخش چیزیں قدرت نے انسانوں کے لئے پیدا فرمائی ہیں اور اب تو جدید

سائنسی تحقیقات کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ سمندر میں جس قدر معدنی ذخائر اور زمین کی پوشیدہ دولتیں موجود ہیں اتنی خشکی میں نہیں ہیں۔ تو سمندروں سے یہ سب منافع وفوائد حاصل کرتے وقت انسانوں کو چاہے کہ منعم حقیقی کو نہ بھولیں۔ اس کا حق پہچانیں۔ زبان ودل وقلب وقالب سے اس کا شکر ادا کریں اور صرف ایک سمندر ہی پر کیا موقوف ہے جتنی چیزیں آسمان وزمین میں ہیں جیسے چاند۔ سورج۔ ستارے۔ پہاڑ۔ نہریں۔ حجر۔ شجر۔ حیوانات۔ سب اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم و قدرت سے انسانوں کے کام میں لگا دیں کہ وہ تمام چیزوں سے فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ تو انسان اگر غور وفکر کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ زمین سے لے کر آسمان تک کی تمام اشیاء اور قوتیں جو اللہ کی عطیہ ہیں اس کے بس کی نہ تھیں۔ محض اللہ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ جملہ اشیاء انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں تو انسان کو بھی لامحالہ کسی کے کام میں لگنا چاہئے اور وہ کام یہی ہے کہ اپنے منعم حقیقی۔ محسن اور مربی کو پہچانے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگا رہے۔

یہاں تک روئے سخن مشرکین کی طرف تھا جن کی نافرمانی تکبر۔ استہزاوغیرہ کا ذکر ہوا تھا اب آگے مومنوں کو نصیحت فرمائی جاتی ہے۔ کفار مکہ جو اسلام کو جھٹلاتے۔ مسلمانوں سے سختی سے پیش آتے۔ سخت کلام۔ بدگوئی۔ بدمزاجی۔ بدمعاملگی۔ دست درازی کرتے تو آخر اہل ایمان بھی انہیں کے ملک اور انہیں کے قوم کے لوگ تھے۔ کفار کی شرارتوں پر غصہ آتا تھا کہ ان سے لڑ مریں۔ انہیں ماریں یا خود مر جائیں۔ اس لئے اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تلقین عفو و درگذر کر دی گئی کہ وہ صبر وتحمل سے کام لیں۔ منکرین کی سخت باتیں سن کر ٹال دیا کریں اور کفار کی ایذاؤں کو سہار لیں اور مسلمان ان سے بدلہ اور انتقام لینے کی فکر نہ کریں۔ اللہ پر معاملہ چھوڑ دیں۔ وہ ان کی شرارتوں پر کافی سزا اور مومنین کے صبر وتحمل اور عفو ودرگذر کا مناسب صلہ دے گا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں کفار سے جہاد اور ان کی جلاوطنی کے احکام نازل ہوئے۔ لیکن اکثر محقق مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں ایمان والوں کو جو درگذر کرنے کا حکم ہے اس کا جہاد کے حکم سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو عام معاشرت میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا انتقام وبدلہ نہ لینے کی تعلیم ہے جو ہر زمانے کے لئے اہل اسلام کے لئے عام ہے اور اس طرح آج بھی اس کا حکم باقی ہے۔ اور حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس درگذر کے حکم سے جہاد کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ یہاں اس انتقام اور بدلہ سے روکا ہے جس سے اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ نہ ہو بلکہ محض اپنے غیظ وغضب کی تسکین ہو اور اسلامی جہاد میں اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہے گو تبعاً تسکین غیظ بھی حاصل ہو جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بھلے اور نیک کام کا فائدہ اسی نیک کام کرنے والے کو پہنچتا ہے۔ اور بدی کرنے والا خود اپنے حق میں برا بیج بوتا ہے۔ ایک کی برائی دوسرے پر نہیں پڑتی۔ غرض ہر شخص اپنے نفع ونقصان کی فکر کرے جو جیسا عمل کرے گا اس کا نفع ونقصان اسی کی ذات کو پہنچے گا۔ آخر ایک دن قیامت کا آنا ہے جبکہ سب اللہ کے ہاں حاضر ہوں گے وہاں پہنچ کر سب برائی بھلائی سامنے آجائے گی اور ہر ایک اپنے اعمال کی جزا وسزا پالے گا۔

اب آگے بنی اسرائیل کے کچھ حالات سنائے جاتے ہیں تاکہ ان کے حالات وواقعات سے لوگ نصیحت حاصل کریں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکمت اور نبوت دی تھی، اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی تھیں، اور ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی۔

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا

اور ہم نے اُن کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں، سوانہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضدا ضدی کے،

بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِیْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ

آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز ان امور میں (عملی) فیصلہ کرے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص

عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ

طریقہ پر کردیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلیئے۔ یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے، اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا، یہ قرآن عام لوگوں کیلئے دانشمندیوں کا سبب

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین لانے والوں کیلئے بڑی رحمت ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے دی	بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	الْكِتٰبَ کتاب	وَالْحُكْمَ اور حکومت	وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت	وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے عطا کیں انہیں	
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے فضیلت دی انہیں	عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں پر	وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں دیں	بَيِّنٰتٍ واضح نشانیاں		
مِّنَ الْاَمْرِ امر سے (دین کے بارے میں)	فَمَا اخْتَلَفُوْٓا تو انہوں نے اختلاف کیا	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا جَآءَهُمُ جب آگیا ان کے پاس		
الْعِلْمُ علم	بَغْيًا ضد سے	بَيْنَهُمْ آپس کی	اِنَّ رَبَّكَ بیشک تمہارا رب	يَقْضِیْ فیصلہ کرے گا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن
فِيْمَا اس میں	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے	ثُمَّ پھر	جَعَلْنٰكَ ہم نے کردیا آپ کو	عَلٰى شَرِيْعَةٍ شریعت (خاص طریقہ) پر
مِّنَ الْاَمْرِ دین سے۔کے	فَاتَّبِعْهَا تو آپ اس کی پیروی کریں	وَلَا تَتَّبِعْ اور نہ پیروی کریں	اَهْوَآءَ خواہشات	الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو		
لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَنْ يُّغْنُوْا ہرگز کام نہ آئیں گے	عَنْكَ آپ کے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے۔سامنے	شَيْـًٔا کچھ	وَاِنَّ اور بیشک
الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	اَوْلِيَآءُ رفیق (جمع)	بَعْضٍ بعض (دوسرے)	وَاللّٰهُ اور اللہ	وَلِیُّ رفیق	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں
هٰذَا یہ	بَصَآئِرُ دانائی کی باتیں	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَهُدًى اور ہدایت	وَّرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں اور اس کے انعامات واحسانات ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں جن میں غور وفکر کرنے سے ایک عقل وفہم والا انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچان سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کی وحدانیت کو نہیں مانتے۔ اسی سلسلہ میں کفار مکہ کو ان کی ہٹ دھرمی۔ تکبر۔ دین حق سے استہزا اور اصرار علی الکفر پر تنبیہ و

ملامت کی گئی اور انہیں آخرت کے عذاب کی وعید سنائی گئی تھی۔ اور اہل اسلام کو صبر و تحمل تلقین اور اس پر اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی تھی۔

اب آگے انہی کفار مکہ اور مشرکین عرب کو جو کہ قرآن اور اسلام کی دعوت کا مقابلہ کر رہے تھے خبردار کیا جاتا ہے کہ یہ قرآن وہی نعمت لے کر آیا ہے جو کبھی پہلے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی جس کی بدولت بنی اسرائیل کو طرح طرح کی دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرمائی گئی تھیں اور ان کے زمانہ میں انہیں سارے جہان والوں پر فضیلت اور فوقیت بخشی گئی تھی لیکن جب بنی اسرائیل نے اس نعمت کی ناقدری کی اور دین میں اختلاف کر کے اسے کھو دیا اور احکام الٰہیہ سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا ان سے چھین لی اور نبوت و حکمت بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسماعیل میں دے دی گئی۔ اب جو لوگ اپنی جہالت و حماقت سے اس نعمت عظمٰی یعنی قرآنی ہدایت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے روگردانی کر کے اس کو رد کریں گے وہ اپنی ہی تباہی کا سامان کریں گے اور خدا کی تائید و رحمت نصرت و حمایت کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جو اس قرآن کریم کی پیروی قبول کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی روش پر قائم رہیں گے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آسمانی کتاب یعنی توراۃ عطا فرمائی تھی اور حکومت و سلطنت اور حکمت بھی عنایت کی تھیں اور ان میں بکثرت پیغمبر بھی مبعوث فرمائے تھے اور پاکیزہ چیزیں یعنی دنیوی بھی مرحمت کی تھیں حتیٰ کہ من و سلویٰ ان پر اتارا گیا تھا اور اس زمانہ کے سارے انسانوں پر ان کو برتری اور فوقیت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ انہیں نہایت واضح اور مفصل احکام اور کھلے کھلے معجزات عطا کئے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب۔ نبوت۔ حکمت۔ حکومت مال و دولت ملنے کے بعد ہوا پرستی ان پر مسلط ہو گئی اور محض عناد و فساد کے زیر اثر ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔ آپس کی ضد اور نفسانیت سے اصل کتاب کو چھوڑ کر گروہ در گروہ فرقے بن گئے۔ احکام الٰہیہ کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے لگے اور دین میں پھوٹ ڈال کر مختلف گروہ بن گئے جن کا عملی فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا اس وقت حقیقت کھلے گی اور پتہ چلے گا کہ ان کا منشا نفس پروری اور ہوا پرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔ جب بنی اسرائیل نے دنیا میں باہمی فرقہ بندی اور خواہشات کی پیروی کا دروازہ کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنی نعمت چھین لی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اب انسانوں کو دین کا صحیح راستہ دکھلانے اور سمجھانے کے لئے آپ کو نبی بنایا گیا اور دین حق کا راستہ دکھایا گیا تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور آپ کی امت کو چاہئے کہ اس راستہ پر برابر مستقیم رہیں اور کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کا یعنی کفار و مشرکین کی جن میں اہل کتاب بھی شامل ہیں خواہشات اور میلان طبع پر نہ چلیں مثلاً ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ ان کے طعن و تشنیع اور ظلم و تعدی سے تنگ آ کر دعوت و تبلیغ ترک کریں یا مسلمانوں میں ویسا ہی اختلاف و تفریق پڑ جائے جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ ان کی خواہشات کو بالکل پامال کر دیا جائے۔ اور گو آپ سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ احتمال نہیں کہ آپ ان جہلا کی خواہشات پر چلنے لگیں گے مگر اہتمام اور مزید تقویت کے لئے آپ کو پھر اس کا حکم دیا جاتا ہے۔ آگے اس حکم کی علت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آ سکتے پس ان کا اتباع ہرگز نہ ہونے پائے۔

اب غور کیجئے کہ جب یہاں تاکید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع شریعت اسلامیہ کا حکم ہے تو دوسرا کس شمار میں ہے کہ شرع کی مخالفت کرے۔ معلوم ہوا کہ غیروں کے طریقوں پر چل کر دعویٰ کمال ایمان اور اسلام کا کرنا کس قدر لغو اور باطل ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ سارا ناحق شناس گروہ متحد ہے۔ ایک دوسرے کا حامی ہے مگر اللہ تعالیٰ ان کا ساتھی۔ مددگار اور حمایتی ہے جو اس سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے متقین کا حامی و ناصر

ہے اور اس کی حمایت و مدد کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی اجتماعی طاقت کچھ کام نہ دے گی اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ کی رفاقت اور مدد کو حاصل کریں اور اسی کی راہ پر چلیں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم مجموعہ بصیرت و ہدایت ہے۔ تمام انسانوں کو کام کی باتیں اور کامیابی کی راہیں سمجھاتا ہے اور جو خوش قسمت اس کی ہدایات و نصائح پر یقین کر کے عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے حق میں یہ قرآن خصوصی طور پر رحمت و برکت ہے۔

ان آیات کے ماتحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے واقعات کو نقل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے کتاب عنایت کی اور نبوت اعلیٰ سے سرفراز کیا اور واضح احکام اور محکم ضابطے شریعت اسلامیہ کے بتا دیئے اس لئے انہیں نصیحت حاصل کرنی چاہئے اور سبق لینا چاہئے کہ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر نہ چلیں۔ آپس میں دینی اختلاف اور پھوٹ پیدا نہ کریں۔ کتاب الٰہی کو اپنی خواہشات کے سانچے میں نہ ڈھالیں۔ احکام الٰہیہ سے کسی حال میں روگردانی نہ کریں۔ غیر مسلموں کی اتباع اور پیروی ہرگز نہ کریں۔ ان کی تہذیب۔ رسم و رواج۔ تمدن و معاشرت کسی چیز کو اختیار نہ کریں۔ کفار و مشرکین تو باہم متحد اور مددگار ہوں گے لیکن ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو متحد ہو کر اللہ کی نصرت و حمایت کے بھروسہ پر ثابت قدم رہنا چاہئے۔ اب غور کیجئے کہ کیا سبق یہ آیات دیتی ہیں اور کیا حکم یہ اللہ کی کتاب دیتی ہے اپنے ماننے والوں کو اور آج کیا طرز عمل ہے اس پر ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں کا۔ بس اس کی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ سمجھنے والوں کے لئے اس وقت مسلمانوں کی زبوں حالی روز روشن کی طرح عیاں ہے اور نہ سمجھنے والوں کو تو اپنی ہر برائی بھلائی ہی نظر آتی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اس پر فتن زمانہ میں ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ اور اسلام کی جو دولت ہم کو عطا فرمائی ہے اس کے قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

ان آیات میں جو فرمایا گیا **ثم جعلنک علیٰ شریعۃ من الا مر فاتبعھا** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا سو آپ اسی طریقے پر چلیے۔ اس کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ دین اسلام کے کچھ تو اصولی عقائد ہیں مثلاً توحید و آخرت وغیرہ اور کچھ عملی زندگی سے متعلق احکام ہیں۔ جہاں تک اصولی احکام کا تعلق ہے وہ تو ہر نبی کی امت میں یکساں رہے ہیں اور ان میں کبھی ترمیم اور تبدیلی نہیں ہوئی لیکن عملی احکام مختلف انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے بدلتے رہے ہیں۔ آیت مذکورہ میں انہی دوسری قسم کے احکام کو ''دین کے ایک طریقے'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اسی وجہ سے فقہا نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امت محمدیہ کے لئے صرف شریعت محمدی ہی کے احکام واجب العمل ہیں پچھلی امتوں کو جو احکام دیئے گئے تھے وہ ہمارے لئے اس وقت تک واجب العمل نہیں ہیں جب تک قرآن و سنت سے ان کی تائید نہ ہو جائے۔ پھر تائید کی ایک شکل تو یہ ہے کہ قرآن یا حدیث میں صراحتہً یہ فرمایا گیا ہو کہ فلاں نبی کی امت کا یہ حکم ہمارے لئے بھی واجب العمل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی پچھلی امت کا کوئی حکم بطور تحسین و مدح بیان فرمائیں اور اس کے بارہ میں یہ نہ فرمائیں کہ یہ حکم ہمارے زمانہ میں منسوخ ہو گیا ہے۔ اس سے بھی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حکم ہماری شریعت میں بھی جاری ہے۔ یہاں اتنی بات مسئلہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ تفصیلات اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں''۔ (معارف القرآن جلد ہفتم)

آگے منکرین اسلام اور مکذبین آخرت نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد جزا و سزا کچھ نہیں تو ان کے اس خیال باطل اور عقیدہ فاسد کی تردید فرمائی گئی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ

یہ لوگ جو بُرے بُرے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا، کہ ان سب کا جینا اور مرنا

وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

یکساں ہو جاوے، یہ بُرا حکم لگاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا، اور تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

اور اُن پر ذرا ظلم نہ کیا جاوے گا۔ سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے

سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

گمراہ کر دیا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے، کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آجاتی ہے، اور ان لوگوں کے پاس

عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا

اس پر کوئی دلیل نہیں، محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔ اور جس وقت ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے

بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر (جب چاہے گا) تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن

لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

أَمْ حَسِبَ کیا گمان کرتے ہیں	الَّذِينَ وہ جنہوں نے	اجْتَرَحُوا کمائیں (کیں)	السَّيِّئَاتِ برائیاں	أَنْ نَجْعَلَهُمْ کہ ہم کر دیں گے انہیں			
كَالَّذِينَ ان لوگوں کی طرح جو	آمَنُوا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصَّالِحَاتِ اچھے	سَوَاءً برابر	مَحْيَاهُمْ ان کا جینا	وَ اور	مَمَاتُهُمْ ان کا مرنا
سَاءَ برا	مَا يَحْكُمُونَ جو وہ حکم لگاتے ہیں	وَخَلَقَ اور پیدا کیا	اللَّهُ اللہ	السَّمَاوَاتِ آسمانوں	وَ اور	الْأَرْضَ زمین	بِالْحَقِّ حق (حکمت) کے ساتھ
وَلِتُجْزَىٰ اور تا کہ بدلہ دیا جائے	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا اس کا	كَسَبَتْ جو اس نے کمایا (اعمال)	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُونَ ظلم نہ کئے جائیں گے		
أَفَرَأَيْتَ کیا تم نے دیکھا	مَنِ جو۔ جس	اتَّخَذَ بنا لیا	إِلَٰهَهُ اپنا معبود	هَوَاهُ اپنی خواہش	وَأَضَلَّهُ اور گمراہ کر دیا اسے	اللَّهُ اللہ	عَلَىٰ عِلْمٍ علم پر۔ باوجود
وَخَتَمَ اور اس نے مُہر لگا دی	عَلَىٰ سَمْعِهِ اس کے کان	وَقَلْبِهِ اور اس کے دل	وَجَعَلَ اور کر دیا ڈال دیا	عَلَىٰ بَصَرِهِ ان کی آنکھ پر	غِشَاوَةً پردہ		
فَمَنْ تو کون	يَهْدِيهِ اسے ہدایت دے گا	مِنْ بَعْدِ اللَّهِ اللہ کے بعد	أَفَلَا تَذَكَّرُونَ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟	وَقَالُوا اور انہوں نے کہا	مَا هِيَ نہیں یہ		

إِلَّا صرف	حَيَاتُنَا ہماری زندگی	الدُّنْيَا دنیا	نَمُوْتُ ہم مرتے ہیں	وَنَحْيَا اور ہم جیتے ہیں	وَمَا يُهْلِكُنَا اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں	إِلَّا مگر۔صرف			
الدَّهْرُ زمانہ	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ انہیں	بِذٰلِكَ اس کا	مِنْ سے۔کوئی	عِلْمٍ علم	إِنْ نہیں	هُمْ وہ	إِلَّا مگر۔صرف	يَظُنُّوْنَ انکل دوڑاتے ہیں
وَإِذَا اور جب	تُتْلٰى عَلَيْهِمْ پڑھی جاتی ہیں ان پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیات	بَيِّنٰتٍ واضح	مَا كَانَ نہیں ہوتی	حُجَّتَهُمْ ان کی حجت	إِلَّا أَنْ سوایہ کہ			
قَالُوا وہ کہتے ہیں	ائْتُوا تم لے آؤ	بِاٰبَآئِنَا ہمارے باپ دادا کو	إِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلِ فرمادیں	اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ اللہ تمہیں زندگی دیتا ہے			
ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ وہ پھر تمہیں موت دیگا	ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ وہ پھر تمہیں جمع کرے گا	إِلٰى طرف	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کا دن	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں					
	فِيْهِ اس میں	وَلٰكِنَّ اور لیکن	أَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں جب بنی اسرائیل نے دین میں اختلاف پیدا کر کے فرقہ بندی اختیار کی اور گروہ در گروہ ہو گئے اور احکام الٰہیہ کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عطاء نبوت کو چھین لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرما کر دنیا میں بھیجا تا کہ انسانوں کو سیدھا راستہ بتلائیں اور جو کتاب و شریعت آپ کو عطا کی گئی وہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے فکری و عملی راہ نجات بتانے والی اور حق و باطل کا فرق نمایاں کرنے والی ہے مگر اس سے ہدایت وہی لوگ پاتے ہیں جو اس کی صداقت پر یقین لائیں اور انہی کے حق میں یہ رحمت ہے۔

مسئلہ توحید و رسالت کی دعوت کے بعد اب یہاں سے آخرت کے متعلق کلام فرمایا جاتا ہے۔ منکرین آخرت نزول قرآن کے وقت کہتے جیسا کہ اب بھی لامذہب دہریہ و نیچری کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد دوسری کوئی اور زندگی نہیں۔ دین مذہب کی قید۔ جائز۔ ناجائز۔ کی پابندی اور بدکاری۔ نیکوکاری کوئی چیز نہیں۔ نہ آئندہ کسی کی سزا ہے نہ جزا۔ بس زندگی یہی ہے جو چل رہی ہے۔ آئندہ کوئی زندگی ہی نہیں ہے۔ پیدائش اور موت زمانہ کی رفتار کا ایک سلسلہ ہے۔ باپ کے بعد بیٹا آتا ہے۔ پہلے مرتے ہیں دوسرے ان کے جانشین ہوتے ہیں۔ اگر باپ دادا ہزاروں برس گزرنے کے بعد بھی اب تک زندہ نہ ہوئے تو آئندہ کیا زندہ ہوں گے نیک ہو یا بد۔ صالح ہو یا بد معاش۔ کافر ہو یا مومن سب کا انجام مرنے کے بعد برابر ہے۔ منکرین آخرت کے ان خیالات باطلہ کی اس پورے رکوع میں مدلل تردید فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے برائی پر کمر باندھ رکھی ہے اور گناہ سمیٹنے میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ دین کے احکام سے منہ موڑ لیا ہے۔ اللہ اور رسول اور قرآن کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ نیک و بد میں کوئی تمیز نہیں کرتے تو کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ یونہی چھوٹ جائیں گے اور ان کے برے کاموں کی سزا انہیں نہ ملے گی اور ان کا مرنا جینا بھی انہی لوگوں کا سا ہو جائے گا جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے فرمانبردار بن کر رہے اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری۔ جن باتوں کے کرنے کو کہا گیا ان کو کیا اور جن باتوں سے روکے گئے ان سے باز رہے۔ تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور خداوند عالم کی حکمت اور اس کے عدل سے یہ بات بالکل بعید ہے کہ وہ نیک و بد سے ایک جیسا معاملہ کرے۔ منکرین آخرت کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور یہ خیال بالکل مہمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کا مرنا جینا برابر کر دے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص عمر بھر اپنے اوپر دین و مذہب کی پابندیاں عائد کرے۔ جائز۔ ناجائز اور حلال وحرام کے قیود برداشت کرے۔ حق والوں کے حق ادا کرتا رہے ناجائز فائدوں اور لذتوں سے اپنے آپ کو محروم رکھے اور حق وصداقت کی خاطر طرح طرح کے مصائب اور نقصانات برداشت کرتا رہے ہر بات میں خوف خدا رکھتے ہوئے اللہ و رسول کے احکامات کو سامنے رکھے اور دوسرا شخص جو ہر طرح کی قیود سے آزاد ہو جو اپنی خواہشات کو ہر ممکن طریقہ سے پورا کرنے کے درپے رہا ہو۔ جس نے نہ خدا کا حق پہچانا نہ بندوں کے حقوق کو جانا جس طرح ہوا اپنے لئے فائدہ اور لذتیں سمیٹتا رہا تو کیا خدا سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ دونوں قسم کے آدمیوں

کا مرنا جینا یکساں کردے گا اور دونوں کا انجام مرنے کے بعد برابر کردے گا۔اگر ایسا ہوتو خدا کی خدائی میں معاذ اللہ اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہوسکتی ہے الغرض اس کی حکمت اس کو ہرگز مقتضی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ دونوں کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ ظاہر ہوکر رہے اور ہر ایک کی نیکی یا بدی کے آثار یہاں دنیا میں بھی مشاہد ہوں اور ان کا پوری طرح مکمل معائنہ موت کے بعد ہو۔آگے عالم آخرت کے ضروری واقع ہونے پر ایک دوسری دلیل دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ زمین و آسمان یعنی سارا جہان محض کھیل کے طور پر بے کار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ نہایت حکمت سے کسی خاص مقصد کے لئے بنایا ہے اور ضرور ہے کہ ایک دن اس کارخانہ ہستی کا کوئی عظیم الشان نتیجہ نکلے اور اسی کو آخرت کہتے ہیں جہاں ہر ایک کو اس کی کمائی کا پھل ملے گا اور جو دنیا میں بویا تھا وہی آخرت میں کاٹنا پڑے گا اور وہاں اس بدلہ میں ذرا ظلم نہ کیا جائے گا کہ کسی نیک انسان کو اس کی نیکی کا اجر نہ ملے۔یا حق سے کم اجر دیا جائے یا ظالم کو سزا نہ دی جائے۔ایسا ظلم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز نہ ہوگا۔اب اتنے بلیغ بیانات کے بعد بھی اگر کوئی شخص آخرت کا قائل نہ ہو اور اس پر یقین نہ لائے اور اس کا منکر ہی رہے تو ایسے شخص کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ اس نے خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا ہے۔جس چیز کی نفس نے خواہش کی اس کا ارتکاب کر گذرا۔نہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حرام جانا۔نہ اس کے حلال کیے ہوئے کو حلال سمجھا۔بس اپنے خواہش نفس کا فرمانبردار ہے۔جدھر اس کا نفس اسے بلاتا ہے اسی طرف وہ چلا جاتا ہے۔تو ایسا بدبخت جو محض خواہش نفس کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرالے اور جدھر اس کی خواہش لے چلے ادھر ہی چل پڑے اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اس کے پاس یہی خواہش رہ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے پھر اس کی حالت یہ ہوجاتی ہے کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں۔نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے۔نہ آنکھ سے حق کی روشنی نظر آتی ہے۔ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر چھوڑے تو اس کے بعد کونسی طاقت ہے جو اسے راہ راست پر لے آئے۔اب آگے ان منکرین آخرت کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں اور پھر ان کا رد فرمایا جاتا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین آخرت یوں کہتے ہیں ۔کہ اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں۔بس یہی ایک جہان ہے جس میں ہمارا مرنا اور جینا ہے۔ایک وقت آتا ہے کہ آدمی پیدا ہوتا ہے۔پھر معین وقت تک اس دنیا میں زندہ رہتا ہے۔آخر زمانہ کا چکر اسے ختم کردیتا ہے۔یہی سلسلہ موت و حیات دنیا میں چلتا رہتا ہے۔آگے کچھ نہیں منکرین آخرت کے ان اقوال کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ بک رہے ہیں اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز وہم و خیال کے وہ کوئی سند اپنے قول پر پیش نہیں کرسکتے۔ ان کے پاس کوئی ذریعہ علم ایسا نہیں ہے جس سے ان کو تحقیق یہ معلوم ہوگیا ہو کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں۔یہ محض ان کا اٹکل پچو گمان ہے۔پھر آگے ان بے علموں منکرین قیامت و آخرت کی کٹ حجتی بیان ہوتی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ زندہ کیے جانے کی بالکل واضح اور صاف دلیل جب ان کو دی جاتی ہیں اور قرآن کی آیات سنائی جاتی ہیں اور قائل معقول کردیا جاتا ہے تو چونکہ کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو کہتے ہیں کہ ہم کسی دلیل کو نہیں مانیں گے اگر مسلمان اپنے دعوے میں سچے ہیں کہ مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کرکے دکھلا دو۔تب ہم تسلیم کریں گے کہ بے شک موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے۔تو اس کے جواب میں بتلایا جاتا ہے کہ تم اپنا پیدا کیا جانا اور مرجانا تو اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہو کہ تم کچھ نہ تھے اور اس نے تمہیں موجود کردیا۔ پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے۔تو جو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہوگا؟ بلکہ عقلاً یہ بات بداہت کے ساتھ ثابت ہے کہ جو شروع شروع کسی چیز کو بنادے اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت ہی آسان ہوتا ہے پس وہ تمہیں قیامت کے دن کہ جس کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں زندہ کرکے جمع کرے گا۔تو تم اپنی بے علمی کی بنا پر قیامت و آخرت کا انکار نہ کرو۔تم گو اسے دور جان رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے اور تم گو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے

اب یہاں جو یہ فرمایا گیا من اتخذ الٰھہ ھوٰہ یعنی وہ شخص جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدایا معبود بنا لیا تو اس کے متعلق حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی کافر بھی اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا خدایا معبود نہیں کہتا مگر قرآن کریم نے یہاں یہ بتلایا کہ عبادت درحقیقت اطاعت کا نام ہے۔ جو شخص خدا کی اطاعت کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کرے وہ ہی اس کا معبود کہلائے گا۔ جس شخص کو حلال وحرام اور جائز ناجائز کی پروا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے جس کو حرام کہا ہے وہ اس میں خدا کا حکم ماننے کی بجائے اپنے نفس کی پیروی کرے تو گو وہ اپنے نفس کو زبان سے اپنا معبود نہ کہے مگر حقیقۃً وہی اس کا معبود ہوا......

حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ زیر آسمان دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک ہوائی ہے یعنی خواہش نفسانی۔ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانشمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور مابعد الموت کے واسطے عمل کرے اور فاجر وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہش کے پیچھے چھوڑ دے اور اس کے باوجود اللہ سے آخرت کی بھلائی کی تمنا کرتا رہے۔

اور حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ نے فرمایا کہ تمہاری بیماری تمہاری نفسانی خواہشات ہیں۔ ہاں اگر تم ان کی مخالفت کرو تو یہ بیماری ہی تمہاری دوا بھی ہے۔ (معارف القرآن جلد ہفتم)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے چلنے سے کامل طور پر بچائیں۔ اور شریعت اسلامیہ کا ظاہراً و باطناً اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے ان منکرین آخرت کو جو قیامت میں واقعات پیش آئیں گے اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت وآخرت کا ایسا یقین نصیب فرمائیں کہ ہم اس زندگی میں ہمہ وقت اس کی تیاری میں لگے رہیں۔

یا اللہ ہمیں آخرت کی طرف سے غفلت میں رہنے سے بچائیے۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور خواہشات نفسانی کے اتباع سے ہم کو بچائیے۔

یا اللہ ایمان کے ساتھ ہم کو ان اعمال صالحہ کی بھی اس زندگی میں توفیق عطا فرمائیے جو آپ کی رضا کا باعث ہوں اور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت اور نجات کا سبب ہوں۔ یا اللہ اس وقت امت مسلمہ میں سب سے بڑا مرض یہی پیدا ہو چلا ہے کہ ہم خواہشات نفس کے پیرو ہوتے جارہے ہیں۔ دین وشریعت کی قیود جائز وناجائز کی پابندی سے آزاد ہوتے جارہے ہیں جس کے نتیجہ میں فسق وفجور اور ممنوعات اور مکروہات کے سیلاب میں بہتے جارہے ہیں۔

یا اللہ! اس امت مسلمہ پر رحم وکرم فرمادے اور ان کی ہدایت واصلاح کے سامان غیب سے فرمادے۔ دین کی عظمت عطا فرما دے۔ اپنا اطاعت گذار اور فرمانبردار بندہ بنالے اور دین ودنیا کی تباہی وبربادی سے بچالے۔

یا اللہ آپ ہی کی ہدایت بخشنے سے ہم ہدایت پاسکتے ہیں اس لئے آپ ہی سے ہدایت کے طالب اور فریادی ہیں۔

یا اللہ! صراط مستقیم کی ہدایت ہم کو نصیب فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۲۷ وَتَرٰى

اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے۔ اور (اس روز)

كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸ هٰذَا كِتٰبُنَا

آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے، ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال (کے حساب) کی طرف بلایا جائے گا، آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا۔ یہ (نامۂ اعمال)

يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۹ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے، اور ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے۔ سو جو لوگ ایمان لائے تھے

الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝۳۰

اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے تو اُن کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا، اور یہ صریح کامیابی ہے۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَيَوْمَ اور جس دن	تَقُوْمُ قائم ہوگی	السَّاعَةُ قیامت	يَوْمَئِذٍ اس دن
يَّخْسَرُ خسارہ پائیں گے	الْمُبْطِلُوْنَ باطل پرست	وَتَرٰى اور تم دیکھو گے	كُلَّ اُمَّةٍ ہر امت	جَاثِيَةً گھٹنوں کے بل گرے ہوئے	كُلُّ ہر	
اُمَّةٍ امت	تُدْعٰٓى پکاری جائے گی	اِلٰى كِتٰبِهَا اپنی کتاب (نامۂ اعمال) کی طرف	اَلْيَوْمَ آج	تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جائے گا	مَا جو	
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	هٰذَا كِتٰبُنَا یہ ہماری کتاب (تحریر)	يَنْطِقُ بولتی ہے	عَلَيْكُمْ تم پر (تمہارے متعلق)	بِالْحَقِّ حق کیساتھ	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم	
نَسْتَنْسِخُ لکھاتے تھے	مَا جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	فَاَمَّا الَّذِيْنَ پس جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے نیک	
فَيُدْخِلُهُمْ تو وہ داخل کریگا انہیں	رَبُّهُمْ ان کا رب	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ (یہی)	الْفَوْزُ کامیابی	الْمُبِيْنُ کھلی

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین آخرت کا ذکر فرمایا گیا تھا جو یہ کہتے تھے کہ زندگی صرف دنیوی زندگی ہی ہے۔ ہم صرف زمانہ کے اثر سے مرتے جیتے رہتے ہیں۔ اس کی تردید میں فرمایا گیا تھا کہ ان منکرین کو کوئی صحیح علم نہیں جو کسی حجت یا دلیل پر مبنی ہو بلکہ وہ محض ایک خیال باطل پکار رہے ہیں اور ان کے اس مطالبہ کے جواب میں کہ اگر واقعی قیامت ہونی ہے اور آخرت آنی ہے اور سب مرے ہوؤں کو زندہ ہونا ہے تو ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں ان کو زندہ کر کے ہمارے پاس لاؤ تو ہمیں یقین آئے کہ قیامت میں پھر مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اس کے جواب میں منکرین آخرت سے کہا گیا تھا کہ نادانو! زمانہ کیا چیز ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ ہمیں صرف زمانہ مارتا ہے۔ تم کو اللہ ہی پیدا کرتا ہے اور وہی تمہیں موت دیتا ہے اور اس کے بعد جس طرح اس نے پہلی بار پیدا کیا تھا یونہی دوبارہ زندہ کر کے تم کو قیامت کے دن جمع کیا جاوے گا جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اب آگے اس کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ سب کو قیامت کے دن جمع کرلے گا ان آیات میں فرمایا جاتا ہے وللہ ملک السموٰت والارض اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں سارے جہان کی حکومت اسی کی ہے۔ اسی کے قبضہ میں آسمان وزمین ان کی تخلیق وانتظام ہے۔ وہ جو چاہے تصرف کرے اس لئے اس کو قیامت کے قائم کرنے اور سب انسانوں کو زندہ کر کے جمع کرنے پر پوری قدرت ہے۔ آگے قیامت کے بعض واقعات کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل اور تکذیب کرنے والے سراسر گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے زعم کی بنا پر اس دن کے لئے کوئی تیاری ہی نہ کی ہوگی اور محاسبہ

کے وقت ان کے پاس کچھ بھی نہ نکلے گا بجز برائیوں کے دنیا کی زندگی میں جن افکار اور اعمال کی انہوں نے خرید وفروخت کی تھی اس کا خسران اور دیوالیہ پن قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گا۔ دنیا میں جنہوں نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی اور اللہ کی کتاب کے حکموں پر عمل نہ کیا وہ قیامت میں سخت نقصان میں رہیں گے ایسے لوگوں کی ساری ٹولیاں اور گروہ قیامت کے دن خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ پھر ہر گروہ کے ہر شخص کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا تا کہ وہ اس کو پڑھ کر اپنے اعمال کے متعلق جواب دہی کرے اور جب وہ آ جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ آج تم کو ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو دنیا میں کئے تھے اور دیکھو ہماری یہ کتاب یعنی فرشتوں کی لکھی ہوئی تحریر اعمال سچی سچی سرگذشت بیان کردے گی۔ تمہارا چھوٹا بڑا ہر کام اس میں درج ہے۔ یہ تمہارے کاموں کا بھی کھاتہ ہے اور تمہارے کرتوتوں کا کچا چٹھا ہے جو ہمارے حکم سے ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتوں نے لکھا ہے۔ اس میں ذرا کمی بیشی نہیں۔

یہ ٹھیک ٹھیک وہی بتاتا ہے جو تم نے دنیا میں کیا۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر شخص کو بلایا جاوے گا اور دائیں بائیں ہاتھ میں ہر ایک کے اعمال کے موافق نامہ اعمال دیا جائے گا۔ جس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا چہرہ نورانی ہوگا اور جس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کے چہرہ پر سیاہی چھا جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا نامہ اعمال ہم کو داہنے میں ملنا نصیب فرمائیں۔

یہاں جو آیت میں یہ فرمایا گیا **انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون**۔ ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے تھے احادیث کی روایات میں آتا ہے کہ انسان کے اعمال کئی دفعہ لکھے گئے ہیں سب سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے تو لوح محفوظ میں قلم نے اللہ کے حکم سے تمام دنیا کے موجودات کے ساتھ ہر انسان کے عمل لکھے۔ اور اس عمل کے لکھنے میں فرشتوں کا کچھ دخل نہیں ہے۔

پھر جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ہر بچہ کی عمر بھر کے عمل فرشتہ لکھتا ہے پھر شب قدر میں سال بھر تک کے ہر شخص کے عمل لوح محفوظ سے فرشتے نقل کر لیتے ہیں۔ کراماً کاتبین زمین پر سے ہر شخص کے جو عمل لکھ کر روزانہ آسمان پر لے جاتے ہیں اس سے وہ فرشتے لوح محفوظ سے سال بھر کے عمل کی نقل جو لے کر رکھ لیتے ہیں اس کے ساتھ ہر اٹھواڑے میں مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ لکھوانے کی صورت صرف یہی ایک ممکن صورت نہیں کہ کاغذ پر سیاہی سے لکھ دیا جائے انسانی اقوال وافعال کو ثبت کرنے اور دوبارہ ان کو بعینہ اسی شکل میں پیش کردینے کی متعدد دوسری صورتیں اسی دنیا میں خود انسان دریافت کر چکا ہے جس کی مثالیں ریڈیو۔ ٹیپ رکارڈنگ۔ گراموفون۔ ٹیلی ویژن وغیرہ ہیں۔ اور ابھی نہ معلوم آئندہ اس قسم کی اور کیا ایجادات دنیا والوں کے سامنے آجائیں۔ یہ کون جان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح انسان کی ایک ایک بات۔ اور اس کی حرکات وسکنات میں سے ایک ایک چیز اور اس کی نیت اور ارادہ اور خواہشات وخیالات میں سے ہر مخفی سے مخفی شے کو ثبت کرا رہے ہیں اور کس طرح وہ ہر انسان کا پورا کارنامہ زندگی بے کم وکاست اس کے سامنے میدان قیامت میں لا رکھیں گے اب اس اعمال نامہ کی تحریر اور سچی سرگذشت سے جو نتیجہ برآمد ہوگا آگے اس کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے مقر تھے۔ اس کے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔ اس کی کتابوں کو سچا جان کر اس کے مطابق عمل کیا تھا۔ احکام الٰہیہ کے مطابق اپنی زندگی دنیا میں بسر کی تھی۔ رسول کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلے تھے تو انہیں قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور یہی وہ سب سے بڑی کامیابی وکامرانی ہے جسے انسان حاصل کرسکتا ہے۔

یہاں آیت فاما الذین امنو اوعملوا الصلحت فیدخلھم ربھم فی رحمتہ ذلک ھو الفوز المبین میں آخرت میں اللہ کی رحمت میں داخل ہونے اور صریح کامیابی حاصل کرنے کی جو بشارت دی گئی ہے اور وعدہ فرمایا گیا ہے وہ قرآن پاک کی متعدد دوسری آیات کے موافق ایمان اور عمل صالح دونوں کے مجموعہ پر ہے۔ اب یہاں ایمان اور عمل صالح کے تعلق کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ حدیث میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنے کا نام ہے (ترجمان السنۃ جلد اول صفحہ ۴۹۴) اس حدیث اور دوسری متعدد احادیث کی روشنی میں ائمہ اہل سنت والجماعت نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ جب تک اقرار وتصدیق کے ساتھ التزام طاعت اور انقیاد قلبی نہ ہو ایمان حاصل نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق نہیں ہے بلکہ انقیاد قلبی اور التزام طاعت بھی اس کا جزو اہم ہے۔ اگر ایک شخص صرف تصدیق رکھتا ہے مگر عہد وفاداری نہیں کرتا وہ مومن نہیں کہلا سکتا اور اسی طرح اگر فرمانبرداری کے لئے تو آمادہ ہے مگر قلب وزبان سے تصدیق کے لئے آمادہ نہیں تو وہ بھی مومن نہیں ہے۔ پس ایمان صرف اس صورت کا نام ہے کہ قلب اور زبان تصدیق سے مزین ہوں اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کا عزم بھی مصمم ہو۔ شرعی تصدیق اسی کا نام ہے۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۴۷۶)

شیخ الحدیث مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ترجمان السنۃ میں اسی ایمان کی تشریح وتوضیح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ”فرض کرو ایک شخص دربار نبوت میں حاضر ہوتا ہے اور تصدیق کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نہ آپ کے احکام بجالاؤں گا۔ نہ جس چیز سے آپ منع فرمائیں گے باز رہوں گا۔ نہ فرائض خمسہ ادا کروں گا۔ ہاں شراب پیوں گا۔ چوری۔ زنا۔ نکاح محارم کروں گا۔ غرض جو نا کرنی ہے وہ سب کچھ کروں گا۔ کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ محض لغوی تصدیق کے بعد رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لئے ایمان کا پروانہ تحریر فرمادیں گے۔ اس کی شفاعت کا وعدہ فرمالیں گے۔ جہنم سے نجات ابدی کی بشارت سنا دیں گے۔ یا یہی جواب دیں گے کہ تو صرف کافر نہیں بلکہ بدترین کافر ہے۔ تیرا یہ ایمان۔ ایمان نہیں۔ استہزا ہے۔ یہ تصدیق نہیں بلکہ تکذیب کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اور اگر یہ بھی ایمان ہے تو پھر ابلیس کے ایمان میں کیا کسر تھی جس نے صرف ایک ہی سجدہ کا انکار کیا تھا۔ پھر قرآن کریم نے کیوں اس کو کافروں میں شمار کرلیا ہے۔ اور فرمایا استکبر و کان من الکفرین۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۴۷۷)

الغرض ایمان جس پر دین کی تمام بنیاد قائم ہے کوئی معمولی متاع نہیں۔ کوئی شخص صرف ایک بار کلمہ طیبہ پڑھ لینے سے خواہ وہ عذاب الٰہی کی دائمی اور ابدی گرفت سے نجات پانے کا مستحق ہو جائے لیکن ”مومن“ کے معزز خطاب کا اس وقت تک مستحق نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی نظری اور عملی دونوں قوتیں کامل نہ ہو جائیں یعنی وہ دین اسلام کے عقائد اور اعمال کا پورے طور پر پابند نہ ہو جائے۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۵۰۶)

اللہ پاک ہمیں ایمان کامل وعمل صالح کی دولت سے دنیا میں مالا مال فرمائیں کہ جو ہم آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جائیں۔ آمین۔

الغرض دنیا میں ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں سے آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کا وعدہ فرمایا گیا۔ اور جو لوگ کافر اور منکرین آخرت ہوں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ آخرت میں ہوگا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿۳۱﴾

اور جو لوگ کافر تھے (ان سے کہا جاوے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں سو تم نے تکبر کیا تھا اور تم بڑے مجرم تھے۔

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِن

اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے، تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے،

نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا

محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو یقین نہیں۔ اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام بُرے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے

بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۳۳﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَ

وہ اُن کو آ گھیرے گا۔ اور (اُن سے) کہا جاوے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے

مَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿۳۴﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ یہ (سزا) اس وجہ سے ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، سو آج

لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۳۵﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ

نہ تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جاویں گے اور نہ ان سے خدا (کی خفگی) کا تدارک چاہا جاوے گا۔ سو تمام خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا پروردگار

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۷﴾

تمام عالم کا۔ اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں و زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

وَأَمَّا الَّذِينَ اور وہ لوگ جنہوں نے	كَفَرُوا کفر کیا	أَفَلَمْ تَكُنْ سو کیا نہ تھیں	آيَاتِي میری آیات	تُتْلَىٰ پڑھی جاتیں	عَلَيْكُمْ تم پر		
فَاسْتَكْبَرْتُمْ تو تم نے تکبر کیا	وَكُنتُمْ اور تم تھے	قَوْمًا لوگ	مُجْرِمِينَ مجرم (جمع)	وَإِذَا اور جب	قِيلَ إِنَّ کہا جاتا تھا بیشک	وَعْدَ اللَّهِ اللہ کا وعدہ	
حَقٌّ حق	وَالسَّاعَةُ اور قیامت	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيهَا اس میں	قُلْتُمْ تم نے کہا	مَا نَدْرِي ہم نہیں جانتے	مَا السَّاعَةُ کیا ہے قیامت	
إِن نَّظُنُّ نہیں ہم گمان کرتے	إِلَّا مگر۔صرف	ظَنًّا تو ہم جیسا	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُسْتَيْقِنِينَ یقین کرنے والے	وَبَدَا اور کھل گئیں	
لَهُمْ ان پر	سَيِّئَاتُ برائیاں	مَا عَمِلُوا جو انہوں نے کیا (اعمال)	وَحَاقَ اور گھیرلیا	بِهِم انہیں	مَا كَانُوا جسکا وہ تھے	بِهِ اس کا	يَسْتَهْزِئُونَ وہ مذاق اڑاتے
وَقِيلَ اور کہا جائے گا	الْيَوْمَ آج	نَنسَاكُمْ ہم نے بھلا دیا تمہیں	كَمَا جیسے	نَسِيتُمْ تم نے بھلا دیا	لِقَاءَ ملنا	يَوْمِكُمْ اپنے دن	هَٰذَا اس
وَ اور	مَأْوَاكُمُ تمہارا ٹھکانا	النَّارُ جہنم	وَمَا لَكُم اور نہیں تمہارے لئے	مِّن نَّاصِرِينَ کوئی مددگار (جمع)	ذَٰلِكُم یہ	بِأَنَّكُمُ اس لئے کہ تم	
اتَّخَذْتُمْ تم نے بنالیا	آيَاتِ اللَّهِ اللہ کی آیات	هُزُوًا ایک مذاق	وَغَرَّتْكُمُ اور فریب دیا تمہیں	الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	فَالْيَوْمَ سو آج		
لَا يُخْرَجُونَ وہ نہ نکالے جائیں گے	مِنْهَا اس سے	وَلَا هُمْ اور نہ انہیں	يُسْتَعْتَبُونَ رضامندی حاصل کرنیکا موقع دیا جائیگا	فَلِلَّهِ پس اللہ کیلئے			

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	رَبِّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب	وَرَبِّ الْاَرْضِ اور زمین کا رب	رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کا رب	وَلَهُ اور اس کیلئے	
الْكِبْرِيَآءُ کبریائی	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا

تفسیر وتشریح

یہ سورہ جاثیہ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔گذشتہ آیات میں بتلایا گیا کہ جب قیامت بپا ہوگی تو اس روز اہل باطل اور تکذیب کرنے والے سراسر گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے جب حساب کتاب کے لئے بلائے جائیں گے اور ان کے اعمال سامنے رکھے جائیں گے تو بارگاہ خداوندی سے حکم صادر ہوگا کہ آج تم کو تمہارے دنیا میں کئے ہوئے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا اور یہ اعمال نامہ یعنی فرشتوں کی لکھی ہوئی تحریر سچی سچی سرگذشت بیان کردے گی۔پھر حساب فہمی کا نتیجہ بیان فرمایا گیا تھا کہ دنیا میں جو ایمان لائے تھے اور عمل صالح کئے تھے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے لے گا اور مقام قرب اور رضا الٰہی یعنی جنت میں داخل فرمائے گا اور یہی انسان کے لئے سب سے بڑھ کر اور زبردست کامیابی ہے۔ یہ تو معاملہ قیامت میں ہوگا نیکوکار مومنوں کے ساتھ اب آگے جو معاملہ کفار و منکرین کے ساتھ ہوگا وہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کی وحدانیت کا انکار کیا۔اس کے رسولوں کی تکذیب کی۔اس کی کتابوں کو جھٹلایا اور ان سے منہ موڑا۔ جنہوں نے دین مذہب کے قیود سے آزاد ہو کر من مانی زندگی گذاری۔ دنیا کی لذات و شہوات کے پیچھے پڑے رہے اور آخرت کی زندگی کا انکار کیا۔اور اللہ کے سامنے پیش ہونے کو فراموش کر دیا اور احکام الٰہیہ کی توہین کی اور دین کی باتوں کا مذاق اڑایا اور دنیا کی زندگی پر ریجھے رہے ان سے قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں یعنی یقیناً پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں سنائی جاتی تھیں مگر تم نے نہ مانا۔تم نے تو سرکشی کی اور غرور سے انکار کیا۔تم نے اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھا اور احکام الٰہیہ کے آگے گردن جھکانے کو تمہارا جی نہ چاہا۔تم نے آسمانی کتاب کی اتباع نہ کی بلکہ اس سے منہ پھیرے رہے۔تم نے ظاہراً بھی اپنے افعال میں اس کی نافرمانی کی اور گناہوں پر دلیری کرتے چلے گئے اور باطناً بھی تم اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکذیب لئے ہوئے تھے۔تم تھے ہی بڑے مجرم اور جب اللہ کے رسول اور اس کے ایماندار بندے تم سے کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ۔ وہ ضرور بالضرور قائم ہوگی۔تو تم پلٹ کر جواب دے دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کسے کہتے ہیں؟ یہ محض ایک فرضی اور گھڑی ہوئی بات ہے ۔ہمیں تو یقین نہیں کہ قیامت آئے ہی گی ۔ بھلا ہم ایسی زبانی باتوں کا کیسے یقین کرلیں۔ کفار مکہ عموماً تو قیامت کا بالکل انکار ہی کرتے تھے اور زندگی صرف دنیوی زندگی کو کہتے تھے جیسا کہ گذشتہ آیات میں ظاہر فرمایا گیا لیکن بعض کو کچھ شبہ اور شک و تردد بھی پیدا ہو گیا تھا کہ شاید یہ عالم فنا ہی ہو جائے تو ایسے منکرین کا ذکر یہاں ان آیات میں فرمایا گیا کہ جنہیں کہنے سننے سے کچھ ضعیف سا امکان اور دھندلا سا وہم گمان کبھی قیامت کا آجاتا تو بظاہر گو ان دونوں قسم کے منکرین میں فرق نظر آتا ہے کہ ایک تو قیامت اور آخرت کا قطعی اور کھلا انکار کرنے والے تھے دوسرے جو وہم کی حد تک قیامت کے امکان کا گمان تو رکھتے مگر یقین کے درجہ میں نہیں۔لیکن نتیجہ اور انجام کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ قیامت اور آخرت پر ایمان یقین کے درجہ میں مطلوب ہے۔ کیونکہ صرف آخرت کا یقین ہی دنیا میں انسان کے رویہ کو درست رکھ سکتا ہے۔جس کا جتنا پختہ یقین آخرت و قیامت پر ہو

گا اسی قدر اس کو وہاں کی فکر دامن گیر ہوگی۔ اور جس کا جتنا کمزور اور ضعیف یقین ہوگا اتنا ہی وہ آخرت سے لاپروا اور غافل ہوگا۔ غرضکہ جب قیامت آئے گی تو ان منکرین کی تمام بدکاریاں اور ان کے نتائج سامنے آجائیں گے اور اپنی آنکھوں سے اپنے دنیا کے کرتوتوں کا بدلہ دیکھ لیں گے اور جس عذاب کے دنیا میں انکاری تھے۔ اور جسے مذاق میں اڑاتے تھے اور جس کا ہونا ناممکن سمجھ رہے تھے وہی ان پر آپڑے گا اور انہیں چہار طرف سے گھیر لے گا اور ان کو ہر قسم کی بھلائی سے مایوس کرنے کے لئے ارشاد خداوندی ہوگا کہ دنیا میں تم نے آج کے دن کو یاد نہ رکھا تھا اور ہمارے سامنے پیشی اور ملاقات کو بھلا رکھا تھا اس لئے آج ہم تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ کریں گے جیسے کوئی کسی کو بھول جاتا ہے آج ہم تم کو مہربانی سے یاد نہ کریں گے اور ہمیشہ کے لئے عذاب میں پڑا چھوڑ دیں گے جیسے تم نے اپنے کو دنیا کے مزوں میں پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔ اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے۔ تو اس عتاب آمیز کلام میں جس سے منکرین کے لئے ابدی مایوسی ٹپکتی ہے تین باتیں فرمائی گئیں:۔

ایک **الیوم ننسکم** آج ہم تم کو بھول جائیں گے یعنی بمنزلہ بھولے ہوئے کر دیں گے۔

دوسرے **و ماوٰکم النار** اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تیسرے **و ما لکم من نصرین**۔ تمہارا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا کہ تم کو اس عذاب سے چھڑائے۔

اس کے بعد ان کے وہ جرم بھی بیان ہوتے ہیں جس پر ان کو یہ سزا آخرت میں دی جائے گی:۔

پہلا جرم یہ کہ تم نے اللہ کی آیات کو سنا اور سن کر ہنسی میں اڑا دیا۔ دین حق کا انکار کیا اور پھر اس انکار پر اصرار کیا۔

دوسرے یہ کہ تم دنیا کی ظاہری چہل پہل اور رونق پر ریجھ گئے اور اس کی بہکانے والی ٹیپ ٹاپ پر لٹو ہو گئے۔ جب دنیا میں ایسے ڈوبے کہ آخرت سے مطلقاً غافل ہو گئے۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ اس جہان فانی کی زیب و زینت اور لذات و شہوات پر ایسا مبتلا ہونا کہ انہی کو باقی سمجھ لینا اور ان کے مقابلہ میں عالم آخرت کی پروا تو کیا اس سے منکر ہو جانا۔ یہی دنیا کا دھوکہ ہے جس میں لاکھوں مبتلا ہیں۔ بوڑھے ہو گئے ہیں سفر در پیش ہے اور ایسا سفر کہ جو پھر کر کبھی واپس نہیں آنا مگر دنیاوی مال و جاہ اور اس کے فراہم کرنے میں ایسے مدہوش ہیں کہ آگے کی کچھ خبر نہ رہی۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ تم کو حیات دنیا نے فریب اور دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ آگے اس کا انجام سنایا جاتا ہے کہ نہ ان کو کبھی جہنم سے چھٹکارا نصیب ہوگا اور نہ یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو دور کر سکیں۔ عذر معذرت کے قبول کرنے کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

اخیر میں سورۃ کو حمد باری تعالیٰ پر تمام فرمایا جاتا ہے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین یعنی تمام جہانوں کا خالق اور پرورش کرنے والا ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے عزت اور بڑائی ہے کیونکہ وہی سب سے بڑا۔ سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے کہ دنیا اور آخرت کی زندگی اپنی حکمت سے مقرر کی ہے۔ یہاں خاتمہ پر جو حمد باری بیان فرمائی گئی اس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اسی رب کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے احسانات اور انعامات کی دنیا میں قدر کرے۔ اس کی ہدایات اور احکام پر چلے۔ سب کو چھوڑ کر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کرے اور اس کی بزرگی اور عظمت کے سامنے ہمیشہ باختیار خود مطیع و فرمانبردار رہے اور کبھی نافرمانی اور سرکشی کا خیال بھول کر دل میں نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسا ہی بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہاں ان آیات میں کفار و منکرین قیامت و حشر نشر کا ذکر فرمایا

گیا ہے اور دنیا میں آخرت کو بھلانے اور انکار کرنے کی سزا سنائی گئی ہے۔ اہل ایمان اور اہل اسلام کا ان آیات وعید سے بظاہر کوئی تعلق نہیں مگر یہاں منکرین آخرت کو عذاب جہنم بھگتنے کی جو دو وجوہات بیان کی گئی ہیں وہ اہل اسلام کے لئے بھی قابل غور ہیں:۔

ایک تو یہ فرمائی بانکم اتخذتم ایت الله هزوا کہ تم نے خداتعالیٰ کی آیات کی ہنسی اڑائی تھی۔

اور دوسری وجہ یہ فرمائی و غرتکم الحیوٰۃ الدنیا اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ کیا آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں مدعیان اسلام ان دونوں وجوہ سے بالکل مبرا ومنزہ ہیں؟ اگر نہیں تو خوف کرنے کی بات ہے کہ میدان حشر میں کہیں یہ خطاب الیوم ننسکم کما نسیتم لقاء یومکم هذا نہ سننا پڑے یعنی باری تعالیٰ کا ارشاد کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس ہے کہ آج کتنے ہی مدعیان اسلام ہیں کہ جنہوں نے آخرت کے معاملہ میں اپنا مسلک یہ بنا رکھا ہے کہ

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت اور لاپروائی کو دور فرمائیں۔ اور ہمیں اپنے ذاکر و شاغل بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ جاثیۃ کا بیان ختم ہوا۔ اور ساتھ ہی بفضلہ تعالیٰ ۲۵ ویں پارہ کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد ۲۶ ویں پارہ سے سورہ احقاف کا بیان آئندہ درس سے شروع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اسی پر تا زندگی ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ کفار ومنکرین کی بدخصلتوں سے ہم کو بچایئے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

یا اللہ ہم کو آخرت کا یقین کامل نصیب فرمایئے تاکہ وہاں کی تیاری سے ہم کسی حال میں غافل نہ ہوں۔

یا اللہ اپنے فضل وکرم سے آخرت میں ہمارے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرمایئے اور نافرمان بندوں سے ہم کو علیحدہ رکھئے۔

اور وہاں کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ بخشئے۔

یا اللہ اس دنیوی زندگی کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیجئے اور اس کے فریب ودھوکہ سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

اے اللہ ہم سے جو تقصیرات اور کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ اور ان کا تدارک کر کے آپ کو راضی کرنے کی توفیق اس زندگی میں نصیب ہو جائے۔ تاکہ آخرت میں ہم مواخذہ سے بری ہو جائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ